

المولى الاعز الداعى الى الخير خلاصة الارواح سر المشكوة والزجاجة

والمصباح شمس الحق والدين نور الهدى الاولين والآخرين

(مولانا روم)

اے شمس اے قمر تو اے شہدائے شکر تو اے مایہ و پیر تو جزو نسب ندارم  
اے شاہ شمس تربت اے صل فضل لہا بے بصیر و جودت من یک طبیبم

# حالات حضرت شمس تبریزی

یعنی

قدوة العارفين اسوة الواصلين حضرت شیخ شمس الدین تبریزی  
کے حالات واقعات و رسوا خات کرامات و غیرہ

مؤلفہ

نشی محمد الدین صاحب فوق - حالات مولانا روم - یاد رفتگان - حالات  
داتا گنج بخش - وایدیٹر کشمیری میگزین لاہور

۱۴ ۱۹ ۶ مطابق ۳۲ ۱۳ ھ

کارخانہ صوفی پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات پنجاب کیلئے

بلائی اسٹیم پریس ڈھوہ میں باب تمام کرم بخش پرنٹر چھپے

بار دوم

۲۰۰۰ - دو ہزار

قیمت



ص ۴۲ - درش - سنه الحوت مکرر ۱۵۱۵

ص ۵۵ چند قول (ص ۴۴ و ۴۵ سید)

۱۵۷  
۸۰  
۷۷



# دیسپاچ

قریباً تمام مشرقی دنیا شمس تبریزی کے نام سے آگاہ ہے لیکن بہت کم لوگ ہیں جو ان کے حالات و کمالات سے بھی کچھ واقفیت رکھتے ہوں شمس تبریزی کس شان اور کس رتبہ کے بزرگ اور ولی تھے؟ وہ اسی سے ظاہر ہے کہ حضرت مولانا روم ان کی صحبت و ہم نشینی پر فخر کرتے تھے اور باطنی علوم وہ ان سے استنادہ بھی کرتے تھے مولانا روم حضرت شمس تبریزی کی شان میں فرماتے ہیں۔

شمس تبریزی کہ تو اور وزو شب برتری  
لا شرقی لا غربی توئی ایک سخن کوتاہ شد

افسوس ایسے رمز شناس حقیقت کے حالات سے نہ صرف موجودہ زمانہ کا مذہبی و اسلامی لٹریچر خالی ہے بلکہ زمانہ سلف کی کتابوں میں بھی آپ کے حالات پر نام پائے جاتے ہیں۔ مناقب العارفین۔ جوابہ مائنیہ نفحات الانس اور دیوان حضرت شمس تبریزی کے مطالعہ سے اس شمس الحق والدین کے حالات پر کچھ روشنی پڑتی ہے لیکن وہ ایسی مدھم ہے کہ کسی ایک کتاب سے بھی حضرت کی تاریخ پیدائش تک نہیں مل سکتی۔

اسلئے یہ چند اوراق چند کتابوں کے خزمن کی خوشہ چینی کا نتیجہ ہیں ہر ایک خزمن سے کھوڑے کھوڑے دانے جمع کئے ہیں اور ایک مستقل خزمن قائم کر کے غذائے روح کا سامان ہم پہنچایا گیا ہے۔ امید ہے صاحبِ دل احباب اس چوٹی سی کتاب سے حظ وافر حاصل کریں گے۔

۱۳۔ اپریل ۱۹۷۷ء بروز چار شنبہ  
بوقت شب ۱۲ بجے

محمد الدین فون  
لاہور



# پیدائش اور پچھن

صوفیائے کرام کے تاریخی اور صحیح حالات بہت کم دستیاب ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان بزرگوں کے متعلق جیسے کچھ واقعات پیش آتے رہے اور جو کچھ ان سے کمالات ظاہر ہوتے رہے مریدوں اور خوش اعتقادوں نے ان کو نمک مرچ لگا کر پیش کیا۔ اگر مورخ لوگ جو تاریخ نویسی کا صحیح مفہوم رکھتے تھے اُس طرف توجہ کرتے تو ہر واقعہ بقید سند و تاریخ ظاہر کیا جاتا۔ اُن کی پیدائش اور پچھن کے حالات سلسلہ دار ہوتے۔ ان کی تعلیم و تربیت اس ڈھنگ سے بیان کی جاتی کہ آئندہ نسلیں اس سے فائدہ حاصل کریں۔ اُسی کے ساتھ یہ بھی ظاہر کیا جاتا کہ کس بادشاہ کے وقت میں اُس کی اللہ کا ظہور ہوا اس وقت دنیا کا کیا حال تھا تہذیب تمدن کس رنگ میں تھا۔ اور خصوصاً دنیا سے اسلام کی کیا کیفیت تھی۔ افسوس یہ باتیں بہت کم ملتی ہیں کرامات اور خوارق عادات کا بہت ذکر ہے اور وہ بھی اس طریق سے بیان کیا گیا ہے کہ موجودہ زمانہ میں جبکہ مشاہدہ غیبی کا ہر شخص کو شوق ہے ان پر آسانی کے ساتھ یقین نہیں کیا جاسکتا۔ مولانا شمس تبریزی کے حالات میں بھی یہی دقتیں ہیں نفحات الانس اولیائے اللہ کے حالات میں ایک نہایت مشہور اور مخفیہ کتاب ہے شمس تبریزی کے حالات بھی اس میں تین صفحات سے زائد پر بیان ہوئے ہیں۔ لیکن تاریخ پیدائش کا کہیں ذکر نہیں مناقب العارفین مولانا روم اور شمس تبریز اور چند دیگر بزرگان سلسلہ مولویہ کے حالات میں ایک معقول اور جامع کتاب ہے شمس تبریزی کے حالات کئی صفحات میں بیان کئے گئے ہیں لیکن سب رقع چھان ڈالو تاریخ پیدائش کا کہیں پتہ نہ چلیگا حالانکہ یہ کتاب شمس کی تصنیف ہے جبکہ شمس تبریزی کے انتقال کو پورے پچتر سال بھی نگذرے تھے نفحات الانس مناقب العارفین اور بعض دیگر کتابوں میں جزوی اختلاف کے



ساتھ یہ مذکور ہے کہ مولانا روم اور شمس تبریزی پہلی ملاقات قونیہ میں ۱۰۲۲ ہجری میں واقع ہوئی تھی اس وقت مولانا کی عمر ستر گھنٹہ صبح کی پیدائش کے مطابق پوسے اہتیس سال کی تھی اس وقت مولانا وعظ و نصیحت اور درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے حالت وجد اور سماع کی کیفیت سے ایسی تک نا آشنا تھے حقیقت کی منزل شریعت سے آگے تھی اس لئے کسی ایسے ہی استاد کامل کی ضرورت تھی جو تجزیہ مجاہد اور عمر میں بھی مولانا سے بڑا ہوتا اور مولانا روم جیسے عالم متبحر اور بزرگ کامل پر غلبہ حاصل کر کے انہیں اپنے طریق پر لے جاتا اس لئے یہاں قیاس سے کام لینا پڑتا ہے اور حالات پر نظر دوڑا کر گتھا پڑتا ہے کہ علوم ظاہری کو طے کرنے مجاہدہ و مشاہدہ میں کمال حاصل کرنے اور شہرت پیدا کرنے کے لئے کم سے کم تیس پینتیس سال کی عمر ضروری ہے اور یہ امر قرین قیاس ہے کہ شمس تبریزی جب مولانا روم سے ملے ہیں تو ان کی عمر مولانا سے دو چار سال یا زیادہ تھی یا کم نہ وہ ان سے بہت چھوٹے تھے اور نہ بہت بڑے۔

اس حساب سے آپ کی پیدائش ساتویں صدی ہجری میں ہوئی جبکہ ایشیائے کوچک میں سلطان محمد خوارزم شاہ کا جاہ و جلال کمال زور پر تھا اور اس کی وسعت حکومت خراسان ایران کا شخر ماورالنہر اور عراق سے گذر کر سلطنت عباسیہ کو نیست و نابود کرنے کے درپے تھی۔ بقول صاحب مناقب العارفین مولانا شمس تبریزی کو شیخ ابوبکر تبریزی زنبیل باقی سے ارادت تھی اور بقول صاحب نفحات الانس بابا کمال خجندی سے بھی آپ نے فیض حاصل کیا مگر زیادہ تصدیق شیخ ابوبکر تبریزی ہی کے مرید

۱۔ نفحات الانس میں اس نام کے دو بزرگوں کا ذکر ہے ایک کا نام بابا کمال خندی ہے جو شیخ نجم الدین کبریا کے مریدوں میں تھے کہتے ہیں کہ شیخ نجم الدین نے انکو ایک خرقہ دیا کہ ترکستان کے ملک میں شمس الدین نقی کا ایک لڑکا احمد مولانا ہے اسکو یہ پہنا دینا احمد مولانا ابتدا ہی سے معذوب تھا اس خرقے کے پہننے اور بابا کمال خندی کی صحبت سے بزرگ کامل ہو گیا دوسرے بزرگ کا نام شیخ کمال خجندی ہے جو علاوہ دینی کامل ہونیکو شعر و شاعری میں بھی درجہ کمال رکھتے تھے آپ کی وفات ست ہجری میں ہوئی ہے تبریزی سے ایک بیکر بن دو لوں بزرگوں کے حالات میں شمس الدین تبریزی کا کہنا ہم بھی نہیں شمس تبریزی اور شیخ کمال خجندی کے بن وفات میں قریباً ایک سو ساٹھ سال کا فرق ہے اس لئے ممکن ہے کوئی اور بزرگ اس نام کے ہوں جنکے حالات نفحات الانس میں نہ لکھے گئے ہوں۔



ہوئے کی ہے چنانچہ حضرت سلطان ولد مولانا روم کے بالکمال صاحبزادے سے روایت ہے کہ ایک دن میرے والد سے شمس الدین تبریزی نے فرمایا کہ میں نے سب لائیتیں اور فیوض اور برکتیں شیخ ابوبکر تبریزی سے حاصل کی ہیں۔

حضرت سلطان ولد سے مناقب العارفین میں روایت ہے کہ بچپن ہی میں مجھے مختلف شکلوں میں تجلیات الہی نظر آیا کرتی تھیں فرشتے بھی دکھائی دیتے تھے زمین و آسمان کے چھوٹے بڑے اعلیٰ و اسفل سب مقام میں زیر نظر تھے میرے لئے یہ باتیں غیر معمولی نہ تھیں اور میں سمجھتا تھا کہ شاید اور لوگ بھی میری طرح سب کچھ دیکھ سکتے ہیں۔

مگر جب میں لوگوں سے اپنی باتیں اور اپنے مشاہدات بیان کرتا تو لوگ حیران رہ جاتے اور بعض صاف انکار کر جاتے اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت خاص کے مستحق بھی خاص لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔

دہد حق عشق احمد بندگان حیدرہ خود را بخاں شاہمے بخشدے نوشید خود را شیخ ابوبکر علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ روزگار تھے آپ کی صحبت سے حضرت شمس تبریزی کو وہ کمالات حاصل ہوئے اور وہ ایسے برتر مقام میں پہنچے کہ بچپن ہی میں حضرت تبریزی کا نام شمس پرندہ (یعنی اڑنیوالا) مشہور ہو گیا آپ کے سینہ مبارک میں عشق الہی کی آگ اس قدر گرم تھی کہ شیخ ابوبکر یہی اس کے بھالنے میں قاصر رہے اور آخر تبریزی کو ایک درم مرشد اور دوست کی تلاش ہوئی جو ان کی صحبت کی گرم جوشیوں کو برداشت کر سکے اور جو شوز عشق کا دھواں ظاہر نہونے دے۔

مولانا شمس تبریزی کے والد بزرگوار کا نام علاء الدین تھا وہ ایک شخص کیا بزرگ کے خاندان سے تھے۔ جو فرقہ اسماعیلیہ کا مشہور امام و مقتدی ہو گذرا ہے مولانا شمس نے علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل تبریزی ہی میں کی۔ اور گھر ہی میں بیٹھ کر تمام دنیا میں نام پیدا کر لیا۔

## شمس تبریزی مولانا روم کی خدمت میں

عشق الہی کا جذبہ روز بروز غلبہ حاصل کر رہا تھا دل کی تڑپ ہر وقت بے قرار رکھتی تھی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یاد و چوہا ایک پیغمبر اعظم ہونیکے ایک ہم صحبت



کی تلاش تھی اور خدا کی جناب سے کسی دل نور ہمدرد خدا کی دعا کیا کرتے تھے اسی طرح حضرت شمس تبریز کو بھی باوجود سلطان العارفین ہونیکے ایک ہم مذاق ہم جستجو ہمیشہ بے چین رکھتی تھی آخر بارگاہ الہی کی طرف سے ایک دن ایسا ہوا کہ اگر ہم تمہیں تمہارے مذاق اور ہمتاری مرضی کا دوست ملا دیں تو بتاؤ نہ رانا کیا دوگو عرض کیا: یہ سر حاضر ہے اس سر میں سودا ہے اسی کو پار لگانا چاہئے۔ حکم ہوا۔ اقلیم روم میں ہمارا جاہ و جلال دکھارنا ہے اس سے ملو اور اس کو اپنے رنگ میں رنگ لو اور صحبتوں کے خوب لطف اٹھاؤ غرض آپ بقول بعض مشق سے اور بقول بعض تبریز سے قونیہ میں ۲۶ جمادی الآخر ۱۲۲۲ھ ہجری کو تشریف لائے آپ نے ایک سرائے میں یہ لباس سوداگری قیام فرمایا حجرہ کو قفل لگا دیا تاکہ لوگوں کو ایک درویش ہونیکا گمان نہ ہو سکے حالانکہ حجرہ میں سوائے ایک پرانی چٹائی ایک ٹوٹے ہوئے پیالے اور اینٹ کے ایک تکیے کے اور کچھ نہ تھا۔

آخر قرآن السعدین ہوا۔ آفتاب سے آفتاب ملا۔ روحانی روشنی سے روم جگمگا اٹھا معرفت و حکمت کے چشمے کھل گئے اور شہ لب منہ کھول کھول کر ان کی طرف دوڑنے لگے مولانا روم خود ایک ایسے مرد خدا کی ملاقات کے خواہاں تھے دو نو طرف سے کشش تھی دل سے دل ملا اور ایسا ملا کہ موت کے زبردست ہاتھ کے سوا کوئی اسے جدا نہ کر سکا شمس تبریز کی صحبت نے چشمک کا کام کیا دل سے شعلے نکلنے لگے شریعت پر طریقت غالب آگئی درس و تدریس کا سلسلہ موقوف ہو گیا دواویں کلیات کا مطالعہ اور فقہ و حدیث کی کتابوں کا شوق بالکل کم ہو گیا وہ سماع و سرود جس کے خلاف وعظ کرنا خاندانی کام تھا غذا ٹھے روح بن گیا اس کی تعریف میں کئی شعر بلکہ غزلوں کی غزلیں تیار ہو گئیں اور جو سماع و سرود کی مخالفت میں حصہ لیتا اس سے سخت ناراضگی ظاہر کی جاتی غرض ملاقاتیں ہوتی تھیں اور خوب ہوتی تھیں۔ مولانا روم سے روایت ہے کہ جب شمس تبریز سے میری ملاقات ہوئی تو ایسا معلوم ہوا کہ ایک آگ تھی جو پاؤں سے سر تک مجھے ہمہ تن آتش کر گئی۔

مولانا روم اور شمس الدین تبریز کی ملاقاتوں اور صحبتوں کا مفصل حال ہماری کتاب حالات مولانا روم میں ملاحظہ فرمائیے ؟



میں اپنے والد حضرت بہاؤ الدین ولد کا کلام اکثر پڑھا کرتا تھا مولانا شمس نے ایک دن فرمایا کہ یہ کلام آئندہ نہ پڑھا کرو میں نے اس کا پڑھنا بند کر دیا پھر فرمایا کسی سے گفتگو بھی نہ کیا کرو چنانچہ میں نے گفتگو بھی ترک کر دی لیکن میرے دوستوں نے اسکو برا منایا اور وہ لوگ جو رات دن میری باتوں کے سننے کے مشتاق رہتے تھے شمس کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور آخر انہیں نقصان پہنچا کے رہے۔

ذکر ہے کہ ایک رات مولانا روم دیوان مثنوی کا مطالعہ کر رہے تھے اسی حالت میں نیند آگئی خواب میں دیکھتے ہیں کہ مدرسہ کے علماء باہم مباحثہ بلکہ مناقشہ میں مصروف ہیں اور شب و شتم تک نوبت پہنچ رہی ہے مولانا نے خواب ہی میں ان پر اظہارِ انوس کیا کہ ایسے عالم ہو کر حیوانوں کی طرح لڑتے ہیں ناراض ہو کر مدرسہ کے باہر آنا چاہا اسی حالت میں آنکھ کھل گئی صبح کا وقت تھا۔ دیکھا تو مولانا شمس سامنے کھڑے ہیں آپ نے مولانا روم کی پریشانی دیکھ کر فرمایا علماء کا کوئی قصور نہیں یہ سب دیوان کے مطالعہ کا نتیجہ ہے۔

مگر باوجود اس کے مولانا روم کو اس دیوان سے عشق تھا وہ چوری چھپے اس کو پڑھ ہی لیا کرتے تھے ایک رات خواب میں دیکھا کہ مولانا شمس مثنوی شاعر کو ڈاڑھی سے پکڑ کر مولانا کی خدمت میں لے آئے اور کہا یہ وہ شخص ہے جس کا کلام تم رات دن پڑھا کرتے ہو۔ شاعر مولانا کے آگے ہاتھ جوڑتا تھا اور کہتا تھا میرے دیوان کو جلا دیجئے اور مجھے انکے پنجہ سے نجات دلائیے اس کے بعد مولانا روم ترک مطالعہ کر کے ریاضت مجاہدہ اور سماع میں مشغول رہنے لگے۔ مولانا روم سے آپ کو کمال محبت تھی مولانا بھی آپ پر جان فدا کرتے تھے بلکہ آپ کی شان میں اور آپ کے نام پر کئی غزلیں کہی ہوئی ہیں جن کا ذکر اپنے موقع پر آئیگا۔

روایت ہے کہ ایک دن مولانا شمس حجرہ مدرسہ کے باہر اور مولانا روم حجرہ کے اندر تھے لوگ مولانا روم کو ملنے آتے تو آپ ان سے کہتے کہ ہم مولانا روم کے درمیان ہیں بتاؤ ہمارے لئے کیا لائے ہو کچھ نذرانہ دو ہم تمہیں مولانا کی زیارت کرا دینگے ایک نا اہل نے کہا ہم سے پوچھتے ہو کیا نذر لائے ہو پہلے تم کو تم کیا لائے ہو آپ نے فرمایا ہم نے سر کو اپنے دوست اپنے محبوب اور اپنے مولانا



پر قربان کر دیا ہے۔ اور فی الواقع ایسا ہی ہوا جیسا کہ آگے مذکور ہو گا۔  
جیسا کہ گذشتہ سطور میں ذکر ہو چکا ہے مولانا شمس کی ملاقات نے مولانا روم سے  
نماز روزہ ترک کرادیا اور اپنی محبت کے سوا سب کی محبت سے قطع تعلق کرالیا  
چنانچہ ایک غزل میں ارشاد فرماتے ہیں

اے دشمن روزہ و نماز م  
ہر پردہ کہ ساختہ دریے  
بندہ است زمین و تو بہا سے  
چوں صید تو ام چگونہ پتہ  
پروا نہ من چو سوخت در شمع  
یک بار دگر مرا فسون خواں  
خامش کہ عاقبت مرا کار  
وے عمر و سعادت درازم  
بلکہ شت ازاں کہ پردہ سازم  
پیدا شود از تو جملہ رازم  
چوں مار تو ام چگونہ تازم  
دیگر زچہ باشد احترامم  
وز روح مسیح در طرازم  
محمود بود چو من ایازم

حسام الدین چلی اور مولانا روم سے مولانا شمس کی عجیب فرمائشیں موجود زمانہ کے پیرو  
مریدوں کے تعلقات پر حجب نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے زبردستی کا ایک سلسلہ  
ہے جسکو رسم درواج کی زنجیریں مضبوطی کے ساتھ جکڑے ہوئے ہیں۔ خواہ  
اور صفائی قلب کا بہت کم دخل ہے پیر چاہتا ہے کہ نظر بچے تو مرید کے گھر تک کی صفائی  
کر دوں اور جو ملے عمر عیار کی زنجیل میں ال لوں مرید چاہتا ہے پیر صاحب کے دور کی  
صاحب سلامت ہی نہ رہے۔ اور اگر وہ گھر میں آہی پہنچیں اور اسپر کوئی فرمائش بھی  
ڈالیں۔ تو پاؤں تلے سے زمین کل جاتی ہے اور سکتہ کا عالم طاری ہو جاتا ہے  
آخر اس کی وجہ کیا ہے یہ بے اعتقادی اور بدگمانی کیوں ہے حضرات مشائخ سے  
اسرار باطنی اور ارادتمندوں سے ادب ظاہری تک کیوں مفقود ہو رہا ہے جہاں  
تک حالات اور واقعات سے تعلق ہے کہنا پڑتا ہے کہ پیران عظام اپنے فرائض  
اصلی سے قطعی بے خبر ہیں بلکہ بہت سے ایسے پیر بھی ہیں جو پیری کی اہلیت بھی نہیں  
رکھتے اور صرف باپ دادا کا نام لیکر پیٹ پال رہے ہیں اور پیر ہو کر  
مریدوں کے دروازوں کی خاک چھان رہے ہیں۔ مریدوں کے  
پاس جانا کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ حلم اور انکسار کی ایک نہایت عمدہ علامت



ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ وہ کس نیت سے جاتے ہیں اگر اُن کی یہ غرض ہے کہ کسی خاص مقام کو جن سے اُن کی محبت ہے کوئی ہدایت دین یا معرفت کے حقائق بیان کرین یا اس مقام کے اور لوگوں کی بہتری و ہدایت منظور ہو۔ تب تو بہت اچھی بات ہے اور اگر صرف ہڈ پلنے سے غرض ہے تو صاف ظاہر ہے کہ پیری سے دوکانداری کا کام لینا شروع کر دیا ہو جو نہایت بیوقوف ہے زمانہ سلف میں شجاع و نشینی کسی کی جائداد و موروثی نہیں تھی۔ خود مولانا روم ہی کی طرف دیکھئے آپ کے صاحبزادے حضرت سلطان و لا ایک بزرگ کامل اور مشہور زبان صوفی تھے۔ لیکن باوجود آپ کی موجودگی کے مولانا روم نے حضرت حسام الدین چلیپی کو اپنا جانشین نامزد فرمایا۔ آج کتنے صاحبزادے ہیں جو سجادہ نشینی سے جبری جائداد و موروثی جاگیر کا کام نہیں لے رہے۔ بجائیکہ اُن کو خلق خدا کی ہدایت اسلام کی خدمت اور شریعت و طریقت سے کوئی سس ہی نہیں۔ اسی طرح مریدوں میں ہی اخلاص اور محبت نہیں ہے آج کل کے طالب یہ چاہتے ہیں کہ میر صاحب چشم زدن میں تانبے کو سونا بنا دین۔ برسوں کے بچھڑے ہوئے معشوق کو ایک لحظہ میں ملا دیں اور جو ہماری آرزو ہے وہ ایک ساعت ہی میں پوری ہو جائے نہ ہمیں نماز روزہ کا پابند ہونا پڑے نہ طریقت و حقیقت سے اشتغالی ہو اور نہ کوئی اور کسی قسم کی تکلیف برداشت کرنی پڑی بالخصوص نقدی کے ترانہ سے تو ضرور معاف رکھا جائے۔ اب ایسا روبرو پیر کہاں سے آئے۔ جو پہلے مریدوں کو امتحان دے اور اگر مرید کی آرزو وہ پوری کر دے تو پھر اُس کے الطاف کا مستحق ہو۔ اللہ اللہ اے دوست مرے قتل پہانہ صی تو ہر تلوار پہلے یہ کہو باندھنی آتی ہے کمر بھی پڑا معلوم ہوتا ہے مولانا شمس کے زمانہ میں بھی ایسی شکایتوں کا کم و بیش وجود پایا جاتا تھا چنانچہ مولانا شمس نے ایک مجمع میں فرمایا۔ امیروں اور بادشاہوں اور اولیاءوں کے دسترخوانوں دروازوں اور حلقوں کے گرد گھومتے ہو اور کتھوں کی طرح دم ٹاٹتے ہو مگر روٹی کا ٹکڑا کہیں سے بھی بیٹ بھر کر نہیں ملتا۔ کہتے ہو اب اس کی نظر کیسیا کا اثر رکھتی ہے اور دل کی سب آلائشیں دور کر دیتی ہے لیکن کیا سبب ہے کہ تم میں ہی تلخی اور ترشی پستور موجود ہے تم کو ناز ہے کہ فلاں بزرگ کی صحبت میں بیٹھے اور قلب کو صاف کیا۔ ریاضتیں کیں اور اپنے پیر کی ناز برداریاں اٹھائیں لیکن تمہارے



دل ایسے ہی تاریک ہیں جیسے پہلے تھے ایک شخص کو علم و فضل اور زہد و اتقا پر ناز ہے ایک کہتا ہے میرے مریدوں پر قابو نہیں اور زندگی میں کوئی نمایاں اثر نہیں تو ان دعوؤں سے فائدہ کیا لوگ چاہتے ہیں کہ ہم گھر بیٹھے بغیر محنت و ریاضت و بغیر خدا کی عشق بانسی کے بایزید کے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہو جائیں ایسے لوگوں سے بھاگنا چاہیے یہ فقیر ہی نہیں کرتے و کاناری اور بد معاشی کرتے ہیں ۵

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کو بھائی پنج ہی ڈالیں جو یوسف سا برا درپائیں اس بات کی شہادت اکثر کتابوں سے ملتی ہے کہ مولانا شمس تبریزی سے مولانا روم کے مرید اور خادم بہت حد کیا کرتے تھے لیکن آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور جن کے سینوں میں حسد و رشک کی گنجائش نہ تھی اور جو مولانا شمس کے مراتب و فضائل سے آگاہ تھے وہ ان کی نہایت تعظیم کرتے اور نہایت محترم سے پیش آیا کرتے تھے انہیں چشم بصیرت والوں میں حسام الدین چلیپی بھی تھے۔ جو بعد میں مولانا روم کے خلیفہ اور جانشین قرار پائے ایک دن مولانا شمس نے حسام الدین سے فرمایا۔ دوست بانی محبت سے کام نہیں چلیگا سنتے ہیں دین مال ضرر کے قریب اگر رسائی چاہتے ہو تو کچھ تقدیری دلو اور حسام الدین فوراً اپنے گھر گئے جو کچھ ملائے آئے بیوی کا زیور اور باغ تک جو نہایت چڑھتا تھا فروخت کر کے تقدیری مہیا کی اور مولانا کے قدموں میں لائے ڈال دیے وہ تھے اور کہتے تھے زہے قسمت کہ دین دنیا کے ایسے جلیل القدر بادشاہ نے فرمائش کی مولانا شمس نے فرمایا حسام الدین اللہ تعالیٰ تمہارے مراتب اس سے بھی زیادہ کرے مردان خدا کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے وہ دونوں جہان کی نعمتوں سے پاک ہیں اولیاء کی نظروں میں مرید کا اور کسی معتقد کا سب سے بڑا امتحان ترک محبت ہے دوسرا امتحان ترک ماسوی اللہ ہے کوئی مرید بغیر خدمت و اطاعت اور مال صرف کرنے کے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ روپیہ لے جاؤ اور خدا کی راہ میں اُسکو دید و چنانچہ حسام الدین چلیپی نے اولیائے کرام کے گروہ میں ایک ممتاز جگہ حاصل کی۔ اور مولانا روم کی سرکار سے علاوہ جانشینی کے کنوز اعروش کا خطاب بھی حاصل کیا۔ یہ کہ خدمت کردار و بندگی و مہم شہ ۵

حُب درویشان کلید حُب است دشمن ایشان سزائے لعنت است



مولانا روم کے پوتے یعنی حضرت سلطان ولد کے صاحبزادے حضرت چلی عارف سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مولانا شمس نے ازراہ محبت و بطریق ناز و نیاز مولانا روم سے کہا کہ کیا اچھا موسم اور کیا اچھا دن ہے اس وقت کوئی خوبصورت عورت بلجانی تو وقت بھی نہایت اچھا کٹتا اور روح کو غذا و مغ کو فرشتہ اور قلب کو سرور حاصل ہو جاتا مولانا دوڑے دوڑے اپنے گھر گئے اور اپنی بیوی کی بیخاتون کا ہاتھ پکڑ کر لے آئے مولانا شمس نے فرمایا بہن کو معشوق نہیں کہتے اور نہ بہن کے لئے ایسے الفاظ بول سکتے ہیں یہ تو میری بہن ہیں تم نے کیا غضب کیا ان کو لیجاؤ اور کوئی خوبصورت لڑکا لے کر مولانا پھر گئے اور اپنے لڑکے سلطان ولد کو لے آئے مولانا شمس الدین نے کہا بیٹوں سے یہ دل لگی نہیں کی جاتی یہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور میری آنکھوں کا نور ہے پھر فرمایا موسم اور وقت کے لحاظ سے اس وقت شراب ہی تھوڑی سی کہیں سے مہیا کر دو کہ اس کے نشہ میں ذکر عیش بہ از عیش ہی کامز آجائے یہ دیوان کے محلے میں دوڑے گئے جہاں شراب فروشوں کی دکانیں تھیں ایک کان سے شراب کا ایک سٹکا اٹھا لائے اور اپنے یار دلنواز کے آگے لارکھا مولانا شمس مولانا روم کی یہ عقیدت دیکھ کر تڑپ اٹھے چھاتی سے لگایا پھر قدموں میں گر پڑے حال ہی میں عبا کو پھاڑ ڈالا اور کہا اول و آخر کی قسم ابتدا و انتہا کی سو گند اتہار سے حلیم اور تمہارے قلب کی وسعت کی کوئی انتہا نہیں ہے تم نے وہ کیا جو کسی سے نہ ہو سکا تمہارے اوصاف و عد بیان سے باہر میں اور فی الواقعہ مولانا روم بھی مولانا شمس پر جان فدا کرتے تھے اسے بے کار سمجھتے تھے بلکہ کہتے تھے اور اس شعر کے مطابق کر بھی دکھاتے تھے

مال سے جان سوا جان سے ایمان سوا مال سے جان سے ایمان سے سوا تم مجھ کو

## مولانا شمس کی اطاعت پر مولانا روم کو طعن تشنیع

قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ مولانا شمس کی ملاقات سے پیشتر مولانا روم علوم ظاہری سے مولانا روم شمس الدین کے ریحان کافقہ و تصوف میں بہت بڑا مرتبہ ہے اور جو مناقب اہل عارفین کے مصنف ہیں حضرت چلی عارف کے مریدوں میں سے تھے۔



کی تدریس کرتے تھے بلکہ اکثر کتابوں میں مذکور ہے کہ اُن کی سواری نہایت چاہ و جلال سے نکلا کرتی تھی اُن کا حلقہ درس علماء و فضلا کی محفل سے سجا رہتا تھا مولانا کی ملاقات کے بعد جب وہ سرود و سماع کے عاشق اور تعلقا و ندی کے ایک عسکر تک تارک ہو گئے تو لوگوں کو فکر میں آیا ہوا بلکہ اکثر نے طعن و تشنیع شروع کر دی کہ ایسا عالم فاضل ہو کر ایک تنگ و مضطرب کے پیچ میں کس طرح پھنس گیا اور اس کی ایک ہی ملاقات میں برسوں کے علم و فضل کو کس طرح تباہ کر بیٹھا۔ ایک دن مشائخ کا مجمع تھا اس میں ایک صوفی نے کہا کہ بہاؤ الدین و ہالینجی کے بیٹے نے نہ صرف اپنا علم و فضل بلکہ باپ کا روشن نام بھی بدنام کر دیا اور ایک تبریزی جادوگر کا مطیع ہو گیا تعجب ہے کہ خراسان کی مٹی تبریزی کی مٹی کی متابعت کر رہی ہے مولانا شمس نے سنا تو کہا کمترین اپنے آپ کو صوفی کہتا ہے مگر صوفی ہوا تو عجیب ہے کہ رشک و حسد میں مبتلا ہو تبریزی پر کیا منحصر ہے اگر استنبولی مٹی میں کمال باطنی ہو تو اس کی متابعت بھی واجب ہے خدا کی دین کسی خاص سرزمین کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔

اقبال لکھنؤ سے نہ دلی سے ہے غرض ہم تو اسیر میں غم زلف و کساں کے  
**مولانا شمس کی ناراضگی اور قونیہ سے روانگی**

لوگوں کے طعن و تشنیع اور رشک و حسد اور آزار دہی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا شمس یک دن چپکے ہی چپکے قونیہ سے بقول بعض تبریزی اور بقول بعض دمشق کی طرف روانہ ہو گئے جب مولانا روم کو خبر ہوئی بہت رنج کیا زبان قلم اور زبان حال سے وہ فریاد و آہ کی کہ آسمان چکر اگیا لوگوں کے دل ہل گئے مخادموں کو خیال تھا کہ اب شمس چلے گئے ہیں خلوت و جلوت میں بس اب ہم ہی ہم ہونگے لیکن مولانا روم نے بالکل تنہائی اختیار کر لی اور کسی کو اپنے پاس آنے سے بھیجے اور کلام تک کرنے کی اجازت نہ دی وصال کے بعد ہجر کا نظارہ نہایت اندوہناک ہے خدا و شمس کو بھی نصیب نہ کرے مولانا روم کے دل کو ٹھیس لگی دل دردمند سے شعرون اور غزلوں کی صورت میں مالہ و بکا کے شعلے ٹھکنے لگے چنانچہ بتیا سا ہو کر فرماتے ہیں ۵

اے یوسف آخر سوئے این یقیناً بینا بیا نہ دے جیسی پنہاں شدہ بر طارم مبتلا بیا



اے موسیٰ عمر ان کہ درینہ چہ شور شہانشت : کاسے خدائی میکند از فرة بالابیا  
 نخ زعفران رنگ دم خم داوہ چون چنگ آسم : درگورتق رنگ دم ایجان ماتنہا بیا  
 لے تو ذوا و چارہ ام نور دل صیادہ ام : نذر دل بے چارہ ام چون غیر تو شد لا بیا  
 لے خسر و مہوش بیا لے خوشتر از حد خوین : اے آب اے آتش بیا اے درواے دریا بیا  
 مخروم جانم شمس یں ز جاہت ای رخ امین : تبریز شد سوے حرم از مسجد اقصیٰ بیا  
 پھر فرماتے ہیں ۵

بنائے رخ کہ باغ و گلستانم آرزوست : بکشتائے لب کہ قند فراوانم آرزوست  
 اے آفتاب نہما از نقاب ابر : کان چہرہ شعلے تا بانم آرزوست  
 بشنیدم از ہوا کے تو آواز طبل بازی : باز آمدم کہ ساعد سلطانم آرزوست  
 گفتی نیاز بیش مرخبا مرا برو : آن گفتنت کہ بیش بجانم آرزوست  
 دانست کہ شہر بے تو مرا جنس مے شود : آوارگی و کوہ و بیا بانم آرزوست  
 یک دست جام باوہ و یک دست زلف یار : رقصے چنین میاں نہ میدانم آرزوست  
 گفت یافت مہینت کہ بس خستہ ایم ما : گفت آنکہ یافت مے نشود آنم آرزوست  
 بنائے شمس کشور تبریز و ز شرق : سینہ بدم منور سلیمانم آرزوست  
 ایسے پھر بے قراری کے عالم میں کہتے ہیں ۵

یا عاشق سرگشتہ و سودائے مشقیم : جاں دادہ دل بستہ و سودائے مشقیم  
 و اں صبح سعادت کہ تباہید ازاں سو : ہر شام بحر مست سحر ہائے مشقیم  
 بر آب و دیدیم جزا ز یار ندیدیم : نان مشرب ستانہ بخضرائے مشقیم  
 بر مصحف عثمان نہم دست بہ سو گند : کمز و نووے آں دلبر لالائے مشقیم  
 از روم تبا زیم بر تعجیل سوے شام : کز طر اے چوں شام مطرائے مشقیم  
 آخر جب اہالیان شہر اور حلقہ کے خدام مولانا کی ملاقات اور ان کی شیریں گلامی اور  
 رموز حقایق کے سننے کے لئے ترس گئے تو نہایت بے چین ہوئے۔

مولانا سلطان ولد سے فرمایش کی کہ جس طرح ہو سکے مولانا کو مناؤ اور جس طرح وہ  
 راضی ہو سکتے ہیں کرو۔ آخر سلطان ولد مولانا روم کی خدمت میں گئے اور تجویز یہ قرار  
 پائی کہ سلطان کی سرکردگی میں ایک وفد علمایان قونیہ اور خدام حلقہ کا مولانا شمس



کو منانے کے لئے چائے چہاچہ جب یہ جماعت دمشق پہنچی تو مولانا شمس ایک فرنگی  
 لڑکے سے جیل جلا لجیہ کی سرانے میں چوس کر کھیل رہے تھے یہ لڑکا خدا کے مقبول  
 بندوں میں تھا لیکن اپنی حالت سے خبر نہ تھا مولانا شمس ان کو کشف اسکے کمال باطنی سے آگاہ  
 ہو گئے تھے اور اسی لئے اکثر اس کے ساتھ کھیل کرتے تھے لڑکے نے مولانا شمس  
 سے تمام بازی جیت لی اور غصہ سے ایک ٹھپڑ بھی ان کے منہ پر مارا اور کہا وادہ اسی  
 بساط پر بازی شروع کی تھی یہ حال دیکھ کر حضرت سلطان ولد سے نہ رہا گیا اس نے  
 ادبی و گستاخی کی تاب نہ لا سکے اور اس خیال سے کہ شوخ چشم لڑکا اس سے زیادہ کوئی  
 اور گستاخی نہ کرے آپ مولانا شمس کے قدموں پر گر پڑے اور رونے لگے باقی جماعت  
 سو ب ہو کے سامنے کھڑی رہی فرنگی زولو مولانا شمس نکایہ ادب و احترام دیکھ کر ڈنگ  
 رہ گیا مولانا شمس نے سلطان ولد کو قدموں سے اٹھایا اور ان کی پیشانی پر بوسے دئے  
 مولانا روم کا حال دریافت کیا حضرت سلطان ولد نے علاوہ تحفہ سلام و پیام کے  
 زر نقد بھی پیش کیا سلطان ولد نے عرض کیا سب خدام اپنے افعال بد اور  
 حرکات ناسزا سے توبہ و استغفار کرتے ہیں آپ ایک دفعہ قونیہ تشریف  
 لے چلے مولانا اور خدام اور دیگر لوگ بہت بے تاب ہیں مولانا شمس سفر روم کیلئے  
 تیار ہو گئے فرنگی زادہ نے مولانا شمس کے ہاتھ پر بیعت کی اور عرض کیا کہ مال و دولت  
 لٹا کر آپ کے ہمراہ جانا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو تم دین حاصل کرو  
 اور دنیا کو اس سے فائدہ پہنچاؤ کہ وہ لڑکا مسلمان ہو گیا اور مولانا شمس کی دعا  
 و برکت لے کر اپنے ملک میں چلا گیا۔

ادھر مولانا شمس کے انتظار میں مولانا روم کو ایک ایک گھڑی شاق گذر رہی  
 تھی موسم ہار میں جبکہ جانور تک مست ہو جاتے ہیں مولانا روم بھی اپنے دوست  
 کی تم نشینی کو تلاش کرتے ہیں لیکن وہ نظر نہیں آتے باغ میں جاتے ہیں تو وہاں  
 بھی جی نہیں بگتا۔ سر و شمشاد و نسرين و گل و غنچہ سب کو اپنی ہی طرح ہمت

لے زر نقد کی تعداد دو ہزار درم تک بیان کی جاتی ہے تحفہ پیام منظوم خطوط تھے جن میں سے  
 دو ایک حالات مولانا روم میں درج کئے جا چکے ہیں۔ مولانا شمس تبریز کے حالات پڑھنے والوں  
 کو مولانا روم کی سوانح عمری بھی ضرور دیکھنی چاہئے۔



انتظار پاتے میں اور اینی اور باغ کی یہ دردناک کیفیت دیکھ کر فرماتے ہیں  
 آمد بہار نادان شوخ گلزار  
 اے چشم و اے چراغ رواں شو بہ سوغ باغ  
 گل از پیکے تقائے تو در گلشن آیدست  
 غنچہ گرہ گرہ شدہ لطف گرہ کشا  
 تجھے کہ مردہ بوگونوں یافت زندگی  
 شاخے کہ سیوہ دارد و مینازد از نشاط  
 آخر چیں شوند و رختان روح نیز

مستیم و عاشقیم نہاریم و متقیار  
 گلزار شادان چمن را در انتظار  
 خار از برائے کف تو گشت خوش عذار  
 از تو شکوفہ گیر و در تو کند نثار  
 را ندیکہ نماگ و اشک کنوں گشت آشکار  
 بیخے کہ تم نہ داشت نخل گشت و شترسار  
 پیدا شود و رخت نکو شاخ بختیار

## مولانا شمس کی قونیہ میں واپسی

آخر مولانا شمس قونیہ میں آئے مولانا روم سے ملے تمام بوگونوں نے قد مبوسی کی۔  
 بے ادبوں نے اپنی حرکات سے توبہ کی اور آئندہ خدمت گزار رہنے کا وعدہ کیا  
 درود یوار سے صدا آنے لگی۔

اے فلک رشک سے نہ جل مرنا۔ پچھڑے ملتے ہیں ایک مدت کے  
 سماع کے جلسے شروع ہوئے اور اس زور شور کے ساتھ کہ درود یوار بے جان  
 و جاندار بے عقل و با عقل انسان و حیوان سب جدائی کیفیتوں کے مزے لینے  
 لگے مولانا روم کی خوشی کی اگر کوئی انتہا نہ تھی تو مولانا شمس بھی فرط مسرت  
 سے اچھلے جاتے تھے مولانا روم نے اس خوشی اور مولانا روم کے خیر مقدم  
 میں بہت سے سی غزلیں لکھیں چند غزلوں کے مختصر ابیات یہاں درج کئے جاتے  
 ہیں۔

شاد آمدی شہا و ملوکا نہ آمدی  
 تا بندہ باش اے خور و پاییدہ اے اسد  
 دریا بجوش از تو کہ صد مثل گوہرے  
 آں کیفیت کو خراب نہ شد از شراب عشق  
 ابن نیم کارہ ماند و دل باز کار شد

اے سر و غیب در چمن ولا نہ زار را  
 در پیشہ جہاں از برائے شکار ما  
 کہسار در خر و ش کہ آں یار عسار ما  
 واں کیفیت کو برہنہ شد در قمار ما  
 کار او کند کہ بہت خداوند گار ما



ماکم واقفین عندالباب  
فادخلوا الدار یا اولی الالباب  
امستہ العشق کلہم آداب  
فحق القلب للشراب کباب

یار آمد به صلح اے اصحاب  
نوبت ہجرت و انتظار گذشت  
اُمرت زہد را ادب صفتی است  
شمس تبریزی جام عشق ازتست

ا لایا این عشاق کان زیبا نگار آمد میان بند عشق عشرت را کہ یار اندر کنار آمد  
نشارت سے پرستار را کہ کار افتاد مستان کہ بزم روح گشت و دید بادہ بے خم را آمد  
مولانا شمس نے ایک دن مدینہ میں جبکہ اکابر شہر اور خدام بھی موجود تھے سلطان  
والا کے متعلق فرمایا کہ میں ان کے حق میں اعتقاد اور ان کی خدمات سے بہت خوش  
ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیش ہیا خزانوں سے دو چیزیں عطا کی ہیں ایک  
انسانی شکل اور دوسرے صوفیانہ مذاق۔ انسان کی بزرگی اُس کے سر سے ہے  
جو عقل اور دماغ کا داؤد مجاہد ہے اس کو میں نے مولانا روم پر نثار کر دیا ہے اور سر  
وے کر ان کی صحبت حاصل کی ہے اور اس پر بھی کتا ہوں بحمد اللہ عجیب  
انسان خریدم۔ صوفیانہ مذاق کی بزرگی اسرار باطنی سے ہے وہ میں نے سلطان  
کو دے اور اسپرتم سب لوگوں کو گواہ کرتا ہوں سلطان ولا اگر ساری عمر  
ریاضت اور مجاہدوں میں بسر کر دیتے تو بھی وہ اسرار و کمالات حاصل نہ کر سکتے  
جو انہیں اس سفر میں حاصل ہوئے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ میں  
دوبارہ یہاں آیا ہوں۔

## مولانا شمس پھر چلے گئے

جن کے دل نور الہی سے محروم ہوتے ہیں اور جن کی آنکھیں دنیا و غیرت و یا اولی  
الانصار کا نظارہ دیکھنے کے ناقابل ہوتی ہیں ان کی سیاہ قلبی اور کور باطنی اپنی  
اندھا و صمد حرکات سے کبھی باز نہیں آتی یہ  
بھپوٹے وہ آنکھ جس سے کہ آنسو گرا نہو صدر چاک ہو وہ دل کہ جو درد آستانہو  
ایسے بدطینت و بدگشت لوگوں پر صانع اور نیک دینیوں کی صحبت بھی اپنا اثر



اثر نہیں کرتی۔ بلکہ خچے بد و طبیعتے کنشت۔ نرود جز بوقت مرگ از دست  
چنانچہ مولانا شمس کی بروقت کی صحبت و ہم کلامی بعض ظاہر ہر پستوں کو پھر ناگوار گزری  
مولانا شمس سب کچھ دیکھتے تھے لیکن مولانا روم کی خاطر کسی مخالف اور سیہ کار کی  
کوئی پرواہ نہ کرتے تھے آخر جب دل کے اندھوں نے چشم بینا کو حسد اور آزار کی  
گرم سلائی سے تنگ کرنا شروع کیا اور جب دامن صبر و تحمل پانہ سے جاتا رہا۔  
تو آپ قونیہ سے پھر غائب ہو گئے۔

مولانا روم تڑپتے تھے اور روتے تھے خدام کو پھر اندیشہ پیدا ہوا کہ خدا سزا  
شدت قراق سے حالت دیگر گوں نہ ہو جائے مولانا روم کی تسلی کیلئے ہر قسم کا سامان  
مہیا کرنا چاہا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے انہوں نے ان ناقدر شناسوں اور بدگوہروں  
کو منہ نہیں لگایا حالت اضطراب میں تلاش یار کے لئے خود نکلے و مشق کے میدانوں  
اور جنگلوں کا پتہ پتہ چھان مارا مگر گل مقصود پانہ نہ آیا اسی حالت میں بہت سی غزلیں  
لکھیں جن میں مولانا شمس کے دوبار افریق کا ذکر تھا غزلوں سے دل بہلائے  
تھے اور انہیں کو مونس ننہانی سمجھتے تھے فرماتے تھے

پر کن آن جام صفرا سا قیا یار و گر  
نیت اندروین و دنیا جز تو ام یار و گر  
کفر داں اندر حقیقت جہل والاندہ طریق  
جز تماشاے جمالش پیشہ و کار و گر  
تا تو آن رخ را نمودی عقل و ایمان محوشد  
ہست مطلق دل را ہر طرف وار و گر  
جز کہ در بغداد کویت برامید و وصل تو  
نیت ہر دم ہیج عاقل جز کہ بیجا و گر

بحن تو نہ باشد یار و یگر  
چو خورشید جالیت روئے بنمود  
ز سہ دریا کہ پر کردے ز گوہر  
کہ ہر گوہر نمود از آوار و یگر  
بیک خانہ دو بیار اند عاشق  
منم بیار و دل ہمیا ر و یگر  
خدا یا ہر دو را ہمیا کر دی  
مرا ماندے و آن بیار و یگر  
خش کن اے زباں چوں مستمع نیت  
مگر و قتی کہ یابی یار و یگر



بگر دال سا قیا آں جام دیگر  
 بجان تو کہ امروزت بہ بینم  
 خلاصم وہ خلاصم وہ خلاصم  
 اگر یک ذرہ رحمت ہست بر من  
 بہ نام غلام ورنو شاں  
 مولانا روم اپنے خادموں عمادین شہزاد اپنے فرزند سلطان دلا کے  
 اصرار سے اپنے سفر سے آخر واپس آتے ہیں مناقب العارفین نفحات الانس  
 اور دیگر کتابوں سے پایا جاتا ہے کہ مولانا شمس پھر قونیہ میں تشریف لائے  
 لیکن اس تشریف آوری کی کیفیت کہیں سے معلوم نہیں ہو سکی دوبارہ ملاقات  
 کے بعد سوائے موت کے مولانا شمس کو کوئی متنفس مولانا روم سے جدا نہیں  
 کر سکا جیسا آگے ذکر ہوگا۔

## مولانا شمس اور شیخ احمد الدین کملانی

شیخ احمد الدین ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں شیخ نجی الدین بن العربی جیسے  
 بگادر و زگار نے اپنی تصنیفات میں ان کا ذکر کیا ہے آپ حقیقت کے شہود میں  
 مظاہر ہی صورتی سے توسل کیا کرتے اور جمال ربی تعالیٰ کو ہر دل پسند شے میں  
 مشاہدہ کیا کرتے تھے انہیں باتوں سے عوام اور بعض خواص بھی آپ سے  
 ناراض تھے ایک دن شیخ شہاب الدین سہروردی کے حضور میں کسی نے آپ کا  
 ذکر کیا شیخ نے فرمایا میرے سلسلے میں احمد الدین کا نام مرت لو وہ کافر و بدعتی ہے  
 احمد الدین کو خبر ہوئی تو اس نے کہا میرے لئے یہ فخر کیا کم ہے کہ میرا نام  
 شیخ کی زبان پر گذرے ہے پھر عربی کا یہ شعر پڑھا ہے

ما ساء فی ذکرک لى بمساءة بل سالی فی خطرک ببالک  
 یعنی تم نے جو مجھے بڑے الفاظ سے یاد کیا ہے میں اس پر ناخوش نہیں بلکہ خوش  
 ہوں کہ یاد تو کیا اور خیال میں تو رکھا، اسی مطلب کو ابومینائی اردو میں اس



طرح ادا کرتے ہیں۔

گو تھر سے وہ دیکھتے ہیں دیکھتے تو ہیں میں شاد ہوں کہ ہوں تو کسی کی نگاہیں  
حالت سماع میں عجب و غریب حرکات کرتے تھے خلیفہ بغداد کو خبر ہوئی اس  
نے ایک مجلس قائم کی اور کہا کہ اگر میری مجلس میں وہ ایسی حرکات کرے تو فوراً  
ہلاک کر دوں گا مجلس جب گرم ہوئی تو ابدال دین نے یہ رباعی پڑھی۔  
سہل است مرا بر سر خنجر بودن دریا کے مراد و دست بر سر خنجر  
تو آمدہ کافرے را بکشی۔ غازی چو توئی رواست کافر بودن  
خلیفہ اور خلیفہ کے بیٹے نے بھری مجلس میں معذرت طلب کی اور مرید نہیں  
داخل ہو گئے مولانا شمس کو سیاحت کا پراشوق تھا جم کر کہیں نہیں ٹھہرتے تھے  
اسی لئے ان کا نام عوام میں شمس پرندہ کے نام سے مشہور تھا آپ ایک مرتبہ  
بغداد میں جاتے تھے وہاں شیخ ابدال دین کرمانی سے ملاقات ہوئی آپ نے پوچھا  
کس حال میں ہو شیخ نے کہا پانچ طہرت میں چاند کا مشاہدہ کر رہا ہوں حضرت  
شمس نے فرمایا اگر گردن میں پھوٹا ہے تو طبیب کے پاس جاؤ اور علاج کراؤ اور  
اگر نہیں ہے تو اے غافل آسمان کی طرف کیوں نہیں دیکھتا جہاں حقیقی اور اصلی  
چاند نظر آ رہا ہے شیخ نے کہا مجھے اپنی خدمت میں کھوا رہا ہے کافور بخشو حضرت شمس  
نے فرمایا اس شرط پر منظور ہے اگر بغداد کے بازاروں میں میرے ساتھ نہ بیٹھ  
ہو کرمانی نے کہا اس سے تو معذور رکھو آپ نے فرمایا اچھا بازار سے میرے  
لئے خرید تو لاؤ گے جواب دیا یہ بھی مشکل ہے پھر فرمایا جو وقت میں بیوٹکا اس  
وقت میرا پاس تو بیٹھ رہو گے کہا یہ بھی نہیں ہو سکتا آپ نے تشریف فرمایا  
اے روباہ صفت مردان خدا کے سامنے سے دور ہو جب تجھ اپنے نفس پر اتنی  
قدرت بھی نہیں کہ اسکو قابو میں رکھ سکے تو میری صحبت کا متحمل تو کس طرح ہو سکیگا  
ناموس دنیا جب تجھ استغدر عزیز ہے تو اس عالم میں آئیے تیرا مطلب کیا ہے۔  
مرید بنانے کا شوق نہیں بلکہ میں کسی پیر کی تلاش میں ہوں جو میری صحبت کے  
لائق ہو کرمانی میرا اس کا پراثر ہوا اور ان کی چشم بصیرت پہلے سے ہی زیادہ کھل گئی  
مولانا روم بھی شیخ کرمانی کے متعلق فرماتے ہیں۔



ایں مشکل کہ سن دار ملے خواجہ کرانم  
 در آتش نشانی ہم شمع و ہم جمع  
 یک لخت پیری شکم یک لخت پیری خاتم  
 ہم نورم و ہم دورم و ہم جمع و پریشانم

## مولانا شمس کی بیوی کیمیا خاتون

مولانا شمس جب مولانا روم کے پاس آئے تو مولانا روم نے اس خیال سے کہ  
 ایک تو وہ خود متاہل زندگی بسر کرتے تھے اور دوسرے اس خیال سے کہ شادی  
 ہو جائے پر مولانا شمس تونیہ سے کہیں یا ہرنہ جا سکیں گے مولانا شمس کو شادی کی  
 خبر نہ تھی۔ پھر بعد ازاں تونیہ کے آگے آئے اور وہ نے اتحاد و یکہ کر اپنی راز

سے جس نام کیمیا تھا مولانا کا عقد مناکحت کر دیا اور اپنے ہی مکان کی چار دیواری  
 میں خاصان کے لئے ایک خیمہ نصب کر دیا مولانا کے بڑے لڑکے کا نام  
 علاؤ الدین چلی تھا ان کو بعض حاسد مریدوں اور خادموں کی صحبت کی وجہ  
 سے مولانا شمس سے بدگمانی پیدا ہو گئی تھی وہ تب مکان میں تھا باہر جاتا تو حضرت

شمس کو چہرے اور رقی کبر نے کے لئے خیمہ سے ہو کر گزرتا مولانا نے علاؤ الدین  
 کو منع کیا اس کا ارادہ چونکہ زار و ہی کا تھا اس لئے وہ باز نہ آیا بلکہ الٹی لوگوں سے  
 اور مولانا روم سے شہادت لے کر آگے لینے آئی گھر والی بن بیٹھی اب ڈرے ہی  
 یہاں چاؤ دے ہیں غیر ہو کر اپنی کو کہتا ہے کہ گھر میں نہ آیا کرو اور آؤ تو آواز  
 دیکر آؤ حاسدوں کو بھی موقع ملا انہوں نے بھی آواز سے کہنے شروع کئے آخر  
 مولانا شمس کو مجبور ہو کر تونیہ سے بھیجیں غائب ہو جانا پڑا۔

مناقب اعراف میں مولانا روم سے روایت ہے کہ کیمیا خاتون مولانا شمس  
 سے کسی بات پر ناراض ہو کر مرام کے باغ میں چلی گئی میں نے سنا تو چند عورتوں  
 کو اس کے منانے اور واپس لانے کے لئے بات میں بھیجا اور خود شمس تبریز کے  
 پاس آیا ابھی مکان اندر داخل نہیں ہوا تھا کہ کیمیا خاتون اور مولانا شمس کی  
 باتوں کی آواز آئی میں حیران تھا کہ یہ معاملہ کیا ہے کیمیا خاتون تو گھر میں موجود  
 ہے کسی نے غلط خبر دی کہ وہ ناراض ہو کر چلی گئی ہے عورتوں کو ناحق اس کی



تلاش کی تکلیف دی گئی مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے انکی ملاقات میں محل ہونا مناسب سمجھا اور واپس آنا چاہاتے میں آواز آئی مولانا اندر آ جاؤ وہاں گیا تو سوائے حضرت شمس کے اور کسی متشفع کا وجود نہ تھا پوچھا کیمیا خاتون کہاں گئی فرمایا وہ تو ناراض ہو کر چلی گئی شاید آپ کی طرف گئی ہو مولانا نے کہا وہ تو ابھی بھی آپ کے پاس بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے استفادہ محبت رکھتا ہے کہ جس صورت میں میں چاہتا ہوں وہ مجھ کو اپنا جلوہ دکھا دیتا ہے کسی خاص حیرت انگیز اپنے آپ کو محدود نہیں رکھتا ہے طور پر حضرت موسیٰ کو نظر آیا تھا۔  
اس وقت میں نے کیمیا خاتون کی شکل میں انوار تجلی کی درخواست کی تھی جو مقبول ہو گئی نہ کہ یہ ہے کہ کیمیا خاتون ایک دن حضرت شمس کی اجازت کے بغیر مکالمے باہر گئیں حضرت شمس کو معلوم ہوا تو ناراضگی ظاہر فرمائی جب کیمیا خاتون واپس آئی تو اس قہر و غضب کی نظر سے اسے دیکھا کہ وہ بیمار ہو گئی اور آخر تیسرے دن انتقال کر گئی مناقب العارفین میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ سیدنا سیدنا حضرت کو ہوا ہے۔  
پوری سے چالیسویں کے بعد جماد الثانی ۱۰۸۷ھ میں واقعہ سیدنا سیدنا حضرت کو ہوا ہے۔

شہر دو سماع اور سماع کلی مجلسیں

بہانہ رو کے زیبا است آواز خوش کہ اس حفظ نفس است و اس قوت روح  
مولانا شمس کی تمام زندگی چونکہ راگ و رقص اور سماع و وجد میں گزری ہے اور انہیں  
کے طفیل مولانا روم اپنی زندگی کا آخری حصہ اسی کی نذر کر چکے ہیں اور اس  
حصہ کو اپنی زندگی کے بہترین ایام میں شمار کرتے ہیں اسلئے سرود و سماع کے  
شعوق و انقبیل سے بحث کی جاتی ہے جس سے معلوم ہو گا کہ ایسے ایسے یکتائے  
زمانہ عالم و فاضل و رفعا کے مقبول بندے اس کھیل میں کیوں مصروف ہو گئے  
تمام دنیا جانتی ہے کہ قوت باصرہ کو سبزہ آب رواں خوبصورت شکلوں عمدہ  
نقش و نگار اور تصویروں اور ایسی ہی اور دلکش چیزوں کو دیکھ کر لذت خاص  
ہوتی ہے قوت شامہ کو خوشبو سے لذت اور بدبو سے نفرت پیدا ہوتی ہے قوت والذق



کو لذت اور مٹھی چیزیں بھی معلوم ہوتی ہیں اور برخلاف ان کے تلخ اور بد مزہ بری معلوم ہوتی ہیں قوت لامسہ کو نرمی سچکنا ہٹ اور ہمواری بھلی اور درشتی دنا ہمواری بری معلوم ہوتی ہے یہی حال قوت سامعہ کا ہے اسکو بعض آوازیں جیسے بلبلوں کے چھی باجوں کی آوازیں نہایت دل فریب معلوم ہوتی ہیں بعض آوازیں کہ یہ معلوم ہوتی ہیں جیسی گدھے کی آواز اور کسی کریمہ صورت کی صدائے بے ہنگم خوش آوازی کے ساتھ موزونی اور لازی ہے بغیر اسکے خوش آوازی عضو معطل ہے موزونی آواز کے تین مخارج ہیں ایک جو جادو سے نکلیں جیسے ستار بانسی اور دھولکی کی آواز اور لکڑی کی گتیں سودو پیری قسم وہ ہے جو انسان کے گلے سے نکلے جیسے کہ شعرا شعاع موزونی کے ساتھ ادا کئے جائیں تیسرے وہ جو حیوانوں اور جانوروں سے ظاہر ہو جیسے ببل جو سبزہ و گل پہا اور قمری سپر وغیرہ سرائی کرتی ہے اور ایسے ہی اور خوش الحان و نغمہ خواں جانور جو ہر صبح کو باغوں پہاڑوں جنگلوں میدانوں اور سبزہ زاروں میں اللہ تعالیٰ کی حمد کے گیت گایا کرتے ہیں اپنی خوش آوازی سے دل پر ایک خاص اثر پیدا کرتے ہیں غرامیہ کو آوازوں کے مشابہ رکھ کر بجا دیا گیا ہے جتنی چیزیں کار بیکران مجاز نے ایجاد کی ہیں کوئی نہیں جو عصا یا جادو کی مخلوق میں موجود نہ ہو اللہ جمیل کو جس طرح جمال پسند ہی اسی طرح آواز بھی مرغ و چوہ کی زمرہ خوانی کے لئے اس نے جانوروں میں بھی اس مادہ کو پیدا کر دیا ہے اسی خیال اور اسی نظیر اور نمونہ کو پیش رکھ کر کاریگروں نے خالق کا اقتدار کیا ہے اور اس آواز موزوں کا نام راگ رکھا جسکو غذائے روح کہتے ہیں۔

جس طرح لوہے اور پتھر میں آگ ہوتی ہے لیکن نظر نہیں آتی یا جس طرح زمیں کے نیچے پانی اور پانی کے نیچے پھر زمیں ہوتی ہے لیکن نظروں سے پوشیدہ ہے اسی طرح دلوں کے اندر باطن کے اسرار پوشیدہ ہیں جس طرح پتھر اور لوہے کی آگ ایک دوسرے کو رگڑنے کے بغیر نہیں نکلتی اور زمین کے نیچے پانی بغیر محنت کے دستیاب نہیں ہوتا اسی طرح باطنی اسرار بھی جب تک چنا کوئی ذریعہ تلاش کر لیں ظاہر نہیں ہوتے اور واقف کاروں کا قول ہے



کہ اس کے اظہار کی تدبیر بغیر راگ کے اور کوئی نہیں ہے یہ ہی یاد رکھنا چاہئے  
 کہ لذیذ اور موزوں نغموں سے دلی میں کوئی نئی چیز پیدا نہیں ہوتی بلکہ دل میں  
 جو کچھ پہلے سے موجود ہوتا ہے اسی کو ابھارتے اور ظاہر کرتے ہیں دل کی  
 مثال ایک برتن کی طرح ہے جب چھلکاؤ گے تو وہی نکلیگا جو اُس میں موجود  
 ہوگا اسی طرح راگ بھی دلوں کا امتحان لینے میں ایک عجیب کسوٹی ہے جہاں  
 کھوٹے کھرے کی پہچان نہایت صفائی سے ہو جاتی ہے راگ سے جب دل  
 کو حرکت ہوگی تو اُس سے وہی باتیں ظاہر ہونگی جو اُس پر غالب ہیں اور جو ہمیشہ  
 اسکے اندر رہتی ہیں اُس کا درمطلق لئے موزوں نغموں اور روحوں کے درمیان  
 مناسبت رکھی ہے جو عجیب تاثیر رکھتی ہے بعض نغموں سے سرور ہوتا ہی بعض  
 سے غم و اہم کی کیفیت طاری ہوتی ہے کسی سے نیند آتی ہے کوئی ہنسی کا باعث  
 ہے کسی میں اس بلا کا اثر ہوتا ہے کہ وہ اپنی موزونیت کے زور سے ہاتھ  
 پاؤں اور سر میں ایک قسم کی حرکت پیدا کر دیتا ہے جس سے آدمی بخود ہو جاتا ہے  
 بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اکثر ایسے لوگوں کو بھی وحسد کی حالت میں  
 دیکھا گیا ہے جو شعر کا مطلب بھی نہیں سمجھ سکتے اور محض دیکھا دیکھی بناوٹ  
 کے طور پر ہاتھ پاؤں میں حرکتیں پیدا کر لیتے ہیں یہ اعتراض ایک حد تک  
 درست ہے بہت سے ایسے بدنام کتہہ نمائندے چند لوگ ہیں حوالہ اللہ کے  
 لغزروں سے زمین آسمان سریر اٹھا لیتے ہیں لیکن آداب سماع اور تمیز سخن فہمی  
 سے مطلق نا آشنا ہوتے ہیں لیکن یہ بات فراموش نہ کرنی چاہئے کہ یہ فردی نہیں  
 ہے کہ جو چیز گائی جائے وہ ضرور ہی سمجھ میں آنے کے بعد پھر ضرور کی حالت  
 پیدا ہو چننے عمر کا انسان خواہ وہ ان پڑھ ہی ہو پھر بھی کچھ نہ کچھ تمیز رکھتا ہے  
 معصوم ننھے بچوں کی طرف دیکھو کہ ماں کی بے معنی لوری سنکر ہونا چٹوڑ دیتے  
 خاموشی اختیار کر لیتے بلکہ مسرت ہو کر حالت غنودگی میں آجاتے ہیں اونٹ باوجود  
 غبی ہونے کے حدی سے ایسا اثر پاتا ہے کہ اسکی آواز پر مسرت ہو کر بھاری  
 بھاری بلو جہہ کو اڑاتے لئے جاتا ہے جہاں حدی کی آواز سننا ہے مستی  
 کے عالم میں آجاتا ہے سامنے کیسا ظالم جا نور ہے اس سے بڑھکر انسان کا



دشمن اور کون ہو سکتا ہے لیکن بین کی تہواز سنتے ہی اسکی عداوت و شقاق و ت  
کارا لٹا کر ہرن ہو جاتا ہے سانپ اور اونٹ اور موصوم بچوں کو اشعار اور ان  
کے مطالب و معنی کی کیا سمجھ ہے صرف خوش الحانی ان کو جست گردیتی ہے راگ کا  
اثر روحانیت اور دل سے ہے جس شخص کے دل و روح کو لہجہ داؤدی سنکر  
بھی اثر اور حرکت نہ ہو وہ اونٹوں اور سانپوں سے بھی کثیف تر ہے

کلمات متفقے اور موزوں اور شعر اشعار کا گانا پانچ موقعوں پر خاص غرضوں کے لئے  
ہے اول عبادت میں جیسا کہ مندروں اور مسجدوں اور گرجاؤں میں دیکھتے ہو بھجن  
اور مولود اور خدا کی ستائش کے گیت دل پر خاص اثر پیدا کرتے ہیں ہمارے مسیحوں  
سے تعلق ہے اگر امام خوش آواز اور موزوں خوش الحان ہو اور مولود خواں و دلکشی۔

موزونیت اپنے اندر رکھتا ہو تو کون مسلمان ہے جسپرستی اور کیف کا عالم طاری نہ ہو  
جلے عوام میدان جنگ میں سپاہیوں کو شجاعت اور دلیری پر آمادہ کرتا ہے اگر  
فوجی باجہ میں ہی ہر گز دلکش سروں کے ساتھ ادا نہ کیا جائے تو فوجی آدمیوں  
کے سخت دلوں کو کون نرم کر سکے یہ خوش آوازی جوش جوانی پیدا کرتی اور رٹوں  
میں سرور پیدا کرتی ہے سوم اظہار غم کے لئے توجہ کی آواز جیسے محرم میں مرتضیٰ  
سنھتے ہو۔ اور مرتبہ خوانوں کی خوش آوازی سے کلیہ یکڑ کر رہ جاتے ہو۔

چہارم خوشی کی حالت میں سرور پیدا کرنے کے لئے جسے شادی بیاہو منیہ تاج  
خجرا کے دیکھتے سے دل کو انبساط اور سرور پیدا ہوتا ہے پیچ غرسوں اور صوفیوں کی محفل  
میں جس سے عاشقان الہی کا شوق دوبالا ہو جاتا ہے ان کا نفس تسکین پاتا ہے  
دل کو مضبوط اور عشق کو پختہ کرتا ہے یہ راگ باران مجلس کے لئے چغاق کا کام دیتا  
ہے جس سے ان کی آتش شوق مشتعل ہوتی ہے یہ آگ اپنی گرمی وحدت سے ان  
کے دلوں کو گداز کرتی ہے جس سے وہ وجد میں آ جاتے ہیں۔

راگ میں فی نفسہ کوئی برا ٹی نہیں جیسے علم بذاتہ ایک نعمت ہے لیکن اس کا  
استعمال اگر برے طریقہ پر کیا جائے تو مضرت رساں بھی پڑے درجہ کا ہے  
یہی حال راگ کے برے استعمال کا ہے بعض حالتوں میں تباہ کن ثابت  
ہوا ہے اور خصوصاً جس وجہ سے یہ آجکل راگ گلنے والی قریباً تمام بدکار



عورتیں ہیں ان کی خوش آوازی خوبصورتی پھر حسن فردشی یہ سب باتیں فسق و فجور کی متحرک ہوتی ہیں بیان وصل کے معنی واصل بحق نہیں ہیں بلکہ اجسام ظاہری کے ملنے کے ہیں ایسے راگ سے اجتناب لازمی ہے اس کے علاوہ جو اشعار عام طور پر گائے جاتے ہیں ان میں قوا حشرات و ہیودگی کا مادہ زیادہ ہوتا ہے معشوق کے خط و خال چشم و گوش اور سراپا وغیرہ کی تعریف ہوتی ہے سننے والے اپنے اپنے مطلب کی موافق معنی نکال لیتے ہیں اور افسوس ہے کہ عام طور پر نہایت بُرے معنی لگائے جاتے ہیں وہ دل جبر عشق آتی غالب ہو گا وہ زلفوں کی سیاہی کو تاریکی سے نسبت دیگا رقیب کو علابی و مینا سمجھیں گا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وصال و انہی میں خلل انداز ہوتے ہیں اگر سننے والے کے دل میں خرابی ہو یعنی وہ مائل فسق و فجور ہو تو وہ ان الفاظ کے ایسے معنی کرے گا جس سے اُس کی بدی کو خیش ہو اور جو اُس کو شرم میں ڈال دے جب راگ سے مقصود لہو و لعب کی ترقی کے بجائے اطمینان قلب سرور و انہی اور علاج رنج و تکان ہو تو اس کا سن لینا چنانچہ خطرناک نہیں ہے لیکن سننے والا اہل دل ہو شریعت و طریقت کو خوب سمجھتا ہو اور آداب سماع سے واقف ہو۔

راگ آواز موزوں کا نام ہے اور نایح اعضا کی حرکات موزوں کو کہتے ہیں نایح اور راگ کے سننے والوں کے حالات و درجات مختلف ہیں بعض تو ایسے ہیں جو بجز خوش آوازی کے سماع کی کیفیت و لذت سے مطلق لاعلم ہوتے ہیں یہ لوگ اونٹوں اور جانوروں کی طرح ہیں جو معانی و مطالب کے سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں بعض ایسے ہیں جو سنتے تو سمجھ کے ساتھ ہیں مطلب بھی سمجھ لیتے ہیں لیکن نفس مضمون کو کسی خاص شخص یا کسی خاص چیز پر ڈال لیتے ہیں اور اُس سے آگے نہیں بڑھتے ان لوگوں کا شمار نفس کے بندوں اور شہوت پرستوں میں ہے کہ جو کچھ سنتے ہیں اس کو بُری طرف لے جاتے ہیں بعض ایسے ہیں جو شعر کے ہر لفظ کو اللہ تعالیٰ کے معانی میں بجاتے ہیں اور مجاز سے حقیقت اور حقائق سے آگے پیدا کرتے ہیں نفس اتارہ کی تھرا تھرا توں کو جلا دیتے ہیں اور دل سے رنگ کدورت دور کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں



آج آلائشوں سے صاف کیا ہے دل کو آج ہم بھولوں سے کانٹوں کو ٹہا دیتے ہیں  
 راگ اگر اچھی طرح سُنا جائے تو اس سے دل کی حالت بدل جاتی ہے صفائی اور تقویت  
 پیدا ہوتی ہے کہ روت و رو ہو جاتی ہے سماع دل کو عالم روحانی کی طرف لیجاتے کا  
 ایک سچا رہنما ہے جن لوگوں پر دنیا کی خواہشیں غالب نہوں جو نفسِ امارہ کو  
 قابو میں رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں جو عشقِ الہی میں لذتِ خاص حاصل کرنا چاہتے  
 ہوں اُن کیلئے سماع و سرودِ حلال جائز ہے جو لوگ نفسِ امارہ کے مطیع ہوں  
 وہ اگر سنیں گے تو نقصان اٹھائیں گے جیسا کہ آج تک ہزاروں اور لاکھوں  
 اٹھا چکے ہیں۔

ایک دن مولانا شمس نے سماع کے متعلق فرمایا مردانِ خدا سماع زیادہ کرتے ہیں اور  
 اسی جوش میں عالمِ ہستی سے باہر نکل جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے  
 اُن پر کھل جاتے ہیں ایک سماعِ حرام ہے بلکہ کفر ہے اُسکی کیفیت یہ ہے کہ جو لوگ  
 سمجھتے ہوں اور پھر ہاتھ پاؤں کو سماع میں جنبش نہ دیں اور حال نہ پیدا کریں وہ  
 بہشت کی نعمتوں محروم رہیں گے ایک سماعِ مباح ہے وہ اہل ریاضت اور صاحبانِ  
 زہد کا حصہ ہے اُن کو حالتِ سماع میں رقت پیدا ہوتی ہے آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے  
 ہیں اور دل میں ایک تڑپ اُٹھتی ہے ۵

دل میں اک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھڑکے ۶ بیٹھے بیٹھے ہیں کیا جانے کیا یاد آ یا  
 ایک سماعِ نمازِ روزہ کی طرح عین فرض ہے جس طرح تقاضے زندگی کیلئے بقدرِ ضرورت  
 بقدرِ لازمی ہے اسی طرح اہل حال کو مدارِ حیات کی خاطر سماع کی ضرورت ہے جو لوگ  
 سماعِ کُسنے کے قائل ہیں خواہ وہ آپس میں کتنے ہی فاضلہ پر کیوں نہوں ایک دوسرے  
 کے حال سے باخبر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں ۷ آتے ہیں وجد میں ہم سن سن کے حال تیرا  
 مولانا فرماتے ہیں ربُّ مشربِ عشق اور مولانا صاحب ہے چنانچہ مولانا روم کی  
 زبان سے ارشاد ہوتا ہے ۵

ربابِ مشربِ عشق است مولانا صاحب کہ ابرارِ عرباں نامِ کردہ اندر باب  
 چنانکہ ابرہہ سقائے گل است دروہن رباب قوتِ ضمیر است و ساقیِ الباب  
 در آتشے بسے شعلہا بر افروز و بجز غبارِ چہ خیزد چو درد سے بہ تراب



ر باب طبل نیاز است سوئے شہ بازاں بہ طبل بازنیاغیر سوئے شاہ غراب  
مجلس سماع گرم ہے یاران محفل دار حقیقی سے نور گاہ کے شمع سرود پر پروانہ وار  
جل رہے اور اس غزل کا تکرار زرد و شور سے ہو رہا ہے ۵

مطرب عاشقان بہ جنبان تار  
مطربا چوں رسی بشیر و دم  
مطربا زخم ہائے دل سے میں  
مطربا نام آں رفیق مگو  
مطربا عفو گن مناقضہ را  
بادا و کن حدیث ماکم گو

سماع کی تعریف کیلئے مولانا روم کو ارشاد ہوتا ہے مولانا روم الفاظ اور معانی  
مولانا شمس سے مانگ کر موزونئے کلام کے حوالے کرتے ہیں موزونیت قلم کو  
ایما کرتی ہے قلم "بیان سماع" اس طرح زیب قرطاس کرتا ہے ۵

بیاکہ توئی جانِ جانِ سماع  
بیاکہ چوں تو نبود دست و ہم نباشد نیز  
بیاکہ چشمہ خورشید زیر سایہ نیست  
اگر حیر بام بلند است بام مقم جبرج  
سماع شکر تو گوید بعد زبان فصیح  
سماع بندہ وقت تو باشد اے ہتر  
بروں زہر و جہاں آچو در سماع آئی  
اللہ اکبر جس جوش و خروش میں پھر ارشاد ہوتا ہے ۵

بیاکہ تو گل سرخی ز گلستان سماع  
بیاکہ ماہ تلمے در اختران سماع  
نہر ار شمع منور بہ خاندان سماع  
بیاکہ معجزہ خاص تست شان سماع  
بیاکہ چوں تو زرے را ندیدگان سماع



یہ کہ رونق بازار عشق از لب تست کہ شاہد سیت نہانی درین دکان سماع  
بیارقد معانی ز شمس تبریزی کہ باز ماند ز عشق لبش دکان سماع

## مولانا شمس کے اخلاق و عادات

خدا کے پاک اور مقبول بندے خوراک اس لئے نہیں کھاتے کہ حفظ نفس حاصل کریں اور پیٹ بھریں بلکہ اُن کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زندگی کا قیام بغیر خوراک کے ناممکن ہے اسلئے بقدر ضرورت کھا لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ تمام اولیائے کرام اور صالحین ہمیشہ کم اور تھوڑا کھانے کی ہدایات کرتے آئے ہیں تاکہ نفس کو تنبیہ رہے اور خدا نخواستہ اگر کبھی کوئی مصیبت پڑ جائے اور کھانا نہ ملے یا تنگ دستی ہو تو ایسے حالات میں صبر و توکل کا دامن ہاتھ سے نہ جانے پائے اور روح اور نفس کو خوراک کے نہ ملنے سے غیر معمولی تکلیف نہ ہو۔

مولانا شمس کے متعلق ذکر ہے کہ آپ بازار سے ایک وٹی لاتے اور پانی میں ترکر کے اسے کھایا کرتے تھے دکاندار آپ کی اس حالت سے واقف ہو گیا جب مولانا شمس ایک دن اس سے روٹی لینے گئے تو اس نے گھی سے چڑدی مولانا شمس نے اس کے بعد اسکی دکان سے روٹی لینا ترک کر دیا عالم شباب میں آپ نفس پر بہت غالب تھے۔ کئی کئی دنوں کے بعد کھانا کھایا کرتے تھے اس زمانہ میں جبکہ دن میں تین تین چار چار مرتبہ مرغین و مقوی اور نمکین و شیرین کھانے کھائے جاتے ہیں اس بات پر کون اعتبار کریگا کہ زمانہ سلف میں صوفیاں با صفا اور حضرات اہل دل کئی کئی چپے صرف پانی کے ایک ٹکے اور جو کی چند روٹیوں کے ساتھ بسر کیا کرتے تھے بلکہ بعض بزرگ بغیر آب و خور ہی چلہ کاٹا کرتے تھے یہی حال مولانا شمس کا تھا ایام جوانی میں بہت کم ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ ہفتہ میں دو تین دن متواتر کھانا کھائیں اکثر دفعہ دس دس اور پندرہ پندرہ دن کے بعد کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور چونکہ سفر کے عادی اور سیاحت و سیر کے شوقین تھے اور بعض دفعہ ایسے مقامات میں بھی جانا نکلتے تھے جہاں آبادی کا



نام و نشان نہوتا تھا اس لئے کم خوری کی عادت نے ان کو کوئی غیر معمولی تکلیف بھی نہیں ہونے دی مولانا شمس یا کھڑے رہا کرتے تھے یا پھر اکرتے تھے آپ کو بیٹھنے کی بہت کم عادت تھی۔

منقول ہے کہ کسی امیر کا ایک لڑکا نہایت کند ذہن اور غبی تھا سب لوگ اُس کے پڑھانے سے عاجز تھے آخر وہ لڑکا مولانا شمس کے سپرد کیا گیا آپ نے ہر روز ایک پارہ کے حساب سے ایک مہینے میں قرآن شریف اُسے حفظ کرا دیا جب آپ کی شہرت ہونے لگی تو آپ اُس مقام سے کسی دوسری جگہ چلے گئے لیکن وہاں بھی کوئی نہ کوئی ایسی بات آپ سے ظاہر ہو جاتی جس سے لوگ گردیدہ ہو جاتے اور آپ مبہم مذاق کے آگے آگے دماغ پیچھے پیچھے رسوائی ہوئی قریباً ساری عمر اسی طرح گشت کرتے رہے لیکن ۱۵

عشق بونے مشک دارد زان سبب و نشود چارہ نبود عشق را ہم عاقبت رسوا شود آپ جب کسی پر ناراض ہوتے تو فرمایا کرتے اتنی اس کی عمر دراز کر اور اسے بہت سی دولت دے باریک بین نگاہوں سے منجھی نہیں ہے کہ ان الفاظ میں کس قدر اسرار و رموز پوشیدہ ہیں اور دولت اور عمر کی زیادتی انسان کے دین اور بعض وقت اس کی دنیا کو بھی تباہ کرنے کیلئے کیسا بڑا اثر رکھتی ہے یہ تھوڑی بات ہے کہ دولت کی زیادتی خدا کی یاد سے غافل کر دے گی انسان کو نیت کی طرف مائل ہو جائیگا اور دیارِ عم بھی باعث رنج و الم ہے دنیا کے انقلابات ہزار با قسم کے عبرت انگیز نظارے اولاد کے مرنے کا غم دیگر مالی و جسمانی مصائب غرض آپ کی ناراضگی کا اظہار عجیب حکمت پر مبنی ہے جیسا کہ ایک اردو کا شاعر کہتا ہے ۱۵

جو ہیں ناشاد و رکتا ہے وہ یارب شاد ہو جس لئے اس دل کو اجاڑا اسکا گھر آباد ہو مولانا روم کے صاحبزادہ حضرت سلطان دلا سے روایت ہے کہ ایک فقہ والد صاحب نے مولانا شمس کے درجات و مقامات عالی کثرت سے بیان کئے ہیں مولانا شمس کی خدمت میں گیا اور معمول سے بڑھ کر تعظیم و تکریم کی مولانا شمس نے فرمایا آج غیر معمولی تعظیم تکلف کیوں ہے میں نے عرض کیا آج والد نے آپ کے مرتبہ مضامین بیان کئے جن سے آج تک میرے خیر تھا فرمایا تمہارے بارے میں



دریائے عظمت کے ایک قطرہ کے برابر بھی نہیں بلکہ مجھے ہزاروں شمس لدین مولانا روم کی آفتاب عظمت کے سامنے ایک ذرہ سے بھی کمتر ہیں۔

تم نے دیا فروغ تو ہے داغ آفتاب ذرہ بھی ورنہ اسکی حقیقت سے کم نہیں غرض طبیعت میں عجب یکساں تھا دشمن کی بدی اور بے فانی سے ہمیشہ درگزر کرتے تھے ایک دفعہ ارشاد فرمایا اگر کسی شخص نے محض خدا کیلئے ہمارے ساتھ وفا کی ہو پھر وہ اگر سینکڑوں اور ہزاروں حقائق کرے تو ہم پر کوئی اثر نہیں ہوگا کیونکہ جسکو وفا کے محبت ہے وہ حقا کی طرف توجہ نہیں کرتا۔

روایت ہے کہ مولانا شمس کو تسخیر قلوب اور تسخیر اسمہ میں نہایت کمال تھا یا ضی الہیات حکمت۔ بخوم منطق و غیرہ پر بھی انہیں عبور تھا۔ لیکن جب سر باطنی آیت پر ظاہر ہے تو علم ظاہری سے کنارہ کشی اختیار کر کے علم توحید و معرفت میں مستغرق ہو گئے۔

## مولانا شمس تبریزی کا قتل

جون جون مولانا شمس تبریز اور مولانا روم کی محبت و عقیدت باہمی ترقی پذیر ہوتی تھی حاسدوں اور دراندازوں کی شقاوت قلبی اور آتش بغض و عداوت بھی بڑھتی جاتی تھی مولانا شمس تنگ ہو کر کئی دفعہ قونیہ سے چلے گئے لیکن مولانا روم ان کا بیچا نہ چھوڑتے تھے اور جیتے جی اس درمقصود کو ہاتھ سے نہ جانے دینے تھے غرض کسی نہ کسی طرح اسکو واپس بلا لیتے تھے مولانا روم چونکہ مولانا شمس کے قدردان مجرم راز اور ان کے رتبہ شناس نہ تھے اس لئے حضرت شمس کو بھی ان کی مفارقت نہایت شاق گذرتی تھی آخر چند بد باطن لوگوں نے آپس میں صلاح کی کہ جب سمجھی ہم مولانا شمس کو دق کرتے ہیں تو وہ چلے جاتے ہیں اور مولانا روم پھر واپس بلا لیتے ہیں اب کوئی ایسی تدبیر کی جائے کہ مولانا شمس کا قصہ ہمیشہ کیلئے پاک کر دیا جائے تاکہ مولانا کو بھیرا نہ ملے اور خلوت میں کئی کئی دن گزرنے اور ہم سے الگ رہنے کا موقع ہی نہ مل سکے جب ان ناحق شناسوں اور نا خدا ترسوں نے مولانا شمس کو شہید کرنے کے قول و قرار کر لئے تو ایک رات جبکہ مولانا روم اور مولانا شمس خلوت میں بیٹھے تھے ان کے قتل کے لئے گھات لگا کر بڑھ گئے نفحات الانس میں تحریر ہے کہ



سات شخص ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور انہیں میں مولانا روم کا بڑا  
فرزند علاؤ الدین محمد تھا ایک شخص آگے بڑھ کر حجرہ کی طرف روانہ ہوا اور مولانا شمس  
ہاتھ کے اشارہ سے کہا کہ ذرا باہر آئیے مولانا شمس نے مولانا روم سے فرمایا کہ  
آج وعدہ وفا ہوتا ہے اور سر قہار سے قہر مونیہ نثار ہوتا ہے نقیحات الانس اور  
مناقب عارفین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ مولانا روم نے جب یہ الفاظ سنے تو دیر  
تک خاموش رہے پھر فرمایا "واللہ الخلق والامرتبارک اللہ رب العالمین" یعنی اسی  
کے لئے خلق اور امر ہے وہ اللہ تمام جہانوں کا رب ہے پھر فرمایا جاؤ اللہ تعالیٰ  
کا حکم زبردست ہے وہاں مجال و مہل نہیں ہے مولانا شمس حجرہ سے باہر  
نکلے بے رحم و سفاک قاتل ایک دم چھڑیاں لیکر ٹوٹ پڑے مولانا شمس نے ایک  
نعرہ مارا جسکے رعب اور حسی ہدیت سے سب قاتل بیہوش ہو کر گر پڑے تھوڑی  
کے بعد جب بیہوش آیا تو دیکھا کہ خون کے چند قطروں کے سوا اور کچھ نہیں ہے  
خود ہمارے بد دیگر اور اس عید .. چون پری از آدمی شد تا پدید  
چوں زبیش خویش و خلقان دو رشد .. بچو عتقاد در جہان مشہور شد  
مناقب عارفین میں تحریر ہے کہ مولانا شمس تبریز کے قتل کا واقعہ جہڑات کو  
بحر ہی میں پیش آیا۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ مولانا شمس نعرہ مار کر غائب ہو گئے بعض کہتے ہیں مولانا  
روم کے والد بہاؤ الدین کے مزار کے پاس کہیں دفن ہیں مولانا شمس الدین افلاکی  
اپنی کتاب مناقب عارفین میں اپنے پیر و مرشد حضرت عارف چلی روم مولانا روم کے  
پوتے سے روایت کرتے ہیں کہ مولانا شمس کو سیاہ دل قاتلون نے قتل کر کے  
کہیں دفن کر دیا ایک رات آپ حضرت سلطان ولا کے خواب میں آئے فرمایا میں فلان  
جگہ سورما ہوں سلطان ولا پند خدام میرا دیکھ کر وہی رات کے وقت مقام معلوم  
پر گئے وہاں سے انش کو نکالا اور خوشبو اور عطر وغیرہ لگا کر مدرسہ کے بانی  
امیر بداندین کے پہلو میں دفن کر دیتے ہیں مولانا روم کو مولانا شمس کے قتل کی خبر  
ہوتی فرمایا وہ تو عرصہ سے اپنے سر کو مجھ پر تصدق کر چکے تھے وہ اپنے وعدہ پر قائم  
تھے خدائی کار قاتلوں میں کسی کو کیا دخل ہے لیکن باوجود اس کے مولانا شمس کے



غم و فراق میں ہمیشہ نالہ کنان رہتے تھے جیسا کہ آگے ذکر آئیگا۔

## مولانا شمس کے قاتلوں کا انجام

قاتلوں کا انجام نہایت دردناک ہوا چند ہی دنوں میں سب کی صفائی ہو گئی بعض قاتلوں اور تنگدستی کے ہاتھوں اس قدر مجبور ہو گئے کہ کئی کئی دن فلتے آنے لگے اور آخر ترط پ ترط پا کر مر گئے چند ایک اپنے مکانوں کی چھتوں سے گر کر ہلاک ہو گئے بعض کے چہرے بدل گئے مولانا روم کے بڑے بیٹے علاؤ الدین محمد بھی بد صحبتوں میں بھج کر اپنی عاقبت خراب کر بیٹھے اور بالکل پسر فوج کے مصداق ہو گئے رہے پسر فوج بابت اس کا کثشت خاندان بنو تش گم شد ذکر ہے کہ علاؤ الدین اپنے فعل ناروا کے بعد تپ محرقہ میں گرفتار ہو گیا اور تھوڑے ہی دنوں کی بیماری کے بعد مر گیا جب اس کا انتقال ہوا تو مولانا روم گھر سے باہر چلے گئے اور جب تک اس کو دفن نہ کر لیا گیا واپس نہ آئے مولانا اپنے بیٹے کے کفن و دفن اور جنازہ کسی میں بھی شریک نہیں ہوئے بلکہ کتابوں میں مذکور ہے کہ علاؤ الدین کی اس حرکت پر وہ ہمیشہ شرمندگی اور ندامت ظاہر کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میں کس منہ سے مولانا شمس کے روبرو جاؤں گا۔

## مولانا شمس تبریز کا ماتم

مولانا شمس کے چیلم کے بعد مولانا روم نے اظہار ماتم کیلئے سفید گٹیری باندھنی ترک کر دی عبا میں بھی تبدیلی پیدا کر لی اور مرتے دم تک یہی لباس رکھا مولانا روم اور مولانا شمس یک جان دو قالب تھے نامکن تھا کہ مولانا شمس کا فراق مولانا روم کو بیتاب و بقیار نہ کرتا ذکر ہے کہ مولانا دیوانہ وار مدرسہ کے حن میں پھر آرتے اور یہ رباعیاں اکثر پڑھا کرتے تھے

کہ گفت کہ آن زندہ جاوید بمرد  
کہ گفت کہ آفتاب امید بمرد  
آن دشمن خورشید بر آید بر بام  
دو چشم بہ لبنت و گفت خوشی بمرد  
و یگی



از عشق تو ہر طرف کے شب خیزی  
نقاش ازل نقش کند ہر طرفی

شب گشتہ ز زلفین تو تبریزی  
از بہر قرار در دل تبریزی

دیگر

کہ گفت کہ روح عشق انگیزہ برود  
انکس کہ چو ابلیس در استیز برود  
ایک غزل میں فرماتے ہیں :-

جبریل امیں ز خنجر تبریزی  
او پندارو کہ شمس تبریزی

عزم رفتن کردہ اسے جان شیریں یادوار  
بزمین و چرخ روید مترایان صدق  
ہر سفر تو قرص سر اور سفر بالین کنی  
یہ جو فرما داز فراق کوہ ہجران میکنم  
شمس تبریزی ازاں روزیکہ دیدم رشتے تو  
دل کی تڑپ کلجے میں درو پیدا کرتی ہے  
فغان نکلتی ہے۔ فرماتے ہیں :-

کردہ اس پر سفر را ر غم من زیں یادوار  
ایک غم سے کردہ ہمایار پیشیں یادوار  
در فراق من ہم از خشت بالیں یادوار  
اسے ترا خسر و غلام و راہ شیریں یادوار  
دیں بداد و پیش رویت مخرویں یادوار  
او فراق یار میں ایک دل دھلا دینے والی

فغان فغان کہ بہ بستی آن نگار بار سفر  
دلیک عادت خورشید و سفر باشد  
مراسمت جان مسافر در آب و من مرکب  
رو بہ لب لب این جو سے تالاب دریا  
بہ پیش آئینہ منگر کہ از سفر آمد  
سفر سفر کہ چنان یار غار در سفر است  
ہمیشہ چشم کشایم چو غنچہ بر سر راہ  
چو شمس مختر تبریزی در سفر افتاد  
اپنے گم گشتہ دوست کی تلاش کرتے ہیں۔ لیکن ساکنانِ عدم کا پتہ اہل زمین سے  
کس طرح مل سکے اپنی اس بالوسی دنیا کا ای کو مندرجہ ذیل پر سوزا شعاریں ظاہر  
کرتے ہیں :-

فغان کہ بندہ مرا اورا بنو دیار سفر  
کہ تاز گردش شاں راست گشت کار سفر  
روانہ جانب دریا کہ شد مدار سفر  
وے کہ داد و دین کار ما قرار سفر  
صفا نگر تو بردیش ازیں غبار سفر  
تو بخت بخت سفر داں و کار کار سفر  
چو سرور روح روانست و بہمار سفر  
چو ملکوت کہ نگردا در و دار سفر  
لیکن ساکنانِ عدم کا پتہ اہل زمین سے  
کس طرح مل سکے اپنی اس بالوسی دنیا کا ای کو مندرجہ ذیل پر سوزا شعاریں ظاہر  
کرتے ہیں :-

لئے عینم میان حاضرانش

نکار سے را کہ میجو عینم بجانبش



کجارت و میان حاضران نیست  
مسلمانان کجا شد آن نگارے  
یگونا مش کہ ہر کہ نام او گفت  
زمینش گرفتے بیند عجب نیست  
یگوانقاب شمس الدین تبریز  
دریں مجلس نے بینم نشانش  
کہ میدیدم چو شمع اندر میانش  
وقت مرگ شیریں شد و بانس  
کہ میجوید دریں عشق آسمانش  
مد اکوس مشتاقاں نہانش  
ایک غزل میں فرماتے ہیں دوست جو تیری خواہش وہ میری خواہش جو کچھ تو دکھاتا  
ہے وہ دیکھتا ہوں جس طرح تو رکھے اسی طرح راضی ہوں تیرا دیدار نور ایمان اور  
تیرا فراق ظلمت کفر ہے ایسے مشتاق دوست کو تنہا اور غمگین چھوڑ جانا کوئی سے ملک  
کا دستور ہے

من از عالم ترا تنہا گزینم  
بجز آنچہ تو خواہی من چہ خواہم  
مرا اگر تو چنان داری چنانم  
تو بودی اول و آخر تو باشی  
چو تو نہاں شدی از اہل کفرم  
بجز چیزے کہ داری من چہ دارم  
غرض مولانا روم کا تمام دیوان مولانا  
سے بھرا ہوا ہے

رواداری کہ من غمگین نشینم  
بجز آنچہ غافل من چہ بینم  
مرا اگر تو چنینی خواہی چنینم  
تو بکن آخرم از اولینم  
چو تو ظاہر شدی از اہل وینم  
چہ میجوی از حبیب و استغینم  
سے فراق و اشتیاق اور ان کے ماتم

## مولانا شمس کے کوائف اور تصالح

ایک حسن سیرت بزرگ سے ملاقات کی لکھا ہے کہ مولانا شمس الدین  
نے جو حسن سیرت سے زیادہ حسن صورت پر مٹا ہوا تھا مولانا نے فرمایا تم کس کھیل  
میں مصروف ہو گئے اور آوارہ لوگوں کی سی حالت کیوں بنا رکھی ہے اس نے کہا  
اچھی اور مقبول صورتیں خدا کی ذات کا مظہر ہیں میں اس آئینہ میں اللہ تعالیٰ  
کو دیکھتا ہوں اور رباعی پڑھی



در تو کہ بیدار صفا مے نگر م  
دینار خوش است آئینہ لطف خداست  
نے از پیے شہوت و ہوا مے نگر م  
من در تو بہ آں لطف خدا مے نگر م  
فرمایا: نادان! اللہ تعالیٰ کے جمال کو مٹی اور پانی کے شیشے میں دیکھتا ہے اور  
پھر وہ بھی غیر سے لیکر اپنی جان کے اور اپنے دل کے شیشے میں دیکھ اور اپنی  
طلب آپ کر۔

**بھنگ کا پینا حرام ہے** { ایک مرتبہ ایک شخص نے بھنگ کی حرمت کے  
میں ہر چند اس کی حرمت نہیں ہے لیکن اسکو حرام ہی سمجھنا چاہیے احکام الہی  
حسب ضرورت و اقتضا سے زمانہ صا در ہوا کرتے تھے آنحضرت صلعم کے زمانہ  
مبارکہ میں بھنگ کا رواج نہیں تھا۔ اور اگر ہوتا تو پینے والے کی سزا قتل سے کم  
نہوتی جب مولانا روم کے صاحبزادے حضرت سلطان دلا مولانا شمس الدین سے  
بیعت ہوئے تو آپ نے خاص طور پر بھنگ کے بارہ میں فرمایا کہ یہ کام نہایت  
برا ہے اس کے پینے سے پرہیز کرنا۔

**توحید کی تعریف** { ایک روز مولانا شمس سے کسی نے دریافت کیا توحید کی تعریف  
کیا ہے آپ نے فرمایا امتحان کیلئے دریافت کرتا پد عوت  
سے اب چونکہ تم نے دریافت کیا ہے اس لئے جواب دینا لازمی ہے کہ توحید کا مطلب  
در اصل یہ ہے کہ جو کچھ ہے وہ خدا کی ملکیت ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ **لِلّٰهِ مِلْکُ  
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَہُمَا** اور جو کچھ ہے خدا کی طرف سے ہے جیسا کہ ارشاد  
ہے۔ **وَمَا لَکُمْ مِّنْ عِندِہِ اللّٰہِ** اور جو کچھ ہے وہ خدا ہی کی طرف باز گشت کریگا۔  
**وَالِی اللّٰہُ تَرْجِعُ الْاُمُورَ** والیہ تَرْجِعُ الْاُمُورَ الْاَمْرُکَہُ وَالِیہ الْمَصْدِرُ،

**خواب فکر کا نتیجہ ہے** { مولانا روم فرماتے ہیں ایک ان پیتے خواب میں دیکھا  
سنا رہا ہوں جب بیدار ہوا تو مولانا شمس الدین زینت اللہ نے اور فرمایا تم کتابوں کا  
مطالعہ ابھی ترک نہیں کرتے میں نے کہا اب تو عرصہ سے کبھی کوئی کتاب نہیں دیکھی  
فرمایا رت کو اہل محفل کو کیا سنا رہے تھے میں نے کہا وہ تو خواب کا معاملہ ہے۔ فرمایا



جن باتوں کی طرف زیادہ خیال رہتا ہے وہی اکثر خواب میں ہی نظر آ کر رہی ہیں اگر کتاب کے مطالعہ کا خیال نہوتا تو خواب میں ہی یہ معاملہ پیش نہ آتا۔

**عارف کی علامتیں اور معرفت کی تعریفیں** فرماتے ہیں عارف کی پہچان تین طریقوں سے ہو سکتی ہے دل فکر میں بدن عورت بدن و معرفت کی تعریفیں اور آنکہ نظارہ الہی میں مشغول ہو سہ خدا سرے تو سوداوی شریعت شہستان کا جو آنکھیں ہونق نظارہ ہوا سی شہستان کا فرماتے ہیں عارف وہ ہے جو تعلقات دنیا سے بے پروا خون عقے سے بے خطر اور ذات الہی سے واصل ہو ایک شخص نے پوچھا معرفت کس کو کہتے ہیں! فرمایا زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ حاضر کو غائب اور غائب کو حاضر معرفت کو نسبت اور نسبت کو ہست کرنے کا نام معرفت ہے اسکی تشریح اس طرح ہے کہ جسم اور اس کے تعلقات زندہ ہیں ان کو فنا کر۔ دل جو مردہ ہو رہا ہے اس کو زندہ کر دنیا حاضر ہے اسکو دور کر اور آخرت جو غائب ہے اس کو حاضر کر۔ حرص کو مٹا اور اپنے آپ کو ہست کر۔

**لطف و قہر اور جمال و جلال** مولانا کی طبیعت میں بلا کی تیزی تھی جب انوار الہی ان پر اپنا سایہ ڈالتے تھے تو ان کے چہرے اور آنکھوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خون کے توارے چل رہے ہیں وہ خود فرماتے ہیں کہ مجھ میں قہر بھی ہے اور لطف بھی چنانچہ ایک دن فرمایا مولانا روم میں جمال ہے لیکن مجھ میں جلال بھی ہے اور جلال بھی مولانا روم میرے جمال پر فریقہ ہیں لیکن میرے جلال (یعنی میری برائیوں) کی طرف وہ توجہ نہیں کرتے اب میں برائیاں اس لئے کرتا ہوں کہ مولانا روم میری برائیوں سے بھی آگاہ ہو جائیں

انسان کا رتبہ زیادہ عام طور پر مشہور ہے کہ فلاں شخص کا یہ عرش تک پہنچ گیا یعنی اس سے بلند رتبہ اب اور کیا ہوگا ہے یا عرش کا کہ فرش عرش تک پہنچ گیا لیکن مولانا شمس ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات سے جو زمین و آسمان







**خلوص قلب کی ضرورت** فرماتے ہیں نماز بے حضور قلب ریاکاری ہے  
 لا الہ الا اللہ ایک ایسا مضبوط قلعہ ہے جس کو  
 کسی عذاب سے کوئی خطرہ نہیں لیکن صرف کلمہ زبانی پڑھ دینے سے امن و امان  
 نصیب نہیں ہو سکتا اگر زبانی اور ظاہری باتوں پر ہی اعتبار ہو تو ہر شخص ایک لحظہ  
 میں زمین و آسمان اور عرش و کرسی سب کی سیر کر آئے حب تک خلوص قلب نہو  
 ظاہری عبادات اور زبان کی طمطراق کوئی اثر نہ کرے گی۔

**منصور اور انا الحق** ایک دن حالت سماع میں چند شخصوں کو ذوق نصیب  
 ہوا وہ عجیب عجیب حرکتیں کرتے اور عالم ربانی کے  
 عجیب عجیب نکتے بیان کرتے تھے مولانا شمس تبریزی نے یہ حالت دیکھ کر فرمایا حسب  
 بیان تک توبت پہنچ جاتے تو ایسے لوگوں کو منزل مقصود پر پہنچانے یا اس کا رستہ  
 بتانے کے لئے کسی مرد خدا جذب خاص یا تجلیات الہی کی ضرورت ہے جو انہیں  
 ڈگمگانے نہ دے فرمایا اگر کوئی مرد خدا منصور کی دستگیری کر لیتا تو وہ حق کی  
 بجائے انا الحق نہ کہتا کہان حق اور کہاں انا الحق۔ اگر اس کو کامل مستغرق ہوتا  
 تو وہ دیکھتا کہ جن عالم میں وہ پہنچا ہوا ہے وہاں نہ الف سما سکتا ہے نہ نون  
 وہ حق ہے حق تھا اور حق ہی رہیگا

**حرشد کی ضرورت کیوں ہے** مولانا شمس سے ایک دن فرمایا شیخ حریری  
 پر کسی نے اعتراض کیا تمہارے مرید  
 خلاف شرع اعمال کیوں کرتے ہیں اور بالخصوص نماز کیوں نہیں پڑھتے اس پرستم  
 یہ کہ تم ان سے باز پرس بھی نہیں کرتے شیخ حریری نے کہا جب خدا اور اس  
 کے احکام کی متابعت وہ نہیں کرتے تو میں کس شمار میں ہوں پھر بندہ فرمایا اگر وہ  
 نماز پڑھیں روزہ رکھیں اور احکام شریعت کی پابندی کریں تو ان کی نجات  
 ہو گئی پھر میری ضرورت ہی انہیں کیا ہے میرے مریدوں نے میرا دامن اس  
 لئے پکڑا ہے کہ وہ دنیا میں امن و عیش کریں اور میں انکی دستگیری کر کے ان کو  
 نجات دلاؤں لیکن وہ اگر اپنے طور پر بھی احکام خداوندی کو بجا لاتے ہیں  
 تو سوتے پر سہاگہ ہے۔



امیرانہ لباس میں درویشی کا خدام کے ساتھ کہیں جا رہے تھے سر راہ ایک بہت بڑا سردار علاحس کے جلو میں کئی آدمی تھے اور خیمہ و خرگاہ بھی ساتھ تھا جب وہ مولانا کے پاس آیا تو اپنے گھوڑے سے جو سار و سامان سے آراستہ تھا اتر پڑا سلام عرض کیا اور دیر تک کھڑا رہا آپ کو دیکھ دیکھ کر روتا تھا آپ بھی خاموش کھڑے تھے آخر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر چلا گیا اس کے چلنے بعد آپ نے اپنے احباب سے فرمایا خدا عجب بے نیاز ہے اس کی تہ تک پہنچنا فرد بشر کا کام نہیں ہے وہ عوام کو نعمتیں دیتا اور خواہش کو امتحان و مصائب میں ڈالتا ہے لوگوں نے عرض کیا یہ امیر کبیر کون شخص تھا فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا ایک مقبول بندہ ہے اس نے اپنے آپ کو امیرانہ لباس اور جاہ و حشم میں پوشیدہ کر رکھا ہے لیکن اب چاہتا ہے کہ علامہ درویشی لباس اختیار کرے کیونکہ اس طریقہ میں اس کو عبادت کے لئے بہت کم وقت ملتا ہے مخلوق کی حاجت روائی سے اس کو فرصت نہیں ملتی لیکن اللہ کی مرضی یہ ہے کہ یہ شخص اسی حالت میں رہے کیونکہ اگر وہ درویشی کیڑے پہن لے تو دنیا اس سے جاتی رہے گی اگر وہ انہیں کیڑوں میں رہے اور اسی ٹھاٹھ سے رہے تو وہ دین و دنیا کا بھلا کر سکتا ہے اور ہزار نامخلوق کی جن کی حاجتیں اس کے دم سے وابستہ ہیں دعائیں لے سکتا ہے۔

## مولانا شمس کے چرچہ پر حرکت اقوال و صوفیانہ نکتے

۱۔ دوست وہ ہے جو اپنے کسی دوست کی خطا اور ایذا ہی سے رنجیدہ نہ ہو اور گناہ اور عیب پر پردہ ڈالے۔

۲۔ جس کے دل میں محبت، اخلاص اور رحم موجود ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی قربت کا شرف دینے کیلئے ہر وقت تیار ہے۔

۳۔ دوست کی پیشانی سے زیادہ مفید کوئی کتاب نہیں لیکن مکمل دوست کوئی نہیں ہر دوست مثل تین سیپاروں کے ہے اور ان کا جامع خود لے پاک ہے۔



۴۔ اگر مرے کو زبان کو یا لی مل جاتی تو موت کے متعلق عجیب عجیب راز بیان کرتا

۵۔ اپنا بوجھ دوسروں کی گردن سے اٹھا لو اور ان کا بوجھ خود لے لو۔

۶۔ دوزخ سے نجات چاہتا ہے تو خلق خدا کی خدمت حاصل کر۔ بہشت کی توقع

ہے تو عبادت الہی میں مصروف رہ۔

۷۔ جسم خدا اور بندہ کے درمیان ایک پردہ ہے جسم کہلے مال جاہ اور دیگر گنہگار

کا نام ہے ان کو فنا کرو۔ اور خدا کی حضوری میں رہ۔

۸۔ زبان وہی ہے جو ڈاگر ہو دل وہی ہے جو شاگر ہو اور جسم وہی ہے جو صابر ہو

۹۔ جو حکیم علم سے خالی ہے وہ ایک ایسا شہر ہے جہاں پانی کی بوند نہیں ملتی یا

ایک ایسا غلام ہے جو بغیر آقا کے ہے۔

۱۰۔ چار چیزیں نایاب ہیں دو متمند ہو لیکن بے دبار و فیاض۔ درویش ہو مگر صابر

و شاگر۔ گنہگار ہو لیکن اپنی حالت پر پچھانے اور خدا سے ڈرنے والا۔ عالم

ہو لیکن باعمل۔

۱۱۔ دنیا دار کو دنیا میں رہنا ہے تو بغیر تجارت اور سب اور ہاتھ پاؤں ہٹانے

کے کام نہ چلے گا۔

۱۲۔ دولت کا حریص بے حسرت و ارمان جائیگا اور مفلسی پر بھی اللہ کا شکر کرنے والا

اطمینان سے اپنی جان دیگا اور صبر کا پھل پائیگا۔

۱۳۔ علم اور علم کا درجہ سب سے افضل پائے گا۔

۱۴۔ حکیم وہی ہے جو کسی سے خلاف طبع کام دیکھنے پر بھی خلق و مروت

کام لے اور بعض و کینہ کو بھی اپنے دل میں بند نہ دے۔

۱۵۔ سخاوت چار طرح کی ہے مال کی سخاوت دو متمندوں کے لئے ہے

قسم کی قربانی محنت اور مجاہدہ کرنے والوں کا قصہ ہے جان کی قربانی

جان نثاروں اور غازیوں کے لئے اور دل کی سخاوت عارفوں اور

اللہ والوں کا حصہ ہے۔

۱۶۔ دین کی نگہبان دو چیزیں ہیں نیک عادت اور سخاوت۔

۱۷۔ علماء کو تواضع۔ اولیاء کو حلم۔ درویشوں کو قناعت۔ تونگروں کو سخاوت



اور عابدوں کو خلوت لازمی ہے۔

۱۸۔ موت کا آنا سب کو یقینی ہے اس لئے اس سے چمڑکارا ناممکن ہے اور بھاگنا

بے سود و تدبیر تقدیر پر غالب نہ آسکیگی۔

۱۹۔ تیرے رزق سے محروم کر نیکی کسیکو طاقت نہیں وہ بہر حال نیکے ضیاعا لیکن

دوسروں کے رزق کی کثرت سے اپنے آپ کو حسد کی آگ میں ہلاک نہ کر کر لیں

شیطان کی طرح مہر جوم ہے۔

۲۰۔ جو شخص زیادہ علم و فضل رکھتا ہے وہ اپنے مقصود سے زیادہ دور ہوتا ہے

جسکو فکر و غور زیادہ ہوگا اسکو ترددات عالم بھی زیادہ ہونگے سچ ہے

دیوانہ باش تا غم تو دیگران خوردہ آں را کہ فکر بیش غم روزگار بیش۔

۲۱۔ جو لوگ اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں لیکن نفس کی پیروی کرتے ہیں وہ جھوٹے

ہیں اپنے آپ کو باز تہاتے ہیں لیکن کوڑوں سے بھی بدتر ہیں۔

۲۲۔ جب نفس مارا رہے مطہر اور مغلوب ہو گیا تو سمجھ لو کہ جیتے جی دنیا ہی میں۔

شہادت اور غرہ حاصل ہو گئی اس کا نفس کو مارنا ہی جہاد اکبر ہے

نہنگ اثر دنا شیر نہ مارا تو کیا مارا نہ مارا النفس مارا گو گو مارا تو کیا مارا

۲۳۔ سب مخلوق علم اور فائدہ کی مستلاشی ہے تو یہی علم نیک کی جتنی میں رہ نیک

۲۴۔ کام کرنا ہی مقصود ایسا و علم ہے اس بات کو مغر سمجھ باقی سب پوست ہے

اگر دین کا طالب ہے تو عبادت کر۔ اگر حق کی طلب ہے تو مردان خدا

کی صحبت اور خدمت میں۔

۲۵۔ جس شخص نے شاخ کو پکڑا اسکے گرنے میں کیا کسر ہے جو شخص جڑ یا درخت

کو پکڑے گا سب شاخیں اسکے قبضہ میں جائیں گی۔

۲۶۔ پوشیدہ صدقہ اور اصلی خیرات یہ ہے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوا و رہتے

بہتر چیز دینے پر ہی افسوس رہے کہ کاش اس سے بہتر کوئی اور چیز صدقہ

میں دے سکتا ہوتا۔

۲۷۔ کعبہ کی طرف سب لوگ سجدہ کرتے ہیں لیکن جب اس حجاب رکھو کو درمیان

اٹھا دیا جائے تو معلوم ہوگا سب لوگ ایک دوسرے کو سجدہ کر رہے ہیں۔



۲۹ وہ معجزہ ہمیں جسکو عقل قبول کرے معجزہ کی تعریف یہ ہے کہ عقل اس کے سمجھنے سے عاجز رہو۔

۳۰ لوگ کہتے ہیں رفع حاجت کیوقت اللہ تعالیٰ کا نام سونے کا لو۔ بلکہ دل میں پڑھو لیکن ہم تو اس سے اسطرح واصل ہیں کہ دل و زبان کی تمیز نہیں رکھتے اسکو کسطرح جدا کیا جاسکتا ہے

۳۱ صاحب طبع سے زیادہ صاحب دل کی تلاش کرو

۳۲ جب تک باطل کو ترک نہ کرو گے حق تک رسائی نہ ہوگی

۳۳ جس نے نیاز اور عجز حاصل کیا وہ منزل مقصود کو پہنچ گیا نیا زندگی بہت بڑی عبادت ہے

۳۴ جز نیاز و بندگی واضطرب اندر میں حضرت نثار و اعتبار

۳۵ وہ عجب احمق ہے کہ مزدوری آج کرتا ہے اور اجرت کل پر اٹھا رکھتا ہے

۳۶ خدا قدیم ہے مخلوق حادث ہے پھر اسکا میل کسطرح ہو جب تک جان کا تحفظ اس کی نذر نہ کر دے وہاں تک نہ پہنچ سکو گے فدا بہت کنیظرت توجہ کر

۳۷ وہاں سے ایک چیز تمکو ملیگی اس کا نام عشق ہے اس کے دام میں پھنس جا وہ تجھے آخری اور اعلیٰ منزل پر پہنچا دگا عشق کی گفتگو کے بعد اب کلام بند کرتا ہوں گوان باتوں کا خاتمہ قیامت تک بھی ممکن نہیں

## مولانا شمس تبریز کا دیوان

مولانا شمس تبریز کے تصنیفات سے ایک کلیات شمس تبریزی اور ایک دیوان حضرت شمس تبریز موجود ہے میرے پاس جو دیوان ہے وہ ایک لکھنؤ کا چھپا ہوا ہے اسکی لوح پر لکھا ہے دیوان حضرت شمس تبریز، اسکی نیچے لکھا ہے از جلو خیال حضرت شمس تبریز لایع لیکن نظر تحقیق سے جب دیکھا جائے اور مولانا روم اور مولانا شمس کے حالات و تعلقات اور بالخصوص شاعری پر ایک محققانہ اور بسیط نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ دیوان جو عوام میں شمس تبریز کے نام سے مشہور ہے درحقیقت مولانا



روم کی طبع رسا کا بیٹہ اور ان کے صوفیانہ خیالات کا ایک پر تو سے اسکی تصدیق کی  
مندرجہ ذیل سفور کو غور سے دیکھنا چاہئے ۔

مناقب العارفین میں لکھا ہے کہ مولانا روم کے بڑے بڑے خدام نے مولانا شمس الدین  
سے ایک ن کتاب لکھا کہ مولانا کی آپ پر ایس قدر عنایت و شفقت ہے کہ آپکی نام برائوں  
نے کئی غزلیں بھی لکھی ہیں مولانا شمس نے کہا میں ایک بردست بادشاہ کے قبضہ  
میں ہوں چاہے وہ عرش سے ہی اوپر لے جائے اور چاہے زمین سے بھی نیچے  
مولانا شبلی اپنی کتاب سلوٹ مولانا روم، میں ریاض العارفین کے حوالہ سے لکھتے ہیں  
کہ مولانا نے شمس تبریز کے نام سے یہ دیوان لکھا ہے اسکو علاوہ فارسی کے اکثر شعرا  
نے مولانا کی غزلوں پر جو تصنیفیں کی ہیں اس کے مقطع میں بجائے شمس تبریز کی غزل  
تصور کرنے کے مولانا روم کا نام لکھا ہے چنانچہ علی حزیں مولانا روم کی ہم قافیہ و  
ردیف غزل پر غزل لکھ کر مقطع میں کہتے ہیں

ایں جواب غزل مرشد روم رت کہ گوت من بوجے تو خوشم نافہ تاتار بگیر۔  
مولانا کی یہ مکمل غزل دیوان حضرت شمس تبریز میں شمس تبریز کے نام پر صفحہ  
۱۸۷ میں موجود ہے چند شعرا نے اس پر ردیف ہیں۔

نہ کہ ہمسایہ آں سایہ احسان تو ام  
خفتگاں را نہ نماشائے نہاں مے بخشی  
چشم مست تو خرابی دل و دین منست  
من ابکوتے تو خوشم خانہ خود گرداں کن  
بس کن و طبل طبل برائے عزت  
شیخ علی حزیں اپنی ایک اور غزل میں جو مولانا روم کی غزل کی ہم قافیہ ہے لکھتی  
ہیں ۔

مغرب نوائے عارف روم  
دوسرا مصرعہ مولانا روم کا ہے جیسا کہ علی حزیں بھی کہتے ہیں لیکن اس مصرع کی تمام  
غزل شمس تبریز کے نام سے دیوان شمس تبریز صفحہ ۱۸۷ میں موجود ہے  
چند شعرا نے ملاحظہ ہوں ۔



تا در دل من قرار کردی  
از جلد ہماں ز عیش عالم  
اسے مطرب اگر تو یار مانی  
بر دار کلمہ کہ اندر میں راو۔

جاں راز تو بے قرار دیدم  
من عشق تو اختیار دیدم  
ایں پردہ بزن کہ یار دیدم  
لباں کلاہ وار دیدم

ان کے علاوہ خود دیوان شمس تبریزی کے مطالعے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ اشعار کسی ایسے شخص کی زبان و قلم سے نکلے ہیں جس کے دل میں حضرت شمس کی عزت و وقعت کی کوئی انتہا نہیں ہے اور جو حضرت شمس کو پیر و مرشد کی طرح تصور کرتا ہے اور مفسر دین کے نام سے یاد کرتا ہے ایک موقع پر مولانا روم لکھتی ہیں کہ جو کچھ شمس میں ہے وہ مجھ میں بھی ہے شمس کی باتیں مجھ سے پوچھو کہ میں اور وہ ایک ہی ہیں لکھتے ہیں کہ

آنجناب شمس تبریزی  
یہ شعر دیوان شمس تبریزی میں موجود ہے لیکن باریک بین گاہیں دیکھ سکتی ہیں کہ اس شعر کلمے والا شمس نہیں ہے بلکہ کوئی اور شخص ہے چند غزلوں کی قطعے یا با خاص خاص اشعار اس عرض سے درج کئے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ عوام جو مولانا روم کے دیوان کو شمس تبریزی کا دیوان سمجھ رہے ہیں وہ غلطی پر ہیں اور نیز پڑھنے والے خود اندازہ لگا سکیں کہ یہ کلام شمس کا ہے یا مولانا روم کا یہ سب اشعار جو یہاں لکھے جاتے ہیں دیوان حضرت شمس تبریزی میں موجود ہیں۔  
مخدوم جاحظ شمس دینا جاہت آرج ایں۔ تبریز شد سوے حرم از مسجد اقصیٰ بیا

شمس تبریزی بر آرجاہ مغرب مشرقی  
ہچو صحیح کو بر آرجاہ مغرب مشرقی

اں مذ کہ باشد شمس دین شید گرو و یقین  
بدر شب قدر گزین پیدا کنی پنهان ما

اے شمس تبریزی کہ تو ہم مفسر و ہم سرور ہے  
در شرق و غرب مثل نسائے نور جان اشا



دیدیم زد و شمس دیں را  
 اے مطرب عشق شمس دینم  
 شمس تبریز و فخر دیں را  
 جان تو کہ باز گو نہیں را  
 عشق شمس تبریز یاریم رند و خوں ریز  
 اے حبلہ لطف مگر بزم مستب مروارینا  
 ز شمس تبریزی استعانتے میکن  
 بود کہ تاج اعانت رسد بہ فرق ترا  
 اگر در آئی تو در دس شمس تبریزی  
 بود نتیجہ تحصیل ہر نقبات فنا  
 معجز تبریز تو فی شمس دیں  
 حسرت روزے و نمائے شب  
 شمس بحق تبریز چو در جام کشیدت  
 سنگر یہ چپ و راست کہ امکان مغز نیست  
 ہر کس بہ شمس بحق تبریز دید جاں  
 او کا فرخوش است مسلمان خرابات  
 بنائے شمس کشور تبریز روز شرق  
 شمس تبریزی در آمد در دلم بزمے نہاد  
 ایں قدر گفتم حمنش کرویم باقی را بہ لطف  
 شمس تبریزی بہ نور ذوالجلال  
 حضرت شمس تبریز کے علاوہ اکثر علما و اولیاء میں شیخ احمد الدین کرمانی شیخ سعد الدین  
 قولوی اور حضرت حسام الدین چلی کا نام بھی مولانا روم نے لکھا ہے اس۔  
 لے یہ کہنا کہ دیوان شمس تبریز کے نام سے جو دیوان مشہور ہے وہ حضرت شمس  
 تبریزی کی تصنیف ہے ایک فاضل غلطی ہے اور اسوس ہے کہ مدت سے چلی آتی۔  
 ہے اور کسی نے اس طرف توجہ نہیں کی۔



چونکہ شمس تبریز متبحر علوم عقلی و نقلی ہونے کے علاوہ صاحب دل تھے اور عشق کا  
مجسم نمونہ تھے ممکن ہے انہوں نے بھی کچھ غزلیں کہی ہوں لیکن کسی سو رخ اور قانع  
نگار نے ان کا نمونہ پیش نہیں کیا اور نہ کبھی ان کے اشعار کا ذکر کیا ہے اس لئے ان کی  
ذاتی شاعری پر خاموشی چھائی ہوئی ہے البتہ اس دیوان نے ان کا نام خوب روشن رویا ہے

## مولانا شمس تبریز کے معاصرین

مولانا شمس تبریز کا زمانہ نہایت نیک بزرگوں اور خدا پر گزیدہ بند و گل زمانہ تھا  
علم و فضل کا خوب چرچا تھا نقی و معرفت اور عشق الہی کی کیفیتوں کے دریا پر  
تھے پیاسے الجوع اور العطش کے تھے آتے تھے اور پیراب  
ہو کر چلے جاتے تھے درویشی کمال پر پہنچی ہوئی تھی بادشاہ درویشوں کی قدم  
چومنے تھے اور درویشوں کی صحبتوں سے بھاگتے تھے علم اسے صحیح معنوں میں  
استعمال ہوتا تھا شراب سے مراد شراب انگوری نہ لی جاتی تھی اور لطف کا مطلب  
معتوق کے گیسوؤں کا بکھر جانا نہ بھجا جاتا تھا استادوں اور پیروں کی خوشنودی  
مراج اور نعمت علم و فضل حاصل کرنے کے لئے دریا پہاڑ اور بیابان ابوالعزیز  
دالتمند کے نزدیک پیرگاہ سے بھی کم تھے یہ زمانہ ساتویں صدی ہجری کا زمانہ  
تھا جبکہ مولانا روم مولانا شمس تبریز شیخ صدر الدین قونوی شیخ حسام الدین  
جلبی شیخ احمد الدین کرمانی شیخ قریب الدین عطار شیخ محمد بنی شیخ نجم الدین رازی  
شیخ محی الدین عربی شیخ شہاب الدین سہروردی شیخ سیف الدین باخدری شیخ سعدی  
شیرازی اور شیخ فخر الدین عراقی جیسے نادرہ روزگار اور فخر اسلام بزرگ اپنی صحبتوں  
اپنے وعظوں اور انبی ہم کلامیوں سے ایک عالم کو مستفیض و مستفید کر رہے تھے  
یہ سب بزرگ مولانا شمس الدین کے زمانہ حیات ہی میں ہوئے ہیں ان میں سے اکثر  
مولانا شمس تبریز کی وفات سے بعد چالیس چونتالیس سال تک بھی زندہ رہے ہیں ان  
میں سے کسی حضرات سے شیخ شمس تبریز کی ملاقات بھی ہوئی ہے متذکرہ بالا تمام  
بزرگوں کے حالات، نفحات الانس میں شرح و بسط کے ساتھ تحریر ہیں اس لئے یہاں



ان کا اعادہ محض طوالت کلامت ہے۔

## شمس کی مرست اور شمس الدین تبریزی

شمس الدین تبریزی کے جس قدر حالات معتبر اور مستند کتابوں اور تالیفوں سے مل سکے ہیں وہ خلاصہ ذیل کے ہیں لیکن حسب طرح مولانا روم کا دیوان شمس تبریزی کے نام کے ساتھ مشہور ہو گیا ہے اور عام لوگ اسے شمس تبریزی کا دیوان ہی سمجھتے ہیں اسی طرح حضرت شمس کے متعلق پنجاب میں ایک اور غلط فہمی بھی پھیلی ہوئی ہے جس کی تصریح و تشریح سطور ذیل میں کی جاتی ہے پنجاب بمبئی کا ٹھکانہ تجارت بلکہ افریقہ تک شمسی مت کے نام سے ایک مذہب قائم ہے جس میں ہندو کم اور مسلمان زیادہ شامل ہیں موجودہ ہزبانی شمس سر آغا شاہ محمد خاں (مبئی) اس مت کے سرگرم اور کھلی کے اوتار ہیں جن کا پیک اور گورنمنٹ میں بڑا رسوخ ہے بیان کیا جاتا ہے کہ اس مت کے چلانے والے شمس الدین سبزواری باشندہ ملتان ہوئے ہیں ان کی خانقاہ بھی ملتان میں موجود ہے شمس تبریزی نام غلط مشہور ہو گیا دراصل ان کا نام ختم شاہ شمس الدین سبزواری تھا شمس سبزواری سبزوادی علاقہ غزنی میں امام جعفر صادق کے لڑکے امام اسماعیل کی اولاد سے، اپنا رجب ۵۲۰ ہجری کو پیدا ہوئے ۵۴۰ ہجری میں عبدالہادی کی اجازت سے ملتان میں آئے جہاں ۵۴۰ ہجری میں ان کا انتقال ہو گیا مولانا شمس تبریزی کا زمانہ وفات ۵۴۰ ہجری ہے اس حساب سے تبریزی اور سبزواری کی وفات میں تیس سال کا فرق ہے نیز جہاں تک کتابوں سے معلوم ہوا ہے مولانا شمس تبریزی کبھی غزنی گئے ہیں اور نہ کبھی پنجاب میں آئے ہیں۔ بلکہ ان کی سیروسیاحت زیادہ تر ملک شام ہی میں رہی ہے۔

شمس تبریزی کے متعلق پنجاب میں ایک اور روایت مشہور ہے کہ ملتان کے طبقہ علماء اہل فضا اور اہل شریعت کے فتویٰ ایما سے حاکم وقت نے شمس تبریزی کا پھر اس کے جیسے جی اتروالیا تھا اور جب چڑھا تو لیا گیا تو شمس نے کباب کھانے کی خواہش کی لیکن کوئی شخص ان کی آرزو کو پورا کرنے کی جرأت نہ کر سکا آخر انہوں نے خود اپنے



گوشت کا ٹکڑا الگ کیا اور اسکو بھوسے کیلئے آفتاب کو اپنے قریب بلایا  
 جو سوانیزہ کے فاصلہ پر آکر ٹھیر گیا اور جبکی تمازت و حرارت سے کباب ہونکر کھا لیا گیا۔  
 لیکن یہ روایت سوائے زبان خلق کے اور کہیں نہیں پائی جاتی کوئی کتاب اور  
 کوئی تاریخ اس روایت کا حوالہ دینے کی جرأت نہیں کر سکتی جب مولانا شمس  
 کے حالات و واقعات سے ظاہر ہے کہ وہ کہی پنجاب یا ملتان میں آئی ہی نہیں  
 اور انکی عمر کا آخری حصہ مولانا روم کی صحبت میں بسر ہوا ہے تو زردوشن  
 کی طرح ظاہر ہے کہ سوانیزہ آفتاب کا واقعہ بالکل غلط بلکہ محض گپ ہے



# ضمیمہ

حضرت شمس تبریزی کے حالات زندگی ابھی زیر طبع تھے کہ نظام المشائخ دہلی میں حلقہ کے ایک مخلص خادم نے آپ کے مختصر واقعات زندگی چھپوا کر عین کا ماخذ انگریزی کتاب میں اس لئے میں ان کو بھی ناظرین کی ضیافت طبع کی غرض سے بطور ضمیمہ ایزا کر دیتا ہوں۔

## شمس تبریزی

عزیزم ضیاء الدین احمد خاں برنی متعلم بی اے کلاس حلقہ نظام المشائخ کے وجود میں آنے کے قبل ہی اس پر ایمان لا چکے تھے۔ اسلئے باوجود شغل طالب علمی حلقہ کی علمی خدمت گزاری کے لئے وقت نکالنا انہوں نے لازم قرار دے لیا ہے حضرت شمس تبریزی کے حالات یوں تو ہر مسلمان حبیب کی زبان پر ہیں لیکن مستند و محققانہ طریقہ سے بہت کم لکھے گئے ہیں لہذا برنی کی اس ضروری کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے اگرچہ اس تحریر کو شمس تبریزی کا تذکرہ کہنا تو تازیبا ہے مگر جو واقعات اس مختصر مضمون میں جمع کئے گئے ہیں وہ حضرت شمس کی زندگی پر پختور ڈی بہت روشنی ڈالتے ہیں۔

حلقہ کے دیگر انگریزی داں خدام کی طرح برنی بھی ان انگریزی کتابوں کو مطالعہ میں کہنا زیادہ پسند کرتے ہیں جن میں ارباب تصوف کا ذکر ہوا اسلئے حضرت شمس کے حالات کے ماخذ میں انگریزی کتب کو زیادہ دخل ہے۔

حضرت شمس تبریزی کے والد کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ فرقہ اسمعیلیہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت شمس نے یہ مذہب ترک کر دیا تھا مگر اس عہد کے قبول کرنے میں تاہل ہے کیونکہ اسمعیلی فرقہ والے شمس دوسرے گزے ہیں جن کا مزار ملتان میں ہے عوام ملتانی شمس تبریزی کو ہی حضرت مولانا روم کا مرشد سمجھتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے یورپین مورخوں کو غالباً اسی روایت کی وجہ سے



غلط فہمی ہوتی ہوگی۔

ملتان شمس تیریزی کو تین سو برس کا عرصہ گزر رہا ہے اسمعیلی فرقہ کے داعی نیکر ہندو میں آئے تھے ان کے ہمراہ دو شخص اور تھے ایک کا نام پیر صد الدین تھا اور دوسرے کا پیر امام الدین۔ صد الدین نے اصلاً سندھ و بمبئی میں عوت شروع کی اور امام الدین نے گجرات و کاٹھیا واڑ میں شمس الدین سیدھی پنجاب چلے آئے اور یہاں پناہ مشن جاری کیا سندھ و بمبئی میں جس قدر آغا خانی خوبے ہیں وہ سب صدر الدین کی کوشش سے مسلمان ہو کر آغا خانی داعی اسمعیلی جماعت میں شامل ہوئے ہیں امام الدین نے اول دل تو بحیثیت اسمعیلی داعی کے کام کیا مگر چند روز کے بعد خود مختار ہو کر اپنا ایک علیہ طریقہ امام شاہی جاری کر دیا امام شاہی طریقہ کے اصول بھی قریب اسمعیلی تھے لیکن وہ خود اپنے تئیں نائب امام اور منظر ذات مولیٰ علی بن کر تے تھے امام الدین کا مزار مقام پیرانہ میں ہی جو احمد آباد گجرات کے قریب ایک قصبہ ہے آج امام شاہی جماعت میں کم از کم پندرہ بیس لاکھ آدمی ہونگے جن میں کچھ تو ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے ہیں جن کا لقب مومن ہے اور باقی گیتی یعنی پوشیدہ ہیں اور انکو اپنے عقائد ظاہر کرنا تکلم نہیں بیان تک کہ اگر ایک گھر میں چار ہندو رہتے ہیں وہ ان میں تین امام شاہی ہیں تو چوتھے کو اس کی خبر نہوگی پیرانہ میں ان لوگوں کی خانقاہ بنی ہوئی ہے اور گدی ہندو مہنت کے اختیار میں ہی جو بظاہر ہندو ہے اور باطن امام شاہی۔ اس مہنت کے سینار داعی ہندو وہ لباس میں اپنے مشن کو پھیلانے اور جماعت سے عشر اور نذر نیاز وصول کرنے کیلئے دورے کرتے رہتے ہیں مہنت امام الدین کی اولاد میں اس عشر اور نذر نیاز میں سے محفول حصہ تقسیم کر کے باقی خانقاہ کے اخراجات میں صرف کر دیتا ہے اسی خانقاہ میں جنوں کی درگاہ بنی ہوئی ہے یعنی جو گیتی ظاہری طریق سے مسلمان ہوتا چاہتے ہیں وہ اپنا جنس اس درگاہ میں چڑا کر مسلمان ہو جاتے ہیں اور پیران کو مومن کا لقب مل جاتا ہے۔

شمس الدین تیریزی نے جن کا مزار ملتان میں ہی پنجاب کے گہاروں اور ستاروں میں اپنا طریقہ رائج کیا اور ان لوگوں کو شمسی ہندو کا لقب دیا یہ شمسی ہندو براہ راست آغا خان کے مقتدر بنائے گئے ہیں اور سالانہ نذر نیاز اب تک آغا خان



ہی کو دیتے ہیں ان کی تعداد تین لاکھ کے قریب صوبہ پنجاب میں ہو۔ ملتانی شمس پری  
نے کن طریقوں سے اپنا عقیدہ پھیلایا اور کیسے کیسے عجیب و غریب واقعات  
عوام کی زبانوں پر انکی شدت مشہور ہیں انکے لکھنے کو ایک علاحدہ مضمون کی ضرورت  
ہے یا فعل یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت شمس تبریزی کو اسمعیلی گمراہ سے کوئی تعلق  
نہیں اسمعیلی شمس تبریز ملتان میں اور مولانا والے شمس تبریز سے سیکڑوں  
برس بعد ہوئے ہیں

حسن نظامی

شمس تبریز گمراہ خواہی خوش بخواں لا الہ الا اللہ  
آپ کا اصلی نام شمس الدین ہے آپ کے والد ماجد جناب علاؤ الدین کیا بزرگ کے  
خاندان سے تھے جو فرقہ اسمعیلیہ کے امام تھے لیکن آپ نے اپنا آبائی مذہب ترک  
کر دیا تھا آپ تبریز میں پیدا ہوئے اور وہیں علوم ظاہری کی تحصیل کی آپ اپنے بزرگ  
بحین کا حال خود بیان فرماتے ہیں کہ اس وقت میں عشق رسول میں اس قدر فحوتھا  
کہ کئی کئی روز بغیر کھانے گزر جاتے اور مجھے بہوک معلوم نہ ہوتی تھی اور کبھی میر والدین  
اور عزیز واقربا مجھے کچھ دینا چاہتے تو میں انہیں اشارے سے منع کر دیتا تھا اور آخر

زمانہ میں اکثر سیر و سیاحت میں رہتے تھے اور سیاہ کمبل کا لباس پہنتے تھے جب جگہ جاتے  
سرے میں قیام فرماتے اور کوٹھڑی (حجرہ) کا دروازہ بند کر کے یا دالہی میں  
مشغول ہوتے معاش کے لئے ازار بند بن لیا کرتے تھے اور ان سے باقی ضروریات  
زندگی مہیا کرتے تھے

جس طرح کوئی شخص کسی سیر کی تلاش میں کوٹھان رہتا ہے حضرت شمس کو اکثر ایک علی  
طرف والے مرید کی جستجو رہتی تھی ایک فغانوں نے وعاماتگی کہ اتنی کوئی ایسا بندہ  
خاص عطا فرما جو میری پر اسرار صحبت کا مستحل ہو سکے، الامم ہوا کہ روم کی طرف  
جاؤ اس وقت روم کی جانب روانہ ہوئے چلتے چلتے قونیہ پہنچے اور وہاں حلویوں  
کی سرے میں قیام کیا اور ہر جب باطنی کشش کے ذریعہ مولانا جلیل الدین رومی  
کو ان کے آنے کا حال معلوم ہوا تو ملاقات کی غرض سے چلے مولانا نے کچھ علوم  
ظاہری و باطنی میں درجہ کمال رکھتے تھے لیکن اب تک انکی توجہ زیادہ تر درس  
و تدریس کی طرف رجوع تھی اور ذکر و شغل کی طرف کم بڑے بڑے فاضل اور عالم



آپ کی شاگردی کو ختم سمجھتے تھے جب آپ شمس تبریزی کی ملاقات کو چلے میں تو بہت سے علماء و فضلاء ساتھ تھے۔ الغرض اسی شان بان کے ساتھ سرے کے دروازے پر پہنچے شمس جو سرانے کے باہر ایک چوڑے کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے سمجھے کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن کی نسبت مجھے الہام ہوا ہے بہت دیر تک زبان حال میں گفتگو ہوتی رہی آخر شمس نے پہل کی اور مولانا سے پوچھا کہ حضرت بایزید بسطامی کا مرتبہ زیادہ ہے یا رسول اکرم کا۔ مولانا نے فرمایا کہ جناب سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم سے افضل ہیں آپ کے آگے بایزید کی کیا اصل ہے شمس نے پھر پوچھا کہ حضرت بایزید بسطامی کے ان دونوں واقعات میں کمان تک تطبیق ہو سکتی ہے کہ ایک طرف تو ان کا یہ حال تھا کہ عمر بھر خر بوزہ نہیں کھایا صرف اس وجہ سے کہ معلوم نہیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کس طرح کھایا ہے اور دوسری طرف اپنی نسبت یوں فرماتے ہیں کہ بیضا فی ما اعظم شافی وانا سلطان السلاطین (میں ایک سرور و شاہنشاہ ہوں اور میں سلطان السلاطین ہوں) حالانکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میں ان رات میں ستر و خدہ استغفار کرتا ہوں مولانا نے فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامی کو پیاس کم تھی اسلئے ایک ہی گھنٹہ میں انکی پیاس بھبھ گئی برخلاف اسکے جناب سول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غایت درجہ کی پیاس تھی جس کی وجہ سے وہ گلاس کے گلاس پی گئے لیکن پیاس کم نہ ہوئی۔ اس جواب نے شمس پر بہت اثر کیا اور آپ بہوش ہوئے کہ یہ سب سے پہلی ملاقات ہے جو بمقام قونیہ و سمرقند ۱۲۸۴ء میں ہوئی اگرچہ اس سے پیشتر بھی مولانا نے شمس کو دیکھا تھا لیکن بات حیت نہیں ہوئی تھی۔ ۱۲۸۵ء

اس دفعہ کے تھوڑے دنوں بعد شمس پھر مولانا کی مجلس میں شریک ہوئے اس دفعہ مولانا حوض کے کنارے پر تشریف فرما تھے اور کچھ کتابیں ان کے پاس رکھی تھیں شمس نے پوچھا کہ یہ کتابیں کیسی ہیں؟ مولانا نے فرمایا کہ یہ سب اہل دنیا کی محبت کا سامان ہے اس سے آپ کو کیا سروکار؟ شمس نے فوراً سب کتابیں اٹھا حوض میں ڈال دیں مولانا نے تاسفانہ لہجہ میں فرمایا کہ افسوس! آپ نے تو غضب



کر دیا ان میں وہ نایاب اور نادر کتابیں تھیں جو کبھی ڈھونڈنے نہیں مائیں۔  
شمس نے حوض میں ہاتھ ڈال کر کل کتابیں نکال دیں کتابیں یا کل خشک پاکی گئیں  
اور ان میں کسی قسم کی خرابی نہ تھی مولانا کو سخت تعجب ہوا اور حیرت سے پوچھا کہ  
حضرت ایہ کیا معاملہ ہے، شمس نے فرمایا یہ ذوق و حال ہوا اس سے آپ کو کس  
تعلق، ان ہر دو واقعات نے مولانا کے دل میں شمس کی طرف سے کمال حسن عقیدہ  
گریدگی اور اخلاص پیدا کر دیا اور مولانا کا یہ حال ہو گیا کہ ہر وقت ان کی خدمت  
میں رہنے لگے۔

یہ واقعات اس غرض سے لکھے جاتے ہیں تاکہ ناظرین سمجھ جائیں کہ حضرت شمس کی ملاقات  
سے پیشتر مولانا کو اس کوچہ کی ہوا بھی نہ لگی تھی جس سے کہ حضرت شمس نے انہیں واقف  
کر دیا اور یہ صفت حضرت ہی کے فیض صحبت اور جذب لدنی کا اثر تھا کہ وہ اسرار  
باطنی جن کی اپنے دل میں جگہ پیدا کرنے کے لئے مالک کو بہت عرصہ تک یا صنت  
کے تسکین میں مبتلا پڑتا ہے مولانا پر کھوڑی ہی دیر میں منکشف ہو گئے اور وہ  
تمام مراحل جن کا طے کرنا سالک کے لئے نہایت ضروری ہے حضرت شمس نے  
مولانا سے آن کی آن میں طے کروا دیے مولانا حضرت شمس کی صحبت بركات  
کے اثر کا اعتراف جو خود انہوں نے قبول کیا۔ خوبی کے ساتھ ذیل کے شعر  
میں کرتے ہیں۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریزی شد  
سچہ لار کی روایت کے موافق یہ دونوں اصحاب صلاح الدین زر کو کے حجرے  
میں ۶ ماہ تک مراقبہ اور ذکر میں مشغول رہے کھانا پینا بالکل بند تھا اور اسے  
صلاح الدین کے اور کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ تھی شمس الدین احمد الفسکی  
صاحب مناقب العارفین کے بیان کے مطابق اس خلوت کی مدت تین ماہ ہے  
یہ وہ وقت ہے جب سے کہ مولانا کی حالت میں تغیر عظیم پیدا ہوا آپ اپنے شیخ  
اور محبوب صادق کی بڑی تعظیم و بکریم کرتے چونکہ آپ اپنے زمانے کے ایک بڑے  
زبردست بزرگ تھے اور بہاروں نے آپ کے آگے زانوئے شاگردی نہ کیا



تھان کی نظروں میں یہ تغیر بہت تعجب سے دیکھا جاتا تھا لیکن مولانا نے اس بات کی مطلق پرداہ نہ کی اور اپنے کام سے کام لکھا سب بڑا تغیر جو پیدا ہوا وہ یہ تھا کہ شمس کی صحبت سے پیشتر انہیں سماع سے قطعی اجتناب تھا لیکن اب یہ حالت تھی کہ سماع کے بغیر حین نہیں پڑتا تھا ذرا ذرا سی آواز ان پر سماع کا اثر رکھتی تھی حتیٰ کہ ہتھولی کی آواز ان پر حالت وجد اور بیہوشی طاری کر دیتی تھی مولانا ہر وقت شمس کی خدمت میں رہتے اور چونکہ آپ نے درس و تدریس اور اپنے مریضوں کو فیض رسانی کے تمام مشاغل چھوڑ دئے تھے لہذا اس بات نے بہت سے ظاہر پرست مریضوں میں خصوصاً اور تمام شہر میں عموماً ایک شورش پر باکردی :

مریدوں اور شاگردوں کا خیال یہ تھا کہ اس عدم توجہ کا باعث شمس کا وجود ہے ظاہر ہے کہ اگر وہ یہاں نہ ہونگے تو مولانا ہم پر پہلی سی توجہ از سر نو کریں گے اس خیال کی خشکی نے لوگوں کو بھی شمس کی جان کا دشمن بنا دیا اور شمس اس خوف سے کہ مبادا یہ شورش فتنہ کی صورت میں نمودار ہو چیکے سے گھر سے نکل کر یہ مشورہ پہنچا کہ : اب اس حدیث کا اثر مٹا دے اور انہوں نے گوشہ نشین ہو گئے

اجتہاد کر لیا کسی کو یا ربی کی اجازت نہ تھی حتیٰ کہ مریدان خاص بھی ان کی ملاقات سے محروم رہتے تھے عرصہ بعید کے بعد شمس نے مولانا کو مشتق سے خط لکھا خط نے دل کے شوق کی جلتی ہوئی آگ پر تیل کا اثر کیا اور خوب ہی آتش محبت بھڑکائی انہیں دنوں میں مولانا نے بہت سے اشعار کہے جن کے درد اور اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا ان میں تڑک بھری ہوئی ہے ایک عام بات ہے کہ درویشوں کا دل اور زبان ایک ہے یعنی جو کچھ ان کے دل میں آتش شوق بھری ہوئی تھی اس نے جو الفاظ ان کے دہن مبارک سے نکلتے تھے ان میں بھی آگ ہی بھری ہوئی ہوتی تھی ظاہر میں ان اشعار کا یہ اثر ہوا کہ جن لوگوں نے شمس کو تکلیف پہنچایا ارادہ کیا تھا انہیں سخت شرمندگی ہوئی اور سب نے مولانا کی خدمت میں آکر ان سے معافی کی درخواست کی مولانا نے شمس کو واپس بلانے کی نسبت مشورہ کیا لیکن بہت دیر تک روک کر ہوئی کے بعد آخری رات یہ ہوئی کہ کچھ لوگ و مشتق چاہیں اور شمس کو راضی کر کے لے آئیں عام رات سے سلطان ولد جو مولانا کے سر سے



بڑے صاحبزادے تھے اس چھوٹے سے گروہ کے سردار بنے مولانا نے شمس کے نام ایک منظوم خط لکھا جس میں انہوں نے سوز و گداز کے لہجہ میں ہجر کی بے تابیاں لکھیں اور ساتھ ہی واپس تشریف لانے کی درخواست بھی کی اور سلطان ولد سے کہا کہ اسے خود اپنے ہاتھ سے پیش کریں وہ منظوم خط یہ ہے۔

بہ خدائیکہ در ازل بودہ است  
نور او شمعہائے عشق افروخت  
از یکے حکم او جہاں پر شد  
در طلسمات شمس تبریزی  
کہ ازاں دم کہ تو سفر کردی  
ہمہ شب ہنچو شمع مے سوزیم  
در فراق جسمال تو مارا  
آں عنان را بدیں طرف برتاب  
بے حضورت سماع نیست حلال  
یک غزل لے تو بھی گفتہ شد  
بس بد وقت سماع نامہ تو  
شام از نور صبح روشن باد  
ان اشعار کے ساتھ ایک غزل بھی بھیجی جس میں کل پندرہ شعر تھے جن میں سے چند شعر یہ ہیں۔

بروید اسے حریفان بکشید یارار  
اگر او بخسد گوید کہ دم دگر نیاید  
حاصل کلام یہ سب لوگ دمشق پہنچے اور شمس کی خدمت میں جا کر نہایت ادب اور احترام سے آداب بجالائے اور پیشکش منظوم خط سمیت پیش کیا شمس مسکرائے اور کہا کہ سع بام بودا نہ نگیزند مرغ دانہ را بہ اور پھر فرمایا کہ ان باتوں کی کچھ ضرورت نہیں صرف مولانا کا خط کافی ہے۔ شمس نے کچھ دلوں تک اس



قافلہ کو ہمان رکھا اور آخر سب کو ساتھ لیکر قونیہ کی راہ لی سلطان ولد شمس کے رکاب کے ساتھ ساتھ پیادہ پا قونیہ تک آئے اور سب لوگ سوار یوں پر تھے اور صحرایہ مولانا کو خیر ہوئی تو انہوں نے اپنے تمام مریدوں شاگردوں اور دوستوں کو ہمراہ لیکر بڑی دہوم دہام سے انکا استقبال کیا اور بڑی شان و شوکت سے لائے مدت تک بڑے زور و شور سے ان دونوں بزرگوں کی صحبتیں گرم رہیں اور مولانا ان سے فیض باطنی حاصل کرتے رہے :-

اس واقعہ کے چند روز بعد حضرت شمس نے مولانا کی ایک پروردہ کے ساتھ جس کا نام کیمیا تھا شادی کی مولانا نے شمس کی رہائش اور قیام کے لئے اپنے مکان کے پاس ایک خیمہ نصب کرادیا مولانا کے دوسرے صاحبزادے علاؤ الدین جب کہی مولانا سے ملنے کیلئے آئے تو حضرت شمس کے خیمے میں سے ہو کر آئے۔ شمس کو ناگوار ہوتا چند دفعہ متع کرنے پر بھی وہ باز نہ آئے علاؤ الدین نے بات کا بتنگڑ بنا کر لوگوں سے اس کی نسبت کہنا شروع کیا لوگوں کے دلوں میں پہلے ہی سے حسد کی آگ فروزاں تھی انہوں نے موقع کو غنیمت جانا اور غلط خبریں مشہور کر دیں آخر جب یہ مخالفت کی آگ خوب بھڑک گئی تو شمس نے ارادہ کیا کہ اب کی دفعہ جا کر پھر کہی واپس نہ آئیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور دفعہ غائب ہو گئے مولانا نے جنہیں انکے بغیر کسی طرح کل چین نہیں پڑتا تھا ان کے ڈھونڈنے کے لئے ہر طرف آدمی بھیجے لیکن ان کا کہیں پتہ نہ ملا ان کی ناکامی کو دیکھ کر مولانا نے اپنے مریدوں اور دوستوں کو ساتھ لیکر ان کی تلاش کا عزم کیا و مشق کو ان کا مسکن اور رہائش کی جگہ خیال کر کے وہاں چند روز ٹھیکے کر اور ہر وقت ان کی تلاش میں آدمی بھیجے لیکن اب کی دفعہ بھی ناکامیابی نے منہ دکھایا اور مجبوراً قونیہ کی طرف مراجعت فرمائی :-

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت شمس کی زوجہ محترمہ کیمیا خاتون ایک دفعہ بلا اجازت

لے تقریباً تمام تذکرہ نویسوں کی رائے یہ ہے کہ حضرت شمس کو مولانا کے بعض مریدوں نے قتل کر ڈالا اور ان کی اس سازش میں مولانا کے صاحبزادے علاؤ الدین محمد بھی شریک تھے لیکن صاحب نفحات الانس راوی ہے کہ وہ علاؤ الدین محمد کے ہاتھ سے قتل ہوئے واللہ اعلم



! جس طرح کی تئیں ان کی اس حرکت نے حضرت شمس کو ناراض کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تین دن بیمار رہ کر انتقال کر گئیں۔ ان کی وفات کے بعد حضرت شمس دمشق واپس تشریف لے گئے۔

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حضرت شمس سے مولانا کی ملاقات بمقام قونیہ دسمبر ۱۲۴۲ء میں ہوئی۔ اور جوں جوں زمانہ گزرتا گیا تو ان کے ذوق و شوق کی صحبتیں اور زیادہ گرم ہوتی گئیں اور آخر کار مارچ ۱۲۴۳ء میں شمس کی ناگہانی موت نے ان پرانی صحبتوں کو ہمیشہ کے لئے دھسم بر دھسم کر دیا۔ اس حساب سے مولانا اور شمس کی صحبت نکل پندرہ مہینے رہی۔

شمس تبریزی کی وفات کے بعد مولانا کی حالت بالکل بدل گئی۔ وہ ان کی حیدرانی میں ہر وقت بقیار رہتے تھے۔ آخر کار صلاح الدین زرکوب کی صحبت سے انہیں کچھ تسلی ہوئی اور پہلی ہی تمام بتیا بیاں جاتی رہیں۔ اسی زمانہ سے شمس کی ابتدا پڑنی شروع ہوتی ہے۔

سٹرنگلاس جنہوں نے دیوان شمس تبریزی کی بہت سی غزلوں کا ترجمہ کیا ہے۔ اپنے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔ کہ شمس تبریزی نسبتاً عالم نہ تھے لیکن ان کے روحانی جوش نے جس کا دار و مدار اس یقین پر تھا کہ میں خدا تعالیٰ کا مظہر اور اس کی زبان ہوں۔ ان تمام لوگوں پر جو ان کے دائرہ عقیدت و ارادت میں داخل ہوئے۔ جادو کا سا اثر کیا اس بات میں اور دیگر بہت سی باتوں میں مثلاً جوش ناداری اور ناگہانی موت کے معاملہ میں شمس تبریزی بالکل سقراط سے ملتے جلتے ہیں۔ ہر دو بزرگ پنویخیالات کا اظہار نہایت اچھے اور مناسب الفاظ میں کیا کرتے تھے۔ علوم ظاہری کی کمی دلوں کے مغرور کرنے کی ضرورت اور محبت کی قیمت پر دونوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ لوگوں نے اس دانائی اور خسلاق کی جس سے کہ ہم ایک حکیم اور عارف۔ تمیز کر سکتے ہیں کچھ قدر نہ کی۔

ایک دیوان جس میں تقریباً پچاس ہزار اشعار ہیں شمس تبریزی کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ بڑی سخت غلطی ہے اور عوام کے اس غلطی میں بڑھنے کا

لے لڑی ہٹری آف پرستہ۔



سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ مقطع میں عموماً شمس تبریزی کا نام آیا ہے اور خال خال مولانا کا نام ہے۔ اس لئے عوام کو دھوکا ہوا اور وہ اسے شمس کا دیوان سمجھنے لگے۔ لیکن ان کے نام کے مقطع میں آنے کی اصلیت یہ ہے کہ مولانا جو فنا فی الشیخ تھے اپنی ایک ایک بات کو شمس سے تعبیر کر کے کہتے ہیں کہ یہ انہیں کے فیض اور جوش کا نتیجہ ہے۔ فرماتے ہیں

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریزی نہ شد  
دیوان کی نسبت یہ ہے کہ وہ مولانا کا کلام ہے کیونکہ اول تو شمس تبریزی کا نام تقریباً  
تمام غزلوں میں اس حیثیت سے آیا ہے کہ مرید اپنے پیر سے خطاب کر رہا ہے۔ یا  
غائبانہ اس کے اوصاف بیان کرتا ہے "مثال کے لئے یہ شعر ملاحظہ ہوں  
بیاسا قی عنایت کن تو مولائے رومی ا غلام شمس تبریزم تسلند دار مسیگردم

شمس تبریزی توئی خورشید جاں در چہاں انوار چونت یافتہم  
 خود سکر خود مولانا فرماتے ہیں۔ کہ یہ کلام اُن کا نہیں ہے۔ اس کی تائید میں  
 مولانا کا یہ شعر ملاحظہ ہو۔

چوں غزلے بسر برم ختم کنم شمس دین اہل زمین از حلقے سر نہ پند بر شرف  
نیکلسن دولت شاہ کی زیبائی بیان کرتا ہے کہ مولانا نے اکثر غزلیں شمس کی  
غیر حاضر ہی میں لکھیں اور رضا قلی خاں کا خیال یہ ہے کہ وہ شمس کے فراق میں  
تقصیف کی گئیں۔ لیکن مسٹر نکلسن کی اپنی رائے یہ ہے جو غالباً زیادہ درست  
معلوم ہوتی ہے کہ دیوان کا کچھ حصہ شمس تبریزی کی حیات میں لکھا جا چکا تھا لیکن  
زیادہ حصہ بالبعد کا ہے۔

مشرق میں دیوان کی نسبت ثنوی کا مطالعہ زیادہ کیا جاتا ہے۔ لیکن اہل یورپ کے نزدیک ادب چینیٹی (Chinity) و مختلف (Ming) اور شاعرانہ لحاظ سے اس کا پایہ بہت بلند ہے اگر افلا کی روایت درست ہے تو مولانا کے بڑے بڑے ہم عصروں کی رائے یہ تھی جس میں شیخ سعدی بھی شامل ہیں کہ مولانا کا کلام بہت اعلیٰ درجہ کا ہے۔ ایک دفعہ جب شہزادہ شیراز نے شیخ سے ایک ایسی غزل جو خیالات اور زبان



کے لحاظ سے زبان فارسی میں لاثانی ہو بھیجنے کی درخواست کی تو سعدی نے دیوان  
مولانا روم سے ایک غزل انتخاب کر کے شہزادہ کی خدمت میں بھیجی۔ اور ساتھ ہی  
یہ لکھ بھیجا کہ اس سے بہتر غزل نہ تو کبھی پیشتر لکھی گئی ہے اور نہ آئندہ زمانے میں  
لکھی جائے گی۔ کاش اگر میں روم میں جاسکتا تو ان کے پاؤں کی خاک اپنی پیشانی  
ملتاؤں اس غزل میں ۲۰ شعر ہیں جن میں سے چند شعر یہ ہیں۔

ہر نفس آواز عشق میر سدا ز چہ راست مابہ فلک میر ویم - غم ترا شاگرد است  
مابہ فلک بود ویم و ز ملک افروں تریم باز ہماں جار ویم باز کہ اس شیر است  
بخت جواں یار ما - دادن جاں کار ما قافلہ سالار ما فخر جہاں مصطفیٰ است  
از یاد و مہر گافت دیدن او بہتافت ماہ چہیں بخت یافت او ش کمینہ گد است  
بوسے خوش این نسیم از شکن لفا ورت شمشاد آفتاب زرخ چوں افشا است  
نوبت لطف و رضا است نوبت جود و عطا نوبت فضل و سخا است فکر صفا و صفا  
از سر تیر یافت شمس حق و گفتشش

نور تو ہم متصل با ہم ہم جدا است

اہل یورپ جس ذوق و شوق سے دیوان کا مطالعہ کرتے ہیں اُس سے صاف طور پر  
ظاہر ہوتا ہے کہ مشرق کی نسبت مغرب میں دیوان زیادہ مقبول نظروں سے دیکھا  
جاتا ہے مقبولیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ یورپ میں مختلف زبانوں میں  
اس کے متعدد ترجمے چھاپے گئے ہیں۔ انگریزی میں مسٹر آکسلے نکلسن کا ترجمہ زیادہ پسند  
کیا جاتا ہے اور لایق مصنف نے انگریزی دیوان کے شروع میں تمہید اور آخر میں غزل  
اور قصیدات شامل کیے ہیں جس سے کتاب کی شان بہت بڑھ گئی ہے +

ملتان شمس تبریزی کی نسبت یہ معلوم کرتا بھی دل چسپی سے خالی نہ ہوگا کہ معتبر ذرائع  
سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پنجابی سوداگروں کے بزرگ بھی انہیں شمس کی کوشش  
سے مسلمان ہوئے تھے پنجابی سوداگر ہندوستان کے تمام شہروں میں اعلیٰ درجہ  
کے خوشحال تجارت پیشہ لوگ ہیں اور مذہبی جذبات میں بہت کچھ حصہ لیتے ہیں  
عالمگیری ہسٹری آف پشیا



شمس تبریز ملتانی کی تحریک سے ان اسلامی میلان پیدا ہوا اور مابعد کے فقرائے  
اس میلان کو استوار کر دیا اگر شمسی ہندوؤں کے لئے بھی کوشش کی جاتی تو  
آج وہ ایسی ادھر حالت میں نہ رہتے کہ ہندو میں نہ مسلمان اب بھی مشائخ و  
فقاہ کو موقع ہے کہ وہ اس ضروری کام کی طرف توجہ کریں۔ حسن نظامی

**یوگراج گوگل** یوگراج گوگل ایک عجیب دوائی مقوی دماغ و مصفی خون  
اور دفع ضعف معده ہے علاوہ بریں اس کے کھانسی  
درد جوڑ و اعضا درد کمر اور عام کمزوری رفع ہو جاتی ہے اعضا کا اگر جاننا دیکھ جانا دیکھنا  
و دیگر امراض ریح دور ہوتے ہیں خون جھین کے درد سے آنے یا کم آنے اور مرد و عورت  
دونوں کے امراض متعلقہ کو رفع کر کے ان کو اولاد پیدا کرنے کے قابل بنا دیتا ہے اور  
ایام ضعیفی کو جلد آنے نہیں دیتا یوگراج کی بات ڈاکٹر ڈنڈن ڈاکٹر پورڈ ڈاکٹر ویک جہان فاریکو گرافرنڈیکا  
نامی اپنی کتاب جلد اول صفحہ ۳۰۳ پر تحریر فرماتے ہیں یوگراج گوگل نہایت ہی مشہور مقوی دوائی ہے پیچ کے  
درد اور دماغی بیماریوں میں استعمال کیا جاتا ہے قیمت فی پیکیٹ ۴۴ روپے (علاوہ محصول

**اصلی میرہ کا** اصلی میرہ کا نہ صرف بصارت تارکے چشم و جند  
جالا پڑوال عتبار پھولا سرخی پانی بہنا بخارش  
چشم وغیرہ کے واسطے بفضل خدا شہ طیب

حکیم فیض ہے سوڈنڈوں اور قانون پیشہ اصحاب کے لئے یہ سرمہ ایک عجیب تحفہ ہے  
جو صاحب اس کو اپنا معمول بنا دینگے انشاء اللہ عمر ہر آنکھیں کبھی خراب نہونکی جوانی کی عمر میں تو  
لوگ اس کا استعمال کرتے رہیں گے۔ وہ بوقت پیری اپنی آنکھوں کو جوانی سے بہتر بنائیں گے  
قیمت فی تولہ سیاہ و در دیے دماغی تولہ سفید (علاوہ محصول)

**المشاہد**

ملک محمد الدین مالک ایڈیٹر صوفی پنڈی بہاوالدین ضلع

گجرات پنجاب



# آب حیات

نے جبقہ نام پایا ہے اسکی مکمل تشریح کیواسطے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے عام طور پر ہر ایک انسانی بیماری کے دفعیہ کیواسطے یہ اکسیر اعظم ہے طفرہ نویسی کہ اسکا انخوڑا ظاہر ہوتا ہے سر و ہر قسم بخونہ و روتخ۔ وجع المفاصل بواسیر تقریں معدہ کا ہر قسم کا درد اور فساد و قلعج ہر صنف طاعون پہوڑا پھنسی کان اور دانت کے درد اور ضعف بصارت ضعف یاہ نامردی نقوہ فالج سوزاک تشک بخار ہر قسم مارگزیدہ وغیرہ امراض کے لیے اکسیر ثابت ہوا ہے نامردی کے لئے اعلیٰ درجہ کا طلا ہے آب حیات جس گھڑی میں موجود ہے ایک حکیم حاذق موجود ہے جس جیب میں موجود ہے وہ تمام بیماریوں سے محفوظ ہے جس حکیم کے پاس اسکو اور ادویات تیار کرنے یا کرانے کی ضرورت مطلق نہیں ایک شیشی میں پچاس بیماریوں کے لئے دو سو قتی ہی آب حیات کے مقابلہ میں ادویات کے وزن کی یکس فضول میں سفیر یا وہیات پھر وہاں حکیم یا ڈاکٹر نہیں مل سکتا یہ لغت عظمیٰ ہی بڑے بڑے نامی حکیم اور ڈاکٹر اسکا استعمال سے پانچ کے پچاسل بتا رہے ہیں ناواقف آدمی اسکو استعمال کر کے پورا حکیم بن سکتا ہے اور اپنی آمدنی کو دس گنا بڑھا سکتا ہے آب حیات ہر ایک دہات کا کثرت ہوتا ہے یا لکائی گولی بن سکتی ہے یہ تیل صرت بوٹیوں کا تیل ہی قیمت فی شیشی (۵۰) علاوہ محصول اٹک نمونہ کی دوا ۱۰۰ علاوہ محصول اٹک۔ اگر آب حیات بموجب تعریف اشتہار کی اکسیر ثابت نہ ہو تو آپکے ایک بار کا ہر دیکھنے سے بغیر کسی شہادت کے قیمت فی شیشی کی سو ایک روپیہ رائد بطور جانر ہر لیو مینی آڈر والیں کر دو گا خجھر الدین رقم خود۔ نوٹ اپنے قلم سے یہ دستخط کر کے مینا نوٹا پائید اور فہوار ہو گیا ہوں آب حیات بموجب اشتہار ثابت نہونکی صورت لیں بلا حیل و حجت قیمت معہ سر حاتم دید عایت۔ انہی تین شیشیاں طلب کر نیوالو کو محصول اٹک معاف چہ شیشی کے خریدار کو نمونہ کی چھوٹی شیشی موت آب حیات کی تعریف میں زمانہ استفادہ سریفٹ موصول ہوئے ہیں جسکے اندر راج کے لئے کئی ضخیم جلدیں بھی نا کافی ہیں۔

المستحق ملک محمد الدین ان ایڈیٹر و مالک صفی پٹری بہاؤ الدین ضلع گجرات پنجاب



# نکسلیمانی

جس اصل مستند نسخے اور خاص ترکیب سکیم نکسلیمانی تیار کرتے ہیں اس کو کسی نے نہیں پایا ہے  
اس نسخے نقلی اور مصنوعی نکسلیمانی جو اس کی تقلید میں تیار کئے جاتے ہیں اسکے فوائد و تاثیر  
کو برابری نہیں کر سکتے ہزار اشخاص اس میں بیمار بچاؤ کی آزمائش کر چکے ہیں ہمیشہ کامیابی کے  
ساتھ فائدہ ہوتا ہے۔ یہ اصل نکسلیمانی پانچمہ کی تمام شکایتوں کو دور کر کے معدہ کو قوی  
کرتا ہے اور بدن میں خون اصل بخ باقراط پیدا کر کے تندرستی کو بڑھاتا ہے اور امراض قبل  
میں تیر ہدف فائدہ بخشتا ہے دائمی قہقہہ بد ہضمی شکم میں درد اور نفخ ہو جانے کی آہستہ  
یعنی بھوک نہ ہونا کھٹی ڈکار آنا سیتہ جینا۔ منہ سے بد مزہ بانی چھوٹنا طحال یعنی تپ تلی ضحہ  
معدہ و بانی امراض ہیضہ۔ تحمہ۔ اسہال پیش۔ بواسیر۔ درد گردہ۔ درد کمر۔ اوجاع و اورام  
مفاصل۔ یعنی گھٹیا۔ درد سر۔ درد نصف بصر۔ کلی باہ یعنی نامردی جریان یعنی وراثت تلی ہونا۔  
آتشک اور جلدی امراض جیسے سفید داغ۔ و درڑے و غیرہ اور دیگر امراض ظہری و باطنی میں مثل  
توباق کے حکمی تاثیر کرتا ہے بچوں کو دانت نکلنے کی حالت میں نہایت نفع پہنچاتا ہے عورتوں کی خاص  
بارمی ان کے ایام ماہواری میں کسی قسم کا خلل ہو تو فائدہ کثیر بخشتا ہے بھوک بڑھاتا ہے اور غذا کو  
فوراً ہضم کرتا ہے جس کے باعث انسان کے جسم میں خون معمول سے زیادہ پیدا کرتا ہے اور جسم کی سستی  
اور غلگاہ اور رہتی ہے اور طاقت و دانگی بڑھاتی ہے فساد خون زائل کر کے رنگ بدن کو صفا و شفا  
رکھتا ہے قلب کو قوت اور فرحت بخشتا ہے پر مردہ طبیعت کو خورد رکتا ہے اور بچہ کو فکر و زائل کرتا ہے  
اور معدہ کی تمام غریبوں کو دور کر کے اسکی قوت کا محافظ رہتا ہے ہیضہ اور طاعون کے دلوں میں  
اسکے استعمال اسیر کا کام دیتا ہے ہر ایک گھر میں اصل سکیم نکسلیمانی کی شیشی موجود رکھنا نہایت مناسب  
ہے اس کو قہر جادو کا اثر ہوتا ہے قیمت فی شیشی ۱۲ زمین شیشی (ع) علاوہ محصول ڈاک

المشتر مالک محمد الدین آوان پٹی مالک ایڈیٹر صوفی پنڈی

بہاؤ الدین ضلع گجرات پنجاب



## چشمہ فیض

آنکھیں خواہ کسی قدر دکھتی ہوں اس کی ذرا سی چٹکی ڈالنے سے فوراً آرام آجاتا ہے ایک شیشی میں دوسو بیماریوں کے لئے دوائی ہوتی ہے بچوں اور جوانوں اور بوڑھوں کے لئے یکساں مفید ہے قیمت فی شیشی صرف دو روپے (ع) مفت تقسیم کرنے کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

## محافظہ دندان

دانت مشین خدائی ہیں ان چیزوں کا جن سے ہمارے جسم کی پرورش ہوتی ہے غذا وغیرہ تمام دنیا کی نعمتیں جو بعد میں داخل کریں ان کی درستگی ابتداء میں دانتوں سے ہوتی ہے پس ان کو ہر وقت درست رکھنے کی فکر رکھیں اس سے دانت ہلنے دانت مضبوط ہوں گا گوشت درست خون آنا بند بدیو میل دور دانت گرنے سے محفوظ اور کثیر انہیں لگتا اور ہمیشہ موتیل کی طرح چمکدار رہتے ہیں قیمت ہم تو صرف ایک روپیہ (ع)

## بال اڑانے کا پوڈر

نرم سے نرم جگہ پر بھی بے ضرور اور بلا تکلیف بال اڑائے جاسکتے ہیں جلد شل شیم کے صاف اور ملائم نکل آتی ہے چونکہ ہر تال اس میں نہیں ہے قیمت فی پیک صرف چھ آنہ (۶)

المشہر ملک محمد الدین آوان پستی مالک و ایڈیٹر صوفی  
پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات پنجاب



کثرت پیشاب کو حکماء یونان دیابیطس اور ڈاکٹر ڈیابیطس کہتے ہیں  
جن لوگوں کو بار بار پیشاب آتا ہے اکثر تو اس میں شکر کے اجزا  
پائے جاتے ہیں ایسے بیماروں کو تشنگی زیادہ ستاتی ہے پیشاب  
کیڑے جمع ہو جاتے ہیں قوت باہ گھٹ جاتی ہے نیند خراب  
منہ کا ذائقہ بد مزہ پانی کو دل ترستا ہے اعضا اور دل کمزور ہونے

دیابیطس

سے نیند خراب اعضا شکنی اور ماتھ پاؤں میں بیہوشی کا غلبہ آنکھیں کمزور رقت کی کوئی  
حد نہیں رہتی جسم دن بدن ڈبلا ہو کر سوکھتا چلا جاتا ہے جس سے زندگی خاتمہ ہو جاتی ہے  
جن لوگوں کو پیشاب کی زیادتی شروع ہو وہ فی الفور علاج نکریں تو ان کا یقین کر لینا  
چاہئے کہ یہ مرض جب جڑ پکڑ جائے تو پچھلے علاج ہو جاتا ہے اسی واسطے مرض دیابیطس  
والا چونکہ زیادہ دن زندہ نہیں رہ سکتا اس لئے یہ کمپنیاں اس کا بیمہ نہیں کرتیں یہ  
گولیاں مرض کو دور کرنے کے علاوہ قوت زہنی شدہ بحال کر دیتی ہیں کثرت  
پیشاب رک جانے سے مرد بچاتا ہے اور تمام کلیفیں دور ہو کر پیشاب سے  
شکر کم ہو جاتی ہے۔

دیابیطس میں وہ لوگ زیادہ مبتلا ہونیکے قابل ہوتے ہیں جو لوگ

لحم شحم فریہ خواہ مخواہ مرد آدمی اور میانہ قدمی پلاڈر اینوالے بستر پر بیٹھ کر عیاشی کرنے  
والے ہیں اس مہلک مرض اور کارِ بکل یعنی سرطان سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو ان گولیوں  
کا چند روز استعمال کرو بیسیوں مریض صحت یافتہ جنکو دن اور رات میں دس پندرہ دفعہ  
پیشاب آتا تھا موجود ہیں جو ان گولیوں کے استعمال سے تندرست ہو چکے ہیں  
قیمت فی کس تین روپے (دس)

المشاہدہ

ملک محمد الدین آوان مالک واپڈیڑھو فی پٹیڑی بہاؤ الدین

ضلع گجرات پنجاب



# خضاب لا جواب

افسوس ہے کہ اکثر لوگوں نے خضاب کے اتھار ویدیکر اپنی الفاظی اور چھوٹے دعوؤں کے ذریعہ پبلک کو بدظن کر دیا ہے ہمارا یہ دعویٰ تو ہرگز نہیں ہو سکتا کہ خضاب لا جواب کے ایک دفعہ کے لگانے سے ہی سفید بال سیاہ ہو کر عمر بھر کے لئے چھسکارا ہو جاتا ہے بلکہ ہم اس کی واجبی تعریف ناظرین کی خدمت میں بلا پس و پیش درج کرنے میں اور یقین اتنے میں کہ اگر آپ کو کسی بلا نقص خضاب کی ضرورت ہے تو یہی خضاب ہے جو سفید بالوں کو تھوڑی دیر میں قدرتی سیاہ رنگ دیتا ہے بال مثل ریشم کے نرم رہتے ہیں اور لطیف یہ ہے کہ اسکے لگانے پر بیشتر جتنے بال سفید ہونگے اتنے ہی رہیں گے پھر سفید نہ ہو جائے ہمارا دعویٰ ہے کہ اس خضاب کے برابر دنیا بھر میں اور کوئی خضاب آختک ایجاد نہیں ہوا اہل ملک نے اس خضاب کی خوبیوں کا اندازہ کر لیا ہے آختک کہیں سے بھی ہمیں کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں ملا خضاب لا جواب کی تصدیق میں صرف معززین کے ہزاروں خطوط موجود ہیں چنانچہ اکثر نامی گرامی اصحاب نے اپنا پند فرما کر ہمیشہ کے لئے اس کی خریداری منظور فرمائی ہے یہ خضاب نامی گرمی و سردی و جاگیر داران و فوجی لوگوں کی خدمت میں بکثرت جاتا ہے پس اگر مہندی و سمہ کی تکلیف اور نقصان سے بچنا اور بلا تکلیف سفید بالوں کو سیاہ کرنا چاہتے ہیں اور پیری میں جوان بننے کی خواہش ہے تو خضاب لا جواب بہر شباب کو آزمائشاً ایک دفعہ ضرور منگوائے قیمت فی بکس صرف دو روپے آٹھ آنہ (۷۰)

**مطبوع دافع آشک** یہ دوائی خون سے زہر کے اثر کو دور کر کے اسکو خطرہ کو دور کرتی ہے جو آشک کے بیماروں کیلئے گھات میں بیٹھی ہوتی ہیں اس دوائی ہی امید سے بڑھکر لوگوں کو فائدہ پہنچا ہے اسکے استعمال سے نہ صرف آشک دور ہوتا ہے بلکہ عام صحت پر بڑا اثر پہنچتا ہے لطف یہ کہ نہ منہ آتا ہے نہ قے زخم خود بخود خشک ہو جاتے ہیں قیمت فی بکس دو روپے (۷۰)

المشتہر مرکز محمد الدین آوان لاک ڈیٹری صوفی شہیدی بہاؤ الدین صاحب



# نامردوں کو خوش خبری

ہو مزدور ان مریضوں کو جو باہ کی جستجو میں ہیں  
جوان غلط جوانی سے ہوتے ہیں مثل مردونکے  
کھلا ہے کارخانہ نقل سے مولائی ارحم کے  
امیروں کے لئے وقت حصول خواہش دل ہر  
علاج از کار رفتہ کا یہاں دلخواہ ہوتا ہے  
نبا دیتا ہے پورا مرد نامردوں کو چٹکی میں  
ہمیں بیلک کی ہے بس خیر خواہی جوش زن ملیں :

طلہ بہتر از طلا  
خلق وغیرہ کے سبب جن کے اعصاب عروق سست ہو گئے ہوں  
جڑ پٹی ہو گئی ہو دامن یا تیں جانب کو کچی ہو انتشار کامل نہ ہوتا ہو اور  
اولاد پیدا کرنے کی قابلیت نہ رہی ہو۔ اور اپنی قوائے کو برباد کر کے مارے مارے پھرتے ہوں  
اور بوجہ نداشت و شرمساری اپنے شہر کے اطباء سے علاج نہ کرا سکتے ہوں۔ اور پوشیدہ  
طور پر صحت کے متلاشی رہتے ہوں ان کے لئے ایک ایسا طلا و تیار کیا گیا ہے جو تمام شکایات  
کو رفع کر کے مرد کامل نبا دیتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ قیمت فی شیشی دو روپے (چار اسکا  
آبلہ و سوزش یا نکل نہیں ہوتی) :

مقوی بے بہا  
مذکورہ بالا طلا کے ہمراہ داخلی علاج بھی لازمی ہے کیونکہ اندر کے  
نظام عصبی اور اعضا و شریفہ میں بگاڑ ہو گیا ہے وہ بغیر اندر رکھنے  
کی دوائی کے درست نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کارخانہ ہذا کا تیار شدہ مقوی بے بہا  
بھی جو تمام اندرونی کمزوری و فساد کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ استعمال کرنا ضروری  
ہے قیمت مقوی بے بہا تین روپے (ستے) اپنا مزاج و عمر ضرور لکھتے گا ورنہ دوائی  
ارسال نہ ہوگی۔ پتہ صاف اور خوشخط تحریر فرما دیں :

بوجہ عدم گنجائش صرف چند تصاویر پیش ناظرین کی جاتی ہیں

حکیم مخدوم محمد اعظم صاحب سند یافتہ مدرسہ طبیہ دہلی حکیم شاہی ریاست بیلہ



ملک بلوچستان فرماتے ہیں۔ مقوی بے بہا و طلا رہنما از طلا ایک ایسی ایجاد ہے جسکی بابت  
انسان عطف شدہ زندگی کو خوشگوار و کامیاب بنا سکتا ہے میں نہایت زور سے کہہ سکتا ہوں  
کہ ایسی مفید اور سریع الاثر دوائی کو نوجوان غنیمت سمجھیں کیونکہ میرے تجربہ سے دفعہ نامردی  
کے لئے نہایت مفید ثابت ہوئی ہے جناب حکیم تاج محمود صاحب مدہ راجھ فرماتے ہیں  
آپ کا ایجاد کردہ طلا و مقوی بے بہا کو آتم بائیسے پایا میں نہایت سچ الفاظ میں اس کے مفید  
ہونے کی شہادت دیتا ہوں: جناب ڈاکٹر لالہ بچیت رائے صاحب منہد لوالی سے  
لکھتے ہیں۔ مقوی بے بہا کے اجزاء بہت قیمتی اور نایاب ہیں اسلئے اس کے استعمال سے بدن  
انسان میں نہایت قیمتی جوہر پیدا ہونے کی نسبت مصمم توقع ہو سکتی ہے: جناب قریشی الدین  
صاحب شلخوان ڈسٹرکٹ جج بہادر لایل پور سے فرماتے ہیں آپ کا کبس مقوی بے بہا و طلا  
ایک دوست کے لئے منگوایا تھا بہت اکسیر ثابت ہو۔ واقعی مردہ کو زندہ کرنے والا  
جناب لالہ بھگوان داس صاحب ایجنٹ لالہ رام داس صاحب پلیڈر ساہیو رکھتے  
لکھتے ہیں آپ کا مقوی بے بہا و طلا کو از مایا بہت فائدہ مند نکلا براہ مہربانی ایک کبس اور  
مرحمت فرما دیں: جناب بابو بشنر ناتھ صاحب نوٹو گرافر نرولی یوگنڈا ریلوے فرقیہ  
ارقام فرماتے ہیں آپ کا کبس مردی بیٹے فوراً استعمال کیا فائدہ میں لاثانی نکلا میں آپ کو  
ایجاد پر مبارکباد دیتا ہوں: جناب لد صاحب ٹھیکہ دار بمبئی اسٹیشن کھلے  
کھلے سے لکھتے ہیں آپ کا مقوی بے بہا و طلا استعمال میں لایا گیا۔ سچ میج۔ نامرد کو مرد کرنے  
والی چیز ہے

اہل اسلام کے انواع واقسام کے صدف کھانے  
**خوان نعیم** پلاؤ زردہ۔ قورمہ۔ مربہ۔ چٹیان اور حصہ قسمک  
گوشت پکانے اور اچار کی ترکیبیں درج ہیں ۱۰۴ صفحہ قیمت ۸/-

المشہور

منیجر سال صوفی پنڈی بہاولدین  
گلبرگ ضلع گجرات



# تیرہدف دوائیں

**حبوب بوا سیر** بوا سیر بھی ہے مرض سخت نازک + بہت جلد لازم ہے اسکا تدارک  
اسے چند دن کھا کے پاؤ گے صحت + رہیگی نہ پھر کوئی باقی شکایت عر بوا سیر ام الامراض  
ہے اس کا تدارک کرنا چاہئے کیا یہ جبری بات نہیں کہ چوترا لہو لہان دیکھیں اور پاجامہ  
خون آلودہ ہماری گولیاں دافع بوا سیر خونی و بادی و رخی و سادی خواہ کسی قسم کی ہوا  
اس سے حکماً دور ہوتی ہے مسوں کی ٹیس خون کا جانارک جاتا ہے - قیمت فی  
بکس دو روپے (ع)

**حبوب دفع سوزاک** { سوزاک و قرحہ کی حکمی دوائی خواہ کیسا ہی پرانا سوزاک  
و قرحہ ہو اس کے استعمال سے بفضل خداوند تعالیٰ صحت  
ہو جاتی ہے یہ دوائی ایسی مفید ہے کہ اس کے بہت سے سٹریکٹ ہمارے پاس موجود  
ہیں مگر ان کا شائع کرنا اپنے مرہیوں کے رازوں کا شائع کرنا ہے اس لئے ہم ان  
سٹریکٹوں کو شائع نہیں کرتے - قیمت فی بکس دو روپے (ع)

**سفوف طحال** { طحال یعنی تلی کو دور کرتا ہے جگر ٹھہ گیا ہو تو درست کر دیتا ہے پیٹ  
کے گولے اور بھس کو مٹاتا ہے ضعف معدہ بادی بوا سیر و نفخ  
شکم کیلئے مفید ہے قیمت فی پکیٹ تین روپے (سے)

**سفوف جریبان** - جریبان کی بمبیل اور منظر اعلیٰ اور عمدہ دوائی خواہ کئی سال کا پرانا جریبان  
ہو اس کے استعمال سے بالکل آرام حاصل ہو جاتا ہے خیال میں بیک یونانی اور انگریزی  
ادویات میں کوئی دوائی کیسی مفید اور سریع الاثر نہیں ہے - قیمت فی پکیٹ تین روپے (سے)  
**آنکھ کا پھولا** - آنکھ کی زینت اور چہرہ کی رونق کو بگاڑنے کے علاوہ مینائی بھی کم کر دیتا ہے  
اس دوائی کے استعمال سے پھولا کٹ جاتا ہے قیمت فی شیشی صرف دو روپے (ع)

المشتر ملک محمد الدین آوان مالک ایڈیٹر صوفی پنڈی

بہاؤ الدین ضلع گجرات پنجاب



# کتاب تصوف کا عظیم الشان سلسلہ

## خواجرات کہڑیوں کے مول

مشاہیر اسلام و صوفیہ کرام کے حالات زندگی مرتب کرنے سے یہ فائدہ پیش نظر ہے کہ ہم لوگ بھی ان بزرگوں کے روحانی فیوض و برکات سے فیضیاب ہوں اور یہ کہیں کہ اسلام نے اپنی سادہ اور پاک تعلیم سے قرون اولیٰ میں کیسے کیسے حکماء و شراح اور کس پائے کے اولیاء و اولیاء پیدا ہوئے ہیں۔ ان بزرگوں نے معرفت کے رموز باطنی کو طشت از بام کر دیا اور ان کی بیانتہک اشاعت کی کہ آج ساری دنیا پر شیوخ باطن کی حکومت ہے ان کے نقش قدم پر چلنے والے ان کے حالات سے واقف ہونا ضروری ہے اس لئے کارخانہ صوفیہ نیڈی بہاؤ الدین خلیج گجرات (نہج باب) نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے اور اس غرض سے کہ ہر ایک شخص آسانی سے خرید کر مطالعہ کر سکے قیمت نہایت کم رکھی ہے۔ فی الحال نمبران ذیل تیار ہیں شیائقین خود پڑھیں اور اپنے بچوں اور مستورات کو پڑھائیں اہل ثروت خرید کر غرباء اور مسکین طالب علموں میں تقسیم فرمائیں ہر اس میں رعایتی قیمتیں درج کی گئی ہیں :

۱	حضرت منصور بن حازم ر ۲	۱۳	حضرت بابا فرید گنج شکر ر ۲	۱
۲	حضرت خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی ر ۲	۱۴	حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی ر ۲	۲
۳	حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی ر ۲	۱۵	حضرت عبداللہ بن عمر ر ۲	۳
۴	حضرت امیر خسرو ر ۲	۱۶	حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا عتانی ر ۲	۴
۵	حضرت خواجہ حسن بصری ر ۲	۱۷	حضرت غمخیاں ر ۲	۵
۶	حضرت خواجہ اعظم جیلانی ر ۲	۱۸	حضرت لعل علی الدین ابن عربی ر ۲	۶
۷	حضرت سلمان فارسی ر ۲	۱۹	حضرت شمسباز ر ۲	۷
۸	حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ر ۲	۲۰	حضرت امام شافعی ر ۲	۸
۹	حضرت شیخ سنوسی ر ۲	۲۱	حضرت خالد بن ولید ر ۲	۹
۱۰	حضرت امام بخاری ر ۲	۲۲	حضرت عمر بن عبدالعزیز ر ۲	۱۰
۱۱	حضرت سرمد شہید ر ۲	۲۳	جنید بغدادی ر ۲	۱۱
۱۲	حضرت شیخ بوعلی قلندر بانی تہجد ر ۲	۲۴	حضرت امام غزالی ر ۲	۱۲



۲۵	حضرت امام خلیل ر ۶	۱	۳۲	شمس نظام مولوی محمد حسین آزاد مرحوم	۱
۲۶	سلطان مصلح الدین غازی ر ۶	۲	۳۳	حافظ نذیر احمد صاحب مرحوم	۱
۲۷	حضرت امام ابو نجیب سرور ر ۶	۳	۳۴	خلیفہ حضرت سلطان علی محمد خان غازی	۱
۲۸	حضرت مخدوم علی علاء الدین علی احمد	۴	۳۵	آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان مرحوم	۲
	صاحب کلیری .....	۵	۳۶	نواب محسن الملک ہمدانی علی خان شاہ	۱
۲۹	حضرت شبلی ر ۶	۶	۳۷	شیخ ابو سعید ابو الخیری ہنوی ر ۶	۳
۳۰	حضرت کرشن عظیم	۷	۳۸	راہٹ آنریبل سید امیر علی صاحب	۳
۳۱	غازی عثمان پاشا شیر پونا	۸			

## ایک بڑی رعایت

جو اصحاب ہوا پس ڈاک صوفی کے خود خریدار نہیں۔ ان کو پہلی کتابوں سے کوئی کتاب مفت۔  
 خود خریدار بنائے والوں کو دو۔ اور تین خریدار بنانے والوں کو تین کتابیں مفت بد قیمت دی  
 جاوے گی۔ ۴ کتابوں کے مکمل خریدار سے علاوہ محصور ڈاک رجسٹر لائے جاوے گے۔ ۸ کتابوں کے  
 مجموعہ در شمار ہونے سے زیادہ ہے۔

بریت الرسول و مقررہ نبوی  
 کاپلین یا سطحی نقشہ مدنیہ مشورہ سے بڑی تلاش کر  
 مزاحم کیا گیا ہے اور اب رجسٹری کر کر پانچ رنگوں  
 میں چھپایا گیا ہے۔ آپ صفت میں حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر صوفی کے لئے صرف تین خریدار دیں  
 یہ نقشہ کسی قیمت پر بھی فروخت نہ کیا جاوے گا اگر آپ روغنی نقشہ کے شائق ہوں تو پانچ خریدار  
 دین تین خریدار دیئے والوں کو صرف رنگین نقشہ ارسال ہوگا۔ یہ نقشہ گھر کی زینت اور  
 برکت ہے جسے میں بڑا کر لکھا ہے۔ نہایت عمدہ بڑے سائز پر کھچا ہوا ہے۔ چھ صوفی  
 اطلس

شیخ کارخانہ بکات و صوفی پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات پنجاب



# تصوف کی سرایا رحمت کستابیں

جذب الاصفیاء فی فضائل المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی جناب عربی فداہ روحی امی دانی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل پر ایک صوفیانہ قرآن شریف و حدیث سے تلخیص مصنف صاحب نے آنحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ کے فضائل کو قرآن و احادیث صحیحہ و اقوال بزرگان عظام سے ثابت کیا ہے۔ عاشقان رسول کریم کیلئے ایک نہایت مستند و اعلیٰ درجہ کی کتاب لا جواب صوفیان صفا کیش اس کی خزینا بنائیں و رسالت داریں حاصل کریں قیمت ۱۲۰

القول المقبول فی علم غیب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی جناب نبی عربی فداہ روحی امی دانی صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے پر ایک محققانہ و عمدہ قانہ قرآن و احادیث صحیحہ سے ثبوت مصنف صاحب نے اس کتاب کو نہایت عمدہ طور پر قرآن و احادیث سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت کو علم غیب حاصل تھا پس قابل وید و لا جواب کتاب اعلیٰ درجہ کے سید کا غنچہ چھپ کر تیار ہے قیمت صرف ۱۲۰

عشوی نخعۃ العارفين مع تحفۃ العارفين

یہ دونوں کتابیں سالک حق احمد حضرت شاہ عبدالصمد قدس سرہ نقشبندی مجددی کی تصنیف لطیف ہیں سے تیار و درازان میں سرایا برکت و رحمت میں چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت مصنف کو ان کتب کی تصنیف کیلئے خواب میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوا تھا اور یہی وجہ ان کے مقبول علم و فائدہ مند ہونے کی وجہ دونوں کتابیں نہایت اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر چھاپی گئی قیمت صرف (۱۲۰)

ارو و ترجمہ کتاب علی الفقیر یہ کتاب پیرا سرار الہی عاشقوں کی جان صادقوں کا ایمان حضرت سلطان باہو قادری قدس سرہ العزیز کی اعلیٰ تصنیفات ہے

اس میں مصنف علیہ الرحمۃ نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ مسائل تصوف کو بیان فرمایا ہے جو صاحب علم تصوف کے شائق ہوں ان کا فرض ہے کہ اس درجہ بجا گو خرید فرماویں یہ کتاب نہایت عمدہ خوشخط اردو میں چھپ کر تیار ہو گئی۔ قیمت صرف ۱۲۰

اردو ترجمہ کتاب ہدیۃ القلوب و تحفۃ الارواح یہ کتاب بھی تصوف میں ایک



بیش بہا جو اس پر اور سرایا برکت اور رحمت ہی خدا سے ربط و اتحاد پیدا کر نیوالا اس کو اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کا ذکر اس میں نہ آیا ہو طالبان مولا کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے صوفیائے صفائے کیش اس کو ترجمان بنائیں اور سعادت و آرزو حاصل کریں کتاب قابل دید ہے قیمت صرف (۵۰۰)

اردو ترجمہ کتاب حکم الفقر کہ یہ رسالہ حضرت سلطان بابہو قدس اللہ العزیز کی تصنیف سے ہے اور طالبان مولا کی خاطر اس کا ترجمہ فارسی سے اردو میں کیا گیا ہے اس قابل دید کتاب ہے قیمت صرف (۲۰۰)

اردو ترجمہ کتاب شمس العارفین کہ یہ کتاب حضرت سلطان بابہو کی تصنیف سے ہے سات بابوں پر مشتمل ہے اور ہر ایک باب میں ایک مضمون پر دلچسپ بحث ہے مسائل تصوف کو نہایت تفصیل سے حاصل کیا ہے قابل دید نایاب کتاب ہے قیمت (۸۰)

اردو ترجمہ کتاب نفحات الانس کہ یہ بے نظیر کتاب حضرت مولانا عبد الرحمن اجملی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ تصنیفات میں سے ہے حضرت موصوف کی تصنیف کسی تعریف کی محتاج نہیں اس کتاب میں حضرت نے تمام اولیاء اللہ کے حالات مع ان کی کرامات بتفصیل قلمبند کئے ہیں اور جس طریقہ سے بیان ہوئے ہیں وہ عجیب و غریب ہے کہ ہذا میں مردان خدا کے علاوہ جو خاتون جامعہ اولیاء اللہ گذرے ہیں ان کے حالات بھی حضرت نے نہایت تحقیق سے لکھے ہیں اور اس سے اول تصوف پر ایک زبردست بحث کی ہے نہایت سلیس و محاورہ اردو ترجمہ قیمت (۱۰۰)

مشنوی مراد العاشقین کہ یہ مشنوی ذلیخا ملا جامی کے بحر میں حضرت قدوة السالکین سید مراد علی شاہ صاحب کی اعلیٰ تصنیفات میں سے ہے یہ ایسی دلچسپ اور مقبول و مؤثر نظم ہے کہ اگر کوئی خوش الحان شخص پڑھے تو سامعین فوراً وجد میں آجاتے ہیں اور جوش محبت سے ان پر رقت طاری ہو جاتی ہے مدد مندوں اور عاشقان الہی کیلئے تو گویا خدا سے ملنے کا زینہ ہے قیمت (۶۰)

اردو ترجمہ کتاب رفیق السالکین کہ اس کتاب میں امام العارفین سراج السالکین



اردو ترجمہ کتاب فوق السالکین } اس کتاب میں امام العارفین سراج السالکین  
 (میرزا محمد باقر) صاحب ذوالجلال حضرت میر کمال رحمۃ اللہ  
 المتعال کے مبارک حالات ہیں۔ اس کتاب کا بھی طالب مولائی خاطر اردو ترجمہ کر لیا ہے  
 یہ کتاب مشائخانہ طریقہ نقشبندیہ عالیہ کو علاوہ دیگر سلاسل کے حضرات کیلئے بھی نفع بخش اور قابل  
 مطالعہ ہے قیمت ۷۶

مختصر مجموعہ طائفہ چشتیہ ترجمہ اردو ترجمہ می بطرز مسدس } جس میں  
 باری تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ابوعبید ثریف و درویش شفا اور شجرہ خاندان چشتیہ وغیرہ  
 درج ہیں مترجم نے ترجمہ ہندی نظم میں بطرز مسدس میں خوش سلونی سے کیا ہے  
 جو تعریف کا محتاج انہیں اسکے دو بند مجلس صوفیائے میں پڑھے جائیں تو حاضرین  
 وحید میں آئیں اور سامعین از خود رفتہ ہو جائیں۔ قیمت صرف (۸۰)

اردو ترجمہ چل مکتوب حضرت خواجہ عثمان لٹ دھری نقشبندی

توحید کو جس خوش سلونی سے بیان فرمایا ہے وہ انہیں کا حصہ تھا قیمت (۸۰)

اردو ترجمہ کتاب مجمع الاسرار } جناب پیر بہادر شاہ نے طریقہ قادریہ کے  
 ذکر و ذکر اذکار وغیرہ بھی تفصیل بیان فرمائے  
 ہیں بلکہ بعض عملیات بھی بوضاحت لکھے ہیں اور اسکے ساتھ طریقہ ادیبیہ کے حالات پر نہایت  
 عمدہ بحث فرما کر طالب کی تسلی فرمائی ہے قابل دید کتاب ہے قیمت صرف (۱۰۰)

حیات جاودانی یعنی مناقب و حالات حاضر محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر  
 گیلانی رحمۃ اللہ علیہ زبان اردو } یہ کتاب نایاب جو حضرت غوث حمادی  
 قطب ربانی محی الدین سید شیخ عبدالقادر

گیلانی کے حالات و کرامات و مناقب میں جامع ہے۔ عربی کتاب فلامند الجواہری  
 مناقب شیخ عبدالقادر مطبوعہ مصر کا نہایت سلیس و محاورہ اردو ترجمہ ہے۔ اس  
 کتاب میں حضرت موصوف کے بچپن سے لے کر اخیر تک کے کل حالات مع کرامات



عالیہ نہایت تفصیل کے ساتھ درج ہیں آپ کے علم و فضل کے حالات آپ کے مدرسہ کی کیفیت آپ کے یاران صحبت کی سوانح اور ان بزرگوں کے حالات جو آپ کے زمانہ میں اولیائے کرام میں سے تھے۔ نیز آپ کے شاگردوں کے حالات اور ان لوگوں کا ذکر جن کو جناب عالی مقام سے فیض باطنی نصیب ہوا ہے۔ آپ کے فرزند عالی مقام کے حالات اور شجرہ انساب اس کے علاوہ دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے آج تک اردو زبان میں کوئی ایسی جامع کتاب نہیں چھپی۔ لہذا بیاض خاطر عاشقان جناب غوث الاعظم و طالبان جمال محبوب بانی غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے اس بیش بہا کتاب کو عربی سے اردو میں بصر فزکثیر ترجمہ کرایا گیا ہے قیمت ہر

### اردو ترجمہ کتاب تحفہ قادریہ

اس رسالہ بابرکت میں حضرت شاہ عابدین صاحب سید عبدالقادر جیلانی کے ہیں۔ جناب غوث پاک کے مناقب اور کرامات کو نہایت معتبر روایات سے عجیب دلکش اور پراثر طریق سے قلمبند فرمایا ہے اور تحریر عبارت میں جناب علیہ الرحمۃ نے اپنے سچے عشق اور بیانی کا نہایت پُرورد الفاظ میں ثبوت دیا ہے۔ جس کے مطالعہ سے انسان پر فوری اثر نمودار ہوتا ہے۔ اس کتاب کو طالبان مولا کی خاطر نہایت عام فہم اردو زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ اور بہت بڑی کوشش سے چھاپا گیا ہے۔ قیمت صرف ۸

### قانون عشق و حقیقت

یعنی شرح کافہہ کے توحید و معرفت حضرت بلھے شاہ صاحب قصوری شطاری قدس اللہ اشانیان دریائے حقیقت اور واقفان موز طریقیت اور اہل تصوف کے جان نثاروں کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ یعنی اول سے آخر تک اس میں جمیع منازل و مراتب تصوف کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اس کے پڑھنے سے اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ تصوف کیا کچھ ہے۔ گویا کہ یہ کتاب بتدی تصوف کے لئے اول سے آخر تک ایک کورس ہے۔ یہ کتاب ۵۲ صفحہ پر ختم ہو گئی ہے۔ اس کی خوبی اور برکت پڑھنے سے معلوم ہوتی ہے قیمت (۱۲)

لیفٹ کابینہ منیجر کا خانہ ابیات صوفی پتدی بہاؤ الدین۔ ضلع گجرات۔ پنجاب



اردو ترجمہ کتاب سنات العارفین { تصنیف لطیف شہزادہ محمد داراشکوہ  
 میں شہزادہ موصوف نے جناب سول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر جتنے بزرگان  
 دین اور اولیاء اللہ گذرے ہیں۔ سب کے ارشادات میں سے ایک ایک بات  
 اقتباس کر کے اس عجیب و غریب طریق سے بیان فرمائی ہے۔ جو دیکھنے سے تعلق  
 رکھتی ہے۔ نیز یہ بوضاحت معلوم ہو جاتا ہے کہ بزرگانِ بلند پایہ نے توحید کے  
 متعلق کیا کیا ارشادات فرمائے ہیں یہ بے نظیر کتاب ہے۔

اردو ترجمہ کتاب مقاصد السالکین { حضرت ضیاء اللہ علیہ الرحمۃ نقشبندی  
 کی تصنیف قابل دید ہے مسائل  
 شرعیہ کے ساتھ ساتھ تصوف کے باریک باریک نکات بیان فرمائے ہیں قیمت  
 صرف (۲۰ روپے)

اردو ترجمہ کتاب سرالعارفین { یعنی حالات و کرامات بزرگان عظام  
 اہل حقیقت از ابنہ اسے جناب رسول  
 مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تا حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خلیفہ  
 شیخ مہالدین تک نہایت تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔ از شیخ بہاؤ الدین محمود ناگوری  
 علیہ الرحمۃ قیمت صرف (۱۰ روپے)

اردو ترجمہ کتاب بدوالمقامات { یہ نادرا و ربیہ مثل کتاب حضرت  
 قطب الاقطاب ہاؤس شیخ دین  
 شہاب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ و خواجہ جہاں شاہ والا مکان حضرت  
 خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے حالات۔ اور آپ کے خلفائے نامدار اور آپ  
 کی اولاد پاک کے حالات سے پڑے حلقہ بگوشتان سرکار نقشبندیہ اس نعمت غیر  
 مترقبہ کو خرید کر حزر جان بنائیں۔ بڑی محنت سے مشتاقانِ جمال نقشبندیہ کے لئے  
 با محاورہ اردو ترجمہ کرایا گیا ہے، قیمت (۲۰ روپے)

اردو ترجمہ انیس لطاالبین { یہ کتاب سر حلقہ اولیاء الاصفیاء شاہ شاہ  
 شکر کشا خواجہ خواجگان حضرت شاہ



بہاؤ الدین نقشبندی بخاری علیہ رحمۃ اللہ البیاری کے مقامات وارشادات کا ایک دلچسپ مجموعہ ہے۔ جس کو نہایت تلاش اور تجسس سے بچھونچا کر فائدہ عام کیلئے بصرف زر کثیر با محاورہ اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ قیمت صرف ۱۰ روپے

اردو ترجمہ کتاب سلک سلوک مصنفہ حضرت مولانا مجتبیٰ علیہ الرحمۃ اس میں ۱۵۰ سلک ہیں

اور ہر ایک سلک نہایت دلکش پیرایہ میں لکھا ہے۔ قابل دید ہے قیمت ۱۰ روپے

اردو ترجمہ کتاب چل حدیث یہ وہ چالیس چالیس حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیں جو

کو علامہ و ہر فاضل اجل محمد بن ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی محنت اور محنت سے عام اہل اسلام کے فائدے کے لئے جمع کیا ہے۔ اور اسکے ہی ہر ایک حدیث کے متعلق صحاح کبار اور اولیاء اللہ کی ایسی ایسی موثر اور پر عبرت حکایات نقل کی ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ قیمت صرف ۱۰ روپے

اردو ترجمہ کتاب کزۃ العظمین یہ کتاب سرایا برکت اور کثرت سے مولانا مولوی محمد حفیظ انقرشی حنفی المذہب

کی تصنیف سے عربی زبان میں تھی۔ اس کا اردو ترجمہ بصرف زر کثیر عام شائقین کے لئے موزوں اور اعظمین کے لئے خصوصاً کرایا گیا ہے۔ اور ہر مسلمان کے پاس اس کا ایک ایک نسخہ ہونا ضروری ہے۔ قیمت صرف ۱۰ روپے

اردو ترجمہ کتاب جواب ہر فریدی اس کتاب میں جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کرمہ جملہ اصحاب کبار

اور حالات زندگی و کرامات عالیہ مفصل شجرہ اولاد پاک حضرت بابا گنج شکر چشتی رحمۃ اللہ علیہ یہ تفصیل درج ہے کتاب کیا ہے خاندان چشتی کی تو گویا جان ہے زیادہ تعریف کی ضرورت نہیں صرف حضرت بابا صاحب کا نام نامی ہی اس کتاب کی عظمت اور بزرگی کیواسطے لکھ دینا کافی و کافی ہے نہایت سلیس با محاورہ اردو ترجمہ ہے قیمت ۱۰ روپے

ملنے کا پتہ تلخبر کار خانہ آبجیا و صوفی پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات پنجا



اردو ترجمہ جواہر علویؒ یہ کتاب حضرت زبدۃ العارفین قدوہ السالکین مولانا  
شاہ رؤف احمد صاحب نقشبندی مجددی عظیمی  
حضرت شاہ غلام علی صاحب نقشبندی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اس کتاب میں  
جناب مصنف علیہ الرحمۃ نے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر حضرت شاہ غلام علی  
صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک بزرگان نقشبندیہ کے حالات قلمبند فرمائے ہیں نہایت عمدہ چھپ کر  
تیار ہے منگو کر ملاحظہ فرمادیں قیمت صرف (۱۱/۱۰)

اردو ترجمہ لطائف خمسہ یا مقامات نظریؒ اس متبرک کتاب کو عالی جناب  
اسرار غنی و جلی حضرت مولانا سید غلام علی شاہ عثمان قدس سرہ نے حالات و مقامات و ملفوظات و مکتوبات  
و معمولات حضرت شمس الدین حبیب اللہ جناب مرزا جان جاناں منظر شہید قدس سرہ میں جناب حضرت  
مولوی نعمت اللہ صاحب کی کتاب سے و نیز اپنی یادداشت سے ترتیب دیکر اس کا نام مقامات نظری رکھا  
ہے حضرت سید غلام علی شاہ صاحب قدس سرہ حضرت قبا مرزا جان جاناں منظر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ  
جانشین آپ نے اس کتاب کی ترتیب حضرت کی روایتی نہایت سے دیکر اس کتاب کے  
شروع میں حضرت نے فرمایا ہے یہ کتاب حضرات نقشبندیہ مجددیہ کیلئے ایک صراط المستقیم ہے اس کے  
پڑھنے سے رحمت اور برکت کے آثار فوراً نمودار ہوتے ہیں کتاب کیا ہے جو اہر ہے اس کتاب  
اخیر میں ایک ضخیمہ مقامات نظریہ کے نام سے بھی شامل ہے جس کو حضرت مولوی عبدالغنی صاحب  
برادر زادہ مولوی رؤف احمد صاحب نے تصنیف فرمایا ہے اس ضخیمہ میں مولوی صاحب نے سید  
غلام علی شاہ قدس سرہ اور ان کے خلفائے نامدار کا ذکر فرمایا ہے یہ تمام و کمال کتاب فارسی  
زبان سے اردو ترجمہ کر کر چھاپی گئی ہے کتاب نہایت دلچسپ اور اعلیٰ درجہ کی چھاپی نئی قیمت صرف (۱۱/۱۰)  
سکینۃ الاولیاء اردوؒ یہ کتاب تصنیف حضرت تاجہ شہزادہ خجندہ داراشکوہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہے  
اس میں مصنف علیہ الرحمۃ نے اپنے مشائخان عظام کے حالات  
نہایت عمدگی سے لکھے ہیں اور ہر چار طریقہ عالیہ کی نسبت نہایت محبت اور اخلاص سے اظہار  
عقیدت فرما کر وہ وہ رموز بار بار بیان فرمائے جسکی تلاش میں طالبان مولے اپنی عمر میں  
کھودیتے ہیں اور انہیں اس سے واقفیت تک نصیب نہیں ہوتی نہایت سلیس  
بامحاورہ اردو ترجمہ کر کر شائع کی گئی ہے قیمت صرف (۸/۱۰)



# اردو ترجمہ المقصد الاسنی شرح اسماء الحسنی

یعنی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح اسماء الحسنی  
 کتاب امام صاحب نے اسمائے باری تعالیٰ کی شرح نہایت شرح و بسط سے کی ہے اور منطقیانہ اور  
 فلسفیانہ طور سے ہر ایک اسمائے مبارک کی شرح میں بحث کی ہے جو ہم نے نہایت محنت سے  
 با محاورہ اردو ترجمہ کرائی ہے قیمت صرف (۱۲)

مشکوٰۃ الانوار کی عجیب و غریب دلچسپ کتاب امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف  
 ہے اس میں حضرت امام حجتہ الاسلام تھے آیت کریمہ  
 کی نہایت عمدہ تفسیر فرما کر مشکوٰۃ الانوار کی تفصیل فرمائی ہے کتاب کیا ہے گویا

اسرار الہی ہے نہایت عمدہ با محاورہ اردو ترجمہ مع اصل عربی کتاب قیمت (۲۸)

یہ کتاب علم تصوف میں جناب زبیر العارفین قدوة  
 اردو ترجمہ کتاب رصاص العباد

اس کتاب میں جناب زبیر العارفین قدوة  
 خلیفہ عظم حضرت نجم الدین کبرے کی تصنیف اعلیٰ میں سے ہے حضرت خواجہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ

اس کتاب کی ہم زیادہ تعریف اپنی زبان سے کرنا نہیں چاہتے بلکہ مصداق اس کے کہ مشکوٰۃ

آفت کے خود ہو یہ کہ عطار بگید گید کتاب اپنا گردیدہ خود مطالعہ کرنے والے کو کر لگی اس کتاب

کی یہ خوبی ہے کہ آپ اگر اول سے اس کو پڑھنا شروع کر دیں تا وقتیکہ ختم نہ کریں کبھی دہم نہ لینگے

اور برکات روحانی سے محو ہونے جائیں گے اور تصوف و اہل تصوف کی حالت یا طنی کا نقشہ آپ کی

آنکھوں کے سامنے کھج جائیگا اور وہ مقامات نظر آئیں گے جو کبھی نصیب میں نہ ہوتے تھے

اور ان مسائل سے واقفیت حاصل ہوگی جو کبھی سننے تک بھی نہ ہونگے اس کتاب میں پانچ

باب ہیں اور ہر باب کی تحت میں متعدد تفصیلات ہیں ہر فصل میں علیحدہ مضمون پر بحث کی گئی

ہے یہ مشہور کتاب جو اہل دل اور طالب مولیٰ کے مطالعہ کے لئے از بس ضروری ہیں یہ کتاب

نہایت عمدہ کاغذ پر بہت خوشخط طبع کرائی گئی ہے اس کا اردو ترجمہ نہایت سلیس بہت شیریں

ہے ضخامت ۲۶۸ صفحہ قیمت صرف (۲۴)

عربی سے اردو ترجمہ کتاب نور العین فی مشہد الحسین اس کتاب میں



صحیح روایات سے مصنف علیہ الرحمہ نے جناب امام حسینؑ کی شہادت پر روشنی ڈال کر سچے واقعات کا اظہار کیا ہے اور اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید لعین نے کس طرح بیدردی کیسا تھے اہلبیت اطہار سے سلوک کیا ہے اور اپنے باپ کی اس وصیت کو جو اس نے مرتے وقت کی تھی کس طرح پامال کیا۔ جناب امام حسینؑ علیہ السلام کا مدینہ منورہ سے کوفہ کی طرف جانا آپ کی ہمیشہ کا آپ کو روکنا پھر اس خاک پاک کا دیکھنا جو جبرائیل نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تھی اور اس خاک کا رنگ خون الودہ دکھائی دینا۔ مگر معظّمہ میں اصحاب رسول اکرم کا جناب امام علیہ السلام کو کوفہ جانے سے منع کرنا امام مسلم کے پے درپے خطوط حصول ہونا۔ اہل کوفہ کی بدسلوکی ابن زیاد کا ظلم و تشدد۔ امام حسینؑ علیہ السلام کے تمام رشتہ داروں کا شہید ہونا اور خود جناب امام حسینؑ علیہ السلام کا شہادت پانا۔ افواج یزید کا خیمہ اہلبیت کو اوٹنا۔ اور اہل بیت کو قید کر کے بیدردی کیسا تھا جناب امام زین العابدین کو طوق و سلاسل پہنانا اور پاپریہ شتروں کی چاروے کر یا یہ وہ و مشق کو لے جانا اور یزید لعین کا اہلبیت کو قید خانہ میں رکھنا اور سر مبارک امام حسینؑ علیہ السلام سے بے ادبہ گستاخی کرنا حضرت سکینہؑ کا یزید سے سوال و جواب کرنا اور اس کی اس کے ظلم سے آگاہ کرنا۔ یزید کا شرمندہ ہونا آخرش اہل بیت اطہر کا معہ جناب امام زین العابدینؑ کے اٹھنے سے ہو کر مدینہ منورہ پہنچنا۔ اہل مدینہ کا غم حسینؑ میں حصہ لینا اور اہلبیت سے اظہار بیدردی کرنا وغیرہ وغیرہ واقعات ایسے دلی درد سے لکھے ہوئے ہیں کہ پڑھتے پڑھتے ہر ایک مومن مسلمان چشم پر آب ہو جاتا ہے ہم نے اس کتاب کا نہایت سلیس و وزین میں ترجمہ کر کر چھپوایا ہے عاشقانِ سرکار حسینؑ کی تو گویا یہ کتاب ایمان ہے اور ہر دماغ کے دیکھنے کی کتاب ہے ہم نے نہایت اختصار کے ساتھ مضامین اشتہار میں لکھے ہیں جامع کتاب جناب حسینؑ علیہ السلام کے حالات میں ہے نہایت خوش خط چھپ کر تیار ہے قیمت (۱۲)

میں خدا کے فضل و کرم سے وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جن کے حاصل کرنے کیلئے اہل ملک نے اکھول روپے

# اکسیر عنبری

یورپ اور نیز چھوٹے اشتہاروں کی نظر کے ہیں خداوند کریم کی عنایت سے اب جو کہ ہندوستان کے ہر حصہ میں اکسیر عنبری کا تجربہ ہو چکا ہے اس لئے اس کی تعریف میں



صفحے سیاہ کر کے آپ کی رسم خراشی منظور نہیں اور نہ اس کے پورے صفات بیان کرنے کی اس شہسار میں گنجائش ہے یہ جوانی کی روح اور بڑھاپے کی جان ہے یہ مقوی۔ مسک مفرح اور مہمی ہے اور دیرینہ کے تمام امراض مثل کثرت احتلام و جریان و سرعت و غیرہ کو منافع ہر جوانی کی غلط کاریوں اور بچپن کی شادی سے جب آدمی زندہ و گور ہو جاتے ہیں کسیر عنبری نئی زندگی بخت تباہ اس کی پسلی خوراک منہ میں ڈالتے ہی دل و دماغ میں ایک سرخ تاثیر سرور پیدا ہو کر جو اس خستہ ظاہری و باطنی تیز و روشن ہو جاتے ہیں خیال اعلیٰ اور فید سو جھٹے لگتے ہیں دل کو وہ تقویت و تفریح پہنچتی ہے کہ گویا قاور مطلق بنے ایک نئی زندگی عطا کی ہے۔ ضعف دل بچپنی بول۔ دل کا دھڑکنے والے ڈوبتے جانا۔ پراگندہ خیالی سانس کا پھول جانا وغیرہ امراض کے واسطے ایک سچا اور قابل عتماد تریاق ہے جس کے استعمال سے دیر ج کے تمام امراض کو ایک خاص فائدہ پہنچتا ہے جو اور ادویات کی طرح عارضی نہیں ہوتا جبہ اعصاب میں بہ سبب کوتاہ اندیشی غلط کاری عیاشی کثرت محنت و ماعنی رنج و فکر وغیرہ سے ضعف آجائے اور جس میں کمی واقع ہو تو کسیر عنبری ایسی حالت میں اکسیر ثابت ہو گا اسلئے اس سرور و کیلوں بچوں۔ منصفوں۔ تحصیلداروں۔ رئیسوں جاگیرداروں۔ مجسٹریٹوں فوج پولیس کے عہدہ داروں وغیرہ کو یہ مونس و رفیق ہر دم اپنی عجیب و جان کے ساتھ رکھنا چاہئے جہاں ذرا طبیعت ٹھہرائی جھٹے ایک منہ میں ڈال اور تروتازہ ہو گئے قیمت فی شیشی چار روپے۔

قیمت فی شیشی چار روپے (للع) تین شیشی کے خریدنے کو محصول ڈاک معا

عضو تناسل کو سخت اور قوی اور دراز کرتا ہے تقویت دہا کیلئے نہایت مجرب ہے بچوں کو مضبوط اور مستحکم کرتا ہے عضو تناسل میں ایستائی اور خواہش پیدا کرتا ہے

ہزار بار کا مجرب ہے کہ یہ بلامضرت ہے۔  
فی شیشی جو ایک آدمی کے لئے کافی ہے صرف تین روپے (۳)  
ملنے کا پتہ: منیجر کارخانہ ربیات و عسوفی پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات پنجاب



کشتگانِ خجرتِ سلیم را  
ہر زمان از غیب جانے دیر است

# الوارث

یعنی

سوانح حیات حضرت امام العاشقین بہرست است

حاجی حافظ سید ارث علی شاہ قدس سرہ

مولفہ

حضرت حاجی سید غفور شاہ الحسامی الوارثی

سید اسد اللہ (علیک) گورکھ پوری

اور

مجتبیٰ سلم الفقراء حاجی الحرمین الشرفین ملک محمد الدین صاحب  
ایڈیٹر صدیقی کے لئے ملک محمد اسلم خان منیجر نے

اسلامیہ پریس لاہور میں چھپوایا



# تیرھویں صدی ہجری کے مجاہد

جو ابتداء سنت حضرت سرکائنات محض اُمّی تھے لیکن جن کو جناب سول مقبول صلعم کی جسمی یارت نصیب  
 جنگو غیب کے خوان نعمت ملا کرتے تھے جنگی سواری کے جانور حرام غذا نہ کھاتے تھے جبہ نواب میر خاں اللہ ٹوٹ  
 فوج میں بطور سپاہی کام کرتے تھے۔ تو انگریزی سپہ سالار فوج آپ کے ہمراہ دشمن کے دستہ میں آگیا۔ اور جنگ سے  
 ہوا جن کے دشمن آپ کو قتل کرنے آتے تو مرید دست بیعت ہو جاتے جن کے خدام کو ہمیشہ غیب سے خرچ ملتا  
 دعا سے شیعہ علم روایا میں خود حضرت سرکائنات روحی قداہ سے نصیحت پا کر رافضیہ سے تائب ہوا جنگی دعا سے  
 ہشیار اور کسبیاں تائب ہو کر نیکو کار ہو گئیں جو حج پر گئے تو راستے میں انگریزوں نے ان کو دعوت دی جنگی مخالفت سے  
 بڑے بڑے ہشیار مجنون ہو گئے جن کے ہاتھ پر ایک لدا رہند سیٹھ پتا خواب دیکھ کر مسلمان ہوا۔ جن کے قافلہ کو  
 غیبی افونٹوں نے عدن پہنچایا۔ غرض جن کی کرات کا سلسلہ ایک بحرِ ناپیرا کنار تھا اس بزرگ کے حالات  
 و کرات کیلئے آپ پونے تین سو صفحے کی کتاب سوانح احمدی یعنی حالات سید احمد صاحب بریلوی منگا کر  
 ملاحظہ فرماویں : قیمت دو روپے .. .. .

## حیاتِ داغ

ملک الشعرا و جہان استاد مرزا داغ دہلوی کے حالات با تصویر  
 نہایت عمدہ ڈمی کا غزیرہ : قیمت صرف ..

## حیاتِ عالی

شمس العلماء مولانا الطاف حسین صاحب حالی کے با تصویر حالات  
 زندگی نہایت عالی درجہ کے چمکنے سفید غزیرہ : قیمت صرف ..

## حیاتِ ابدی

حضرت رابعہ بصری کے حالات : قیمت صرف ..

## برخ

مولانا حضرت سید محمد شاہ صاحب عرف ذوقی شاہ بی۔ ا۔ ابق ایڈیٹر آبرو رحبوں ابیہ کے  
 تمام تعلقات چھوڑ کر فقیری با نانا اختیار کر لیا ہے یہ حلقہ انشاؤں دہلی کے ایسا پرکھی گئے

کتاب کے شروع میں سیدی مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب کا ایک لچسپ بیباک ہے : قیمت ۱۰  
 ملنے کا پتہ : بیچر صوفی پنڈی بھاؤ الدین ضلع گجرات پنجاب



جو

محبت و حافی اور خواص دینی

سید ریاست حسین صاحب ارقی

میر سٹر۔ بانگی پور

سے اس فقیر کو ہے۔ یہ اوراق بطور ارمان

روحانی ان کے نام معنون ہیں

رغفور الحسامی اوارقی



# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## گزارش

مسٹر سید محمد نذیر ہاشمی غازی پوری ایڈیٹر مشرق گورکھپور کی قابلیت اور ان کی زور خیر کا آپ کے ہم عصروں کو بہت اچھی طرح اعتراف ہے۔ میں آپ کی علمی و ردھنی قابلیت کے علاوہ آپ کی صداقت ثرافت اور حسن اخلاق کا خاص کرمداح اور بے حد ممنون ہوں۔

مسٹر ہاشمی کی اور میری ملاقات شروع شروع محکم اینگلو اور نیٹل کالج علیگڑھ میں ہوئی۔ اُس وقت میں بی۔ اے کلاس میں پڑھتا تھا اور مسٹر ہاشمی کالج کے ایک مشہور اسٹوڈنٹ تھے۔ اس وقت سے آپ کے اور میرے تعلقات برابر دوستانہ رہے مگر گزشتہ زمانہ ہم لوگ ایک دوسرے سے دور پڑ گئے۔

جب آپ گورکھپور تشریف لائے تو مسٹر ہدایت احمد خاں بی۔ اے (علیگڑھ) کے رفیق میرے اور آپ کے تعلقات میں تازگی اور پہلے سے زیادہ استباط ہو گیا۔

تقدس باب سید غفور شاہ الحسامی الوارثی نے حضرت اقدس جناب حاجی سید ارث علی شاہ قدس اللہ سرہ کی زندگی کے حالات ایک انگریزی رسالہ میں تحریر فرمائیں۔ اس انگریزی رسالہ کی زبان نہایت پاکیزہ اور مضمون پذیر ہے۔ مسٹر ہاشمی نے مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ اگر اس کا ترجمہ اردو میں کیا جائے تو دلچسپی اور روحانی انبساط کا باعث ہوگا۔



میں نے آپ کے اس مشورہ کی تکمیل کی۔ لیکن جس اتفاق کہ جس وزیر یہ سلسلہ ختم ہوا  
 اُس کے دو سکن خود حضرت شاہ صاحب قبلہ مصنف سالہ انگریزی گورکھپور شریف  
 فرما ہوئے۔ حضرت کی زیارت سے شرفیاب ہونیکے بعد میں نے اپنے اس چھوٹے  
 رسالہ کو وارثی مشن کی نذر کر دیا۔

چونکہ مرشدی حضرت حسامی نے حضرت حاجی صاحب کے حالات و سوانح انگریزی  
 میں لکھے ہیں۔ جس کا میں نے ترجمہ کیا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس  
 میزبان کی بدلت یہ خوان ارثی پبلک میں آیا ہے اس کے کچھ سوانح بھی اس کتاب کے  
 ساتھ ہوں لہذا مخدومی و مرشدی حضرت حسامی کے حالات بھی یہاں منسلک کرتا ہوں  
 جن کو میرے دوست شاہ نذیر ہاشمی نے لکھا، اور یہ مضمون کی صورت میں اخبارات  
 و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

اگر میں قلم الفقرا جناب ملک محمد الین صاحب آوان چشتی مالک ایدیر رسالہ صوفی  
 (پنڈی بہاؤ الدین) کا ذکر بیان نہ کروں گا تو میری گزارش ناتمام رہے گی کیونکہ جناب  
 آوان صاحب نے سینکڑوں رسالے صوفیانہ مذاق کے ترتیب دیکر شائع کئے اور سلسلہ  
 مشائیر صوفیہ کرام کو جاری کر کے دنیا کے برگزیدہ لوگوں کی طرف ایک عالم کو متوجہ کیا ہے  
 اس لحاظ سے اشاعت "الوارث" بھی انہیں کی کوششوں کی ممنون ہے۔ جس کا  
 اعتراف کرنا میرا فرض ہے۔ خدا انہیں نیک اجر دے!

سید اسد اللہ (علیگ) مترجم  
 گھوسی پور۔ گورکھپور اپریل ۱۹۱۵ء



# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(محررہ سید شاہ محمد نذیر صاحب ہاشمی)

دل اگر دانا بود در ہر سخن اسرار ہست

چشم اگر انبیا بود یوسف بہ ہر بازار ہست

آج جبکہ مادیات کے بحرِ خواریں ایک طوفانِ بیاہے آج اسوقت کہ مادیات کے کوہِ آتشِ فشانِ شوق ہو رہے ہیں ان تمام دنیا میں حجر و شجر۔ انسان و حیوان ایک دوسرے متصادم ہو کر دنیا کو مادی کامیابیوں اور ناکامیابیوں کا ایک محشرِ ستان بنا رہے ہیں جہاں ہمیں فانی شہرتوں اور فانی خود غرضیوں کا تماشا نظر آرہا ہے۔ ایک اہل نظر سوال کر سکتا ہے کہ آخر تمامی جدوجہد اور علم و عمل کی انتہائی غایت کیا یہی ہو سکتی ہے کہ ہم خون کے سمندروں کو موجیں مارتے دیکھیں۔ وادیوں اور بیابانوں کو انسانی لاشوں کے انبار در انبار سے پٹا ہوا پائیں اور کل عالم کو قتل اور کل آدمیوں کو خون آشام حمار کا متوالا پائیں۔ آہ۔ اے انسان تو نے دنیا کی دلفریبیوں کے بڑے بڑے نقشے کھینچے ہیں۔ تو نے فانی مشاہدات میں اپنی رنگینیت سے بڑے بڑے تریج دکھائے ہیں کبھی تو نے تہذیب کا دعویٰ کیا ہے۔ کبھی تو نے کہا ہے کہ دنیا بہترین جگہ آخرت کی کمائی کیلئے ہے اور کبھی تو نے دنیا کو آزمائش گاہ سے تعبیر کیا ہے لیکن آج سے زیادہ دنیا کی بے ثباتی اور دنیا کی لغویت کبھی عملی طور سے نمایاں نہیں ہوئی ہے۔ بیشک آج ظاہر ہو گیا کہ اس سے زیادہ بے ثبات اور بے حقیقت کوئی تماشہ نہیں ہے شبلی اور جنتی کی



زندگی پر ہنسنے والے دیکھ لیں کہ تمامی مادی ترقیوں اور تمدنی کوششوں کی انتہا یہ ہے کہ لاکھوں آدمی روزانہ خون میں نہا رہے ہیں۔ اور ان لاکھوں میں سے دو چار بھی ایسے نہیں ہیں جن سے کوئی براہ راست عداوت ہے اور وجہ مخالفت ہو۔ ایک مخفی اور زنا لفظ بہ سلسلہ اغراض فانی ہیں جن سے ہم ان تماشوں کو دیکھ رہے ہیں۔ اے موت تو پکار پکار کر کہہ ہی ہے کہ اس مادی ناکامی میں خدا کی مرضی کا ایک جلال اور شور بول رہا ہے لیکن انسان اس کو سنتا نہیں۔ جنگ میں اقوام میں انسانی لاشوں کے سر ہانے کوئی راز ماتم کر رہا ہے۔ ہوائی جہاز کے فضائی سٹائے میں کوئی قوت انسانی کہلونوں پر ہنس رہی ہے۔ سمندر کے وسعت بے پایاں میں ڈریڈ ناٹون کی دوڑ میں کوئی حقیقت ساتھ ساتھ دوڑ رہی ہے اور پہاڑوں اور خندقوں میں زلزلے کی آمد کچھ تیار ہی ہے کہ ان معرکوں اور ہنگاموں میں بے ثباتی ثبات کی دلیل بن رہی۔ اور موت آنے والی حیات کی نشانی بن رہی ہے۔ پھر کیا اس موقع پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ ہم لوگ مادی دنیا کے ایک تنگ دائرہ میں کون کھیل کی طرح پھرتے رہیں۔ اور سچا س یا سو سال کی عمر میں بستر مرگ پر جا پڑیں اور جب تمام زندگی پر نظر ڈالیں تو ہم کو جسمانی اور دنیاوی ضرورتوں اور حاجات کا ایک چکر نظر آئے جس میں پھنسے ہوئے ایک عجمت زندگی کا عجمت خیال رہ رہ کے ہمیں ستائے اور کوئی نوید اور بشارت روح کے کانوں میں نہ پڑے ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس سوال کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اس سوال کے ساتھ ہی نہ معلوم کیوں اس کی تمنا ہوتی ہے کہ کیا سکون اور مسرت کا بھی کہیں کھوج ملتا ہے۔ آؤ ان فانی اور مادی ہنگاموں میں تلاش کریں کہ فلسفہ غفلت کیا ہے۔ اور کیا کوئی حلقہ اور دائرہ ایسا ہے جہاں لاکھوں صدیوں اور کروڑوں قرن کی مادی جنگ جہال کے بعد انسان کو طمانیت غیر فانی اور وجدان کے جام کار از بتایا جائے بیشک ہے ایسا دائرہ اور ہے ایسا حلقہ جہاں اس بیزاری



اور گہرشتگی کے بعد سیر و حافی کی جگہ بلسکتی ہے اور وہ خدا کے اسرار کے بحر و حین اور  
 اس کے سوختہ جانوں کی دنیا راز ہے جہاں مادی ہوائی جہازوں اور ڈریڈ ناٹوں  
 اور توپوں اور گولوں سے ذرا بھی جنبش اور حرکت نہیں ہوتی مگر صبح کی ایک مناجات  
 سے یا شب دراز کی ایک بیقراری سے عالم کے عالم تہ و بالا اور جذبات و خیالات  
 عالم میں بھی غیر فانی تلاطم پیدا ہوتا ہے۔ ہاں اس بے نشان دنیا راز میں کچھ کچھ ہوتا  
 رہتا ہے۔ جس طرح سمندر کی ظاہری سطح آب میں بہت نیچے بیٹھے پانی کے دھارے  
 موجزن اور سیرکناں ہوتے ہیں۔ جس طرح بہت سے چشمے صرف پہاڑوں اور گھاٹیوں  
 کی باطنی سطح میں نہاں رہتے ہیں اور جس طرح خیالوں اور دلوں میں معنی اور کیفیت  
 کے موج آسا تماشے متحرک و متاثر رہتے ہیں اسی طرح دنیا کے بے ثبات اور خس و  
 خاشاک بنی نوع انسان میں ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جو بظاہر ہماری طرح آدمی ہوتے ہیں  
 مگر حقیقتاً وہ کچھ اور چیز ہوتے ہیں ہم کیا پہاڑوں میں عام پتھروں میں لعل و جواہر کے ٹکڑے  
 نہیں نکلتے؟ کیا باغ کے پھولوں میں کوئی پھول کسی خاص خوشبو سے مالا مال نہیں ہوتا؟  
 اور کیا رنگستان نیستی میں کوئی ذرہ کسی کامل اور ہمہ حسن مجسمہ کی مستی کو نہیں بیتاتا؟  
 لیجئے یہی لوگ ہیں جنہیں سلاطین عالم اور فائزخان الوالعزم دیکھ کر شرماتے ہیں۔ اور  
 اپنی شوکت کو انکی غیر فانی شوکت کے آگے ہیج پاتے ہیں۔ یہی وہ ہستیاں ہیں جو رد و حل  
 زخم کی مرہم ہیں اور یہی پاک نفوس ہیں جن میں آج تک سلسلہ امانت برداری حق چلا  
 جا رہا ہے۔ اب یہاں کہنا یہ ہے کہ جس طرح ہر تصویر کے دُرخ ہوتے ہیں ایک سادہ  
 اور ایک رنگین، اسی طرح اس ظاہری عالم کے بھی دُرخ ہوتے ہیں۔ ایک سُرخ پر ظاہری  
 تصویریں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں اور دوسرے سُرخ پر وہ خاموش اور بے نیاز لوگ  
 نظر آتے ہیں جو سب کچھ ہیں اور کچھ بھی نہیں ہیں۔ ایسے لوگوں کے حالات جمع کرنا بھی  
 اہل نظر کا کام ہے۔ جو روحانی درد کی تسلی جو روحانی اضطراب کے سکون اور روحانی جراحات



مہریم ہیں۔ انہیں لوگوں میں ایک بزرگ حاجی سید غفور شاہ صاحب حسامی الوارثی ہیں۔ یہ بھی اپنے عالم کے درجہ نوردوں کی طرح نہایت بے نیازی کے ساتھ بہت سے اُجرے ہوئے دلوں کو محبت اور نشارت کے ترانوں سے آواز باز گشت روحانیاں بنا چکے ہیں۔ اور مختلف قلوب میں اپنی یک رنگی سے آئینہ خانہ روحانیاں کا سامان کافی فراہم کر چکے ہیں۔

## حسامیت کی جد اور خاندانی حالات

بزرگوں اور کاملوں کی ابتدائی زندگی غیر معمولی طور سے گمنامی اور پردہ خفایں ہتی ہے۔ بڑے بڑے عمیق اور وسیع دریا ایسے جنگلوں اور ایسے کوہستانی دروں سے موجزن اور سیراب کناں ہوتے ہیں جہاں انسانی قدم شکل سے جرات کر سکتے ہیں۔ ماں مخرج و مبداء کے کوئی شخص باسانی سمجھ سکتا ہے کہ چشمہ جو ٹیکروں اور سنگریزوں سے ہم آغوش ہو کر نہایت سست زقاری سے خراماں ہے ایک فسحت بے پایاں سے گذرتے ہوئے بعد کو ایک عالم کو جل تھل کرے گا مگر بعض نخلستان اور خرمائیں ایسے ہیں جن میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی نخل بار آور رہتا ہے اور ایسے ساقی باخبر بیدار رہتے ہیں جو ہر لمحہ بھولے بھٹکے کو میخانہ عرفان کی تلچھٹ پلانے کو مستعد رہتے ہیں۔ حضرت اپنے وطن کرائے پر سرائے ضلع پٹنہ میں ۱۸۹۲ء مطابق ۱۳۰۹ھ میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد مولوی سید محمد مسیح صاحب نے آپ کا نام محمد حبیب رکھا دادھیال کی طرف سے حضرت زید شہید بن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے اور زانہال میں ولی اکمل قطب الاقطاب حضرت مخدوم حسام الدین چشتی قدس سرہ مانکیپوری سے آپ کا سلسلہ حسب نسب ملتا ہے۔ اول اول ہندوستان میں

۱۰ حضرت حسامی کا سلسلہ نسب قطب الاقطاب حضرت مخدوم حسام الدین مانکیپوری رحمۃ اللہ علیہ سے  
یوں ملتا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵ پر ملاحظہ ہو

۹  
۸۰  
۸۴  
۸۶



آپ کے اجداد میں سے حضرت سید ابوالفرح واسطی حجازی سے تشریف لائے تھے دنیاوی لحاظ سے یہ خاندان جس طرح آج نمایاں اور اپنے علمی عملی کارناموں کی زندہ یادگار ہے اسی طرح زمانہ سابق میں یہ دبیرِ بزرگ خاندان سید حسن عسکری صاحبِ نجاشی افواج (کمانڈر انچیف بلاڈ کلایٹو کے عہد میں گزرے ہیں۔ اور سید نوح صاحب جامہ فقر میں شیخ المشائخ کے لقب سے ممتاز اور دنیاوی شان میں وائس گورنر (نائب صوبہ دار) بنگالہ تھے۔ کتاب

## Twelve Great men of Bengal

(بنگال کے بارہ مشاہیر) میں سید صاحب کا ذکر (نواب امیر علی خان بہادر کے ایک فرد خاص کے تذکرہ میں) مشاہیر بنگالہ کے ضمن میں ہے جن کے سید نوح صاحب مورت اور اجداد سے تھے۔ اگر دنیاوی مشرف و عزت کا تاج اُس وقت اس خاندان کے کسی رکن پر زینت اور شہرت کا موجب تھا تو آج بھی آنریبل سر علی امام کے۔ سی۔ ایس۔ آئی وزیر قانون گورنمنٹ ہند اور آنریبل سید حسن امام جج ہائیکورٹ کلکتہ کا نام لیا جاسکتا ہے جن کے پردادا اور حضرت پردادا آپس میں حقیقی بھائی تھے۔ آپ کے نانہال میں قطب الاقطاب حضرت مخدوم حسام الدین مانیکپوری کا فیض ہندوستان میں جاری ہے۔ آپ حضرت مولانا نور قطب عالم کے خلیفہ تھے۔ یہ اپنے بزرگ والد

(۱) شمس العارفین حضرت مخدوم حسام الدین قدس سرہ	(۸) جناب کمال الدین
(۲) حضرت شاہ فیض اللہ	(۹) محمد سعید حسامی وکیل ہائی کورٹ کلکتہ
(۳) حضرت میراں شاہ	(۱۰) جواد علی
(۴) حضرت شاہ احمد	(۱۱) مسات بی بی صاحبہ زوجہ حضرت حاجی سید نادر علی رحمہ
(۵) حضرت شاہ ابوالقاسم	(۱۲) حاجی سید اسد علی رحمہ
(۶) حضرت شاہ عبدالحکیم عرف شاہ عبدالحکیم	(۱۳) حضرت بی بی آمنہ رحمہ
(۷) حضرت عبد اللہ	(۱۴) مرثی حضرت سید غفور شاہ الحسامی الوارثی

بزرگ مشاہیر



حضرت شیخ علاؤ الدین کے خلیفہ تھے۔ یہ حضرت مولانا سراج الدین المعروف باخی  
 سراج کے خلیفہ تھے۔ اور یہ محبوب الہی حضرت نظام الدین اولیا کے خلیفہ تھے۔ آپ کے  
 نانہالی سلسلہ میں ایک بزرگ اور بھی حضرت حاجی سید در علی چچہرہ میں آرام فرما رہے ہیں  
 جن کی وفات کے چالیس یوم بعد جب آپ کے مزار کی خاک ہٹائی گئی کہ اس کو بچتہ کر لیا  
 جائے تو آپ کے مزار کی خاک معطر ہو رہی تھی اور چاروں طرف سے گلاب بیلاؤ  
 چنبیلی کی مشام جانفر سے لوگوں کو حیرت ہوئی۔ اسی وقت لوگوں نے آپ کے مزار  
 کی مٹی تبرکاً اپنے پاس رکھ لی جو اب تک بعض اصحاب کے پاس محفوظ ہے۔ غرض  
 ان باطنی بجز اور انہار سے ایک چہنمہ عرفان پھوٹتا ہے جو داد ہال اور نانہال کی پاکیز  
 گیوں کو آسودہ ہو کر مرغزارِ مہنمی میں اس لئے بہ نکلتا ہے کہ قلوب کی بنجر زین بھرا  
 کرے اور جن بزرگوں نے آج سے بہت پہلے سلسلہ حق شناسی اور مسلک تسلیم و رکو  
 جاری کیا تھا وہ سلسلہ باقی رہے اور بزم حسامیہ کا چراغ منور رہے۔ نسبت حسامیہ  
 اس لئے حضرت پر غالب ہوئی کہ جب آپ کا سن تقریباً چودہ سال کا تھا تو حضرت مخدوم  
 حسام الدین نور اللہ مرقدہ کی روحانیت اور باطنی کشش سے بطریق اولیٰ یہ فخر بیت  
 و تلمذ روحانی حاصل ہوا گویا ایک نور شمع قدیم نے خاندان کے ایک پروانہ کو اپنی طرف  
 جذب کر لیا اور عالم ظاہر میں اپنے نور کا پروٹا لایا۔ چونکہ حضرت کو مناسبت خاندانی سے  
 حسامی کہتے ہیں اور خود آپ کو بھی حسامیت سے ایک شفیقتگی سی ہو گئی تھی اس لئے  
 آپ کے نام کے ساتھ حسامی نہایت پیارا معلوم ہوتا ہے۔

## چند ابتدائی باتیں

جب کوئی شخص کامل ہو جاتا ہے تو اس کے کمال میں عظمت کی جھلک کے ساتھ  
 ساتھ دل کو اس کی تلاش ہوتی ہے کہ اس منظر کمال کی ابتدائی شعا میں کیسی تھیں



کیا اسباب ہو سکتے تھے جن سے کہ ایک مادی پیکر میں روحانیت گھر کرتی ہے۔ اور اس کے آثار و قرائن موافق تھے یا مخالف۔ مہاتما بودھ کی زندگی میں ابتدائی تماشہ یہ نظر آتا ہے کہ ایک پیر فرتوت سڑک کے کنارے دکھائی دیتا ہے جس کے کل اعضاء مرچکے ہیں اس کی حل حل حالت اور کس میری سے مہاتما کو اپنے عنفوان شباب میں بے ثباتی حیات کا یقین ہو جاتا ہے۔ سلطان ابراہیم دہم کے محل میں اونٹ والا اپنے کھوئے ہوئے اونٹ تلاش کرتا ہوا آتا ہے جس کی بے جھپک تقریر سے سلطان کو یقین ہوتا ہے کہ قصر سلطانی میں خدا کہاں؟ یہ اور اس قسم کے بہت سے واقعات خدا کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں کہ جس بندہ کو وہ عارف اور باخبر بنانا چاہتا ہے اس کی تعلیم و تربیت کا خود دنیا سے اس کی طبیعت کو بے نیاز اور مستغنی بنادیتا ہے۔ حضرت کی ابتدائی حالت یہ تھی کہ آپ کو مختلف مقامات پر تعلیم و تربیت کے واسطے بھیجا گیا لیکن آپ کو ظاہری علوم کی تحصیل میں کوئی کیفیت نہیں محسوس ہوتی تھی۔ اور اکثر آپ شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ (جو مخدوم الملک حضرت شاہ شرف الدین بیجی منیری کے نانا ہوتے تھے) کے مزار مبارک پر جو بمقام جھیلی ٹپنہ واقع ہے چلے جاتے۔ گھنٹوں زمین و آسمان میں۔ دنیا کے شور و غل میں اور حجر و شجر کے سکوت میں پیغام ربانی سنتے۔ معلوم ہوتا کہ کوئی بلا رہا ہے اور دنیا سے الگ کر کے کسی مقصد خاص کی تکمیل کے لئے کچھ اشارے دے رہا ہے۔ حضرت شیخ شہاب الدین ایک کامل بزرگ گذرے ہیں جن کے مزار پر آج تک انوار برس رہے ہیں۔ آپ کا مزار حضرت حسامی کے وطن کرائے پر سرے (ٹپنہ) سے بارہ میل انتر جانب واقع ہے موقع و منظر نہایت دلکش ہے۔ حضرت شیخ کے مزار کے جلوہ میں دریا رنگا خاکبوس ہوتا ہے جس کی نزہت اور کیفیت اہل دل کی نظروں میں عرفان کے بحر ذخار الہی سے کم نہیں ایسی جگہ ایک نوجوان شخص اس لئے نہیں آتا ہے کہ وہ محض فاتح خوانی



کر کے چلا جائے یا دریا ظاہری کی سیر کر کے گھر کو لوٹ جائے۔ بلکہ مزار کے اندر جو  
 انوار بند ہیں ان سے بھی بہرہ مند ہوتا ہے اور خلوت جذبات میں ایک روح دوسری  
 روح سے متوسل ہوتی ہے۔ حال کے سیلاب میں حضرت شیخ کے مقبرہ کے پشتہ گر گئے  
 ہیں جن کی مرمت کے واسطے معالی القاب سر چار س بیلی لفٹنٹ گورنر صوبہ بہار و اڈیسہ  
 نے پانچ ہزار روپے کا انتظام کر دیا ہے۔ اور بڑی شان سے پشتہ کی تیاریاں ہو رہی  
 ہیں۔ غرض حضرت حسامی کی ابتدائی زندگی کے واقعات اس قسم کے نہیں ہیں جن سے  
 کسی مادی اشارے یا ناکامی عبرت خیز کے آثار ہو رہے ہوں بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ غیب  
 سے کچھ جذبات متحرک کئے جاتے ہیں جن سے آپ بزرگان دین کے مزارات پر حاضر ہو کر  
 اپنا حصہ لے لیتے ہیں۔ یعنی خود بخود چشمہ حسامی تہ درتہ سوتوں اور پردوں سے نکلتا  
 ہوا باغ اور میدان سے گذرتا ہوا اس بے نام سمندر بے پایاں کی وصلت کیلئے جاری ہ  
 ہے۔ جو قطبوں۔ ولیوں اور ابدالوں کا مرکز اور نشان ہے۔ آہ۔ کتنی پاک ہستیاں  
 کتنے منصور اور کتنے جنید اس بحر ناپیدا کنار کے تموج میں ملکر جذب حقیقت کا  
 سماں پیدا کر رہے ہیں \*

## بیعت

حضرت موضع تھیں ضلع گیا میں اپنی پھوپھی کے یہاں رہتے تھے غرض یہاں کے  
 قیام کی تحصیل و تکمیل علوم ظاہری تھی جس کے ساتھ ساتھ وجدانی امواج کا جوش و  
 آتش فقر کی حرارت اندر ہی اندر اپنا کام کر رہی تھی۔ نوجوان دشت نور و امیدگی و  
 غزال صحرا بے نشانی راتوں کو اپنے حجرہ ظاہری میں بیٹھا ہے۔ بارہ بج چکے ہیں  
 کل دنیا نیند کی متوالی غفلت میں سو رہی ہے۔ لیکن ایک نوجوان شخص شمع کے  
 سامنے کتابوں کو کھولے حروف و نقوش ظاہری سے ان کے ظاہری معانی کے علاوہ



انہیں سے ان کے حقیقی معانی پوچھ رہا ہے کبھی شمع کی جھلملاتی صورت پر نظر کر کے  
 حیات کی فانی شمع کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کبھی گھبرا کر اٹھ بیٹھتا ہے۔ کتابوں کو  
 پھینک دیتا ہے اور صحن میں اکڑتا رہتا ہے پوچھتا ہے کہ اس سناٹے میں تم کیوں  
 ٹھہرا رہے ہو کیا تمہاری ہستی صرف رات بھر کی ہے۔ اور اس تاریک سسنان  
 اور خفہ منظر میں ایک کتاب عرفان کے اوراق کھلا ہوا پاتا ہے جس میں وہ پڑھتا  
 ہے کہ زمین۔ آسمان۔ دریا۔ پہاڑ اور حیات و موت سب بوسیدہ مشاہدات کے  
 بوسیدہ نقوش ہیں۔ ان کے پس پردہ ایک دوسرے عالم کی حقیقت چمک رہی ہے  
 جس میں عناصر قیود۔ اور حدود کوئی چیز نہیں ہیں جس میں صبح ازل اور شام ابد  
 جلوہ گر ہے جب رات پہاڑ ہو جاتی ہے تو صبح تک گریہ سحر لا تنہا ہی اور مناجات محبت  
 میں اس بین کو گزار دیتا ہے۔ یہاں تک کہ دن نکل آتا ہے اور دن میں ایک مخلوق کو  
 دیکھتا ہے کہ وہ مادی اور عارضی فوائد کی خاطر سرگردان ہے۔ بظاہر تو صورتیں  
 نہایت ہشاش بشاش معلوم ہو رہی ہیں لیکن کسی کو باطناً زندہ نہیں دیکھتا آخر کار  
 ایک دن اُن پہچان انگیز جذبات سے دلگیر ہو کر اپنی کتابوں اور اپنے اثاثہ دنیا کو  
 آگ لگا کر وہ پیادہ یا دیوہ شریف کا رخ کرتا ہے اور چونکہ بیعت شیخ ظاہری بھی  
 اصولاً ضروری تھی اس لئے جناب اقدس بایمائے روحانی حضرت مخدوم  
 حسام الدین قدس سرہ غوث وقت امام العاشقین حضرت حاجی حافظ سید  
 وارث علی شاہ علیہ الرحمۃ سے بیعت کرتے ہیں اور ڈیڑھ ماہ تک اس کیمیا اثر  
 صحبت میں رہنے کے بعد خرقہ ہمتی عطا ہوتا ہے۔ اور محمد حبیب سے غفور شاہ کا  
 لقب دیا جاتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی خرقہ پوشی  
 کے اٹھارہ روز بعد عالم عنصری سے عالم روحانی کی طرف کوچ کیا۔ یعنی فروری  
 ۱۹۰۵ء میں خرقہ عطا ہوا۔ اور اپریل ۱۹۰۵ء میں حضرت حاجی صاحب



علیہ الرحمۃ نے وصال فرمایا۔ یہ بیعت ایک ضروری منزل فقر کا ہے۔ بڑے بڑے  
 امتحانوں اور بڑے بڑے مراحل کے لئے ہادی اور مرشد خدا کی طرف سے عطا ہوتے  
 ہیں۔ جو مرشد کو قدم قدم پر رہنما کا کام دیتے ہیں۔ جس طرح آفتاب کی شعاعیں شیشے کے  
 آہ پار ہو جاتی ہیں اور نورانیت کی چکاچوند پیدا کر دیتی ہیں۔ حضرت کی ظاہری ہستی  
 اور ظاہری حالت کل اپنے مرشد کی حقیقت میں جذب ہو گئی۔ اور حضرت مخفورشاہ کی  
 شان میں نمایاں ہو گئے۔

## حضرت مخفورشاہ اپنے مجاہد کی دنیا میں

چشم میں خلق کی گوشل حباب آتا ہوں  
 عین دریائے حقیقت میں بہا جاتا ہوں  
 کیف و کم میرے ہیں جوں موج حباب دریا  
 مجھ سے ہی اٹھتے ہیں اور میں ہی بہا جاتا ہوں  
 حالت وصل میں کیا تجھ سے کہوں اسے سائل  
 آپ کھو جاتا ہوں جو یار کو پا جاتا ہوں  
 کائنات کی ہر چیز میں ایک رخ اسکی حقیقت اور راز پسندی کا ہے اور ہر چیز  
 کے لئے ایک شباب اور جوش کا وقت ہے۔ رات کی راز پسندی یہ ہے دشت و  
 کوہسار اور کوہ و بیابان میں سنگریزے لعل و جواہر کے قالب میں آتے ہیں۔ پتیاں  
 پھول اور پھل اپنے خم و اور اپنی حیات کی صورت گرمی سے کچھ سے کچھ ہوتے ہیں۔  
 رات اسرار و کیفیات کی نویدی ہے۔ چاندنی رات میں ماہتاب نور کا ایک چمکتا  
 ہوا جام ہے۔ جس میں کسی کی چمکتی ہوئی صورت مادیات کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے  
 حجر و شجر جوان و انسان میں نورانی بنخودی سے ہتھیرا رسی طاری ہو رہی ہے



اور معلوم ہو رہا ہے کہ قصر نور الانوار کی دریا پیاں کھل گئی ہیں جن سے یہ چاندنی  
 جھانک رہی ہے۔ روحانیت کے ماہتاب حضرت حاجی وارث علی شاہ  
 رحمۃ اللہ علیہ اپنی حیات میں تمام الکناف عالم میں تاباں ہیں۔ عشق کے انوار چھین  
 کر نکل رہے ہیں۔ دور دور سے متلاشیان حق بحر ہستی میں حباب آسانرٹپ رہے  
 ہیں۔ اور جوار و بجا ٹھانورانی آرہا ہے۔ جس طرح قدرت و فطرت کا مشرب وسیع  
 اور ہمہ گیر ہے۔ ہندو۔ مسلمان۔ عیسائی اور نو عمر و معمر سب اس میں ایک کیف  
 میں ہیں۔ ہاں حضرت غفور شاہ اس ماہتاب کی کشش اور جذبیت سے اس رات  
 میں سنگ ظاہری سے شجری نگینہ بنکر نکلے ہیں اور مرشد کے رنگ میں ڈوبے  
 ہوئے مجاہدات اور ریاضات کی منزلیں طے کرنے لگے ہیں۔ اس وقت حضرت  
 کی عمر ستہویا اٹھارہ سال کی ہے۔ جوش اور خروش مادیات پر روحانی لذات کا  
 غلبہ ہے۔ جملہ حق نما کی تلاش ہے۔ آدمیوں سے وحشت ہے تنہائی اور کیسوئی  
 کی کھٹک۔ یہاں تک کہ بیعت کے تھوڑے زمانہ بعد راجگیری پہاڑ پر پہنچتے  
 ہیں۔ یہ پہاڑ سے چودہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ نہایت ہی خاموش اور سکون  
 بخش جگہ ہے۔ جا بجا سبزہ کے ساتھ چشمے موجزن ہیں اور کل منظر سعدی  
 علیہ الرحمۃ کے سرور تھے دفتر بیست معرفت کردگار کی تفسیر بن رہا ہے۔ پہاڑ  
 کے کناروں پر مسلسل درختوں اور جھاڑیوں کی نجافی گوٹ گویا فقیر و بکی کبلی کے  
 کنارے کنارے سبز جھالروں کا کام دے رہی ہیں۔ دن و رات عالم ہو کی  
 حکومت اور خدا کی یکتائی ریزہ ریزہ اور پتھر پتھر پر نشان منزل حق ہو گئی ہے  
 جب خدا کا متوالا اسکے عشق میں ادھر آ نکلتا ہے تو پتی پتی کو غلاف پیغام ربانی  
 سمجھ کر جو منے لگتا ہے ہر پتھر سے اسکی کہانی سنتا ہے۔ اور ہر چشمہ میں چاہتا ہے کہ  
 ڈوب جاؤں اور ڈوب کر نہ میں بیٹھ جاؤں۔ اس پہاڑی کے گوبچوں میں بہت سے



اہل اللہ ہند اور مسلمان کہتے ہیں۔ یہاں مہاتما گوتم بودھ نے ایک مانہ دراز تک ریاضت اور عبادت کی تھی جس کے آثار اور نشانات اب تک بتائے جاتے ہیں۔ بڑھکر حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے چلہ پر ایک خاص شان برستی ہے جس کے قریب پہنچتے ہی اس کے قد و مگو یا ہو جاتے ہیں جس نے یہاں چلہ کشتی کی تھی۔ اس کے انوار آنکھوں میں سامنے لگتے ہیں جس نے اس جگہ چلہ کیا تھا۔ یہاں اٹھارہ ماہ تک حضرت غفور شاہ نے تارک حیوانات۔ قائم الیل صائم الدہر ہر چلہ پورا کیا۔ راتیں کیسی گزریں دن کیسے گزرے اور راجکیری پہاڑ سے کیا کیا ریاضات اور مجاہدات پورے کر کے آئے یہ ایک داستان فقیر ہے۔

”نذیراں فطرت عشق است کہ در دفتر نئے گنج“

اسی طرح کچھ دنوں گورکھپور میں منشی عزیز اللہ صاحب کے باغ میں جو ایک خاص دیرانیت اور تنہائی کی شان رکھتا ہے نہایت گمنامی اور بے نشانی کے ساتھ مجاہدات کئے۔ اس زمانہ میں ایک صاحب محمد صادق نامی محد وہمال گورکھپور کے رہنے والے آپ کی خدمت گزاری کا حق قابل ذکر حد تک ادا کرتے رہے۔ اس کے بعد ہندوستان کے مشہور مزارات اور زیارت گاہوں کی سیر کی اور بعض ہندو مقدس مقامات کی بھی سیر کر کے فقر و درویشی کی ایک دوسری منزل سیاحت کو بھی ختم کیا اس کے بعد ۱۹۰۹ء میں حج کیا اور خدرا کے انوار سے مشرف ہو کر تشنگی روحانی کو بجھاتے ہوئے ہمہ سیراب و شاد اپس آئے۔

## علمی مذاق

انسان جس طرح اپنی ظاہری ساخت اور شخصیت میں ایک نرالی شان رکھتا ہے اسی طرح اپنی باطنی مہنی میں عجائبات کا ایک عالم رکھتا ہے۔ یعنی اسکو ایسے قوی ملے



ہیں کہ وہ تمامی مخلوق پر حکومت کر سکتا ہے اور وہ خود نہیں جانتا کہ میں کتنی بڑی  
ہستی رکھتا ہوں۔ عموماً انسان جانتا ہے کہ میرے دو ہاتھ۔ دو پیر اور دو آنکھیں  
ہیں۔ عموماً وہ انہیں چیزوں سے کام لیتا ہے لیکن بنی نوع انسان میں ایسے افراد بھی  
ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے باطن کے قوے سے کام لیکر انسان کو عجائبات کا پتلا  
ثابت کیا ہے۔ مادی دنیا میں مادی ریلوں جہازوں اور ہوائی پروازوں کو دیکھنے  
سے قیاس کو حیرت ہوتی ہے۔ اور اگر دور ہیں نگاہوں سے دیکھا جائے تو عالم باطن  
میں بھی ایسے پرواز اور عروج کے سامان نظر آئیں۔ حضرت کی ظاہری تعلیم درسا درسا  
بہت محدود ہوئی۔ نہیں کہا جاسکتا کہ جو کچھ پڑھا تھا وہ بھی ذہن میں محفوظ تھا کہ  
نہیں۔ کیونکہ ابتدا ہی سے جذبات فقر و درویشی کا غلبہ تھا۔ اب وہ باطنی مشیر ابھریں  
سے۔ اب وہ مجاہدات و ریاضات سے۔ اور درود و راز و زیارت گاہوں سے واپس  
آئے تو عقل اور باغ میں ایک طرح کی جلا اور روشنی پاتے ہیں۔ مسائل اور اصول کے  
بڑے بڑے میدان اپنی نظروں میں صاف پاتے ہیں۔ گویا باطن کے روشن ہونے  
ظاہر کے ہوش و حواس اور عقل شعور میں بھی ایک فطرتی ذوق اور مناسبت علمی پیدا  
ہو گئی اور انگریزی فارسی عربی اردو کی کتابی اور ادبی دنیا سے دلچسپی پیدا ہو گئی مختلف  
انگریزی اور اردو اخبارات اور رسائل میں صوفیانہ مضامین اخلاقی مباحث اور نظم و نشر  
میں اپنے خیالات پر روحانی انعکاس سے ہندوستان کے اہل قلم کو اپنی جانب مائل کیا  
”رسالہ صوفی“ (پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات) ”اخبار مشرق“ (گورکھ پور) ”اخبار  
نظام الملک“ (مراد آباد) ”دی مسلمان“ (کلکتہ) ”دی محمدن“ (مدرا س) ”دی مسلم  
ریوٹ“ (الہ آباد) ”دی انڈین اسپیکٹر“ (ممبئی) ”دی بہاری“ (بانتکی پور) وغیرہ میں  
حضرت کے مضامین کبھی کبھی شائع ہوئے ہیں جو اگر جمع کئے جائیں تو ایک مجموعہ ضخیم  
بن جائے۔ سلسلہ سوانح مشاہیر صوفیہ کرام کی سب سے پہلے بنیاد آپ نے ڈالی



اور جہاں ہندوستان میں دنیائے دنیا دارانہ مشاہیر کی سوانح عمریاں مرتب ہونے لگیں۔ حضرت نے خدا کے برگزیدہ بندوں اور روحانی مشاہیر عالم کے سوانح لکھنے شروع کئے۔ یہ تالیفیں اور تصنیفیں ملک میں شائع اور مقبول ہو چکی ہیں۔ یہاں بھی ان کے نام یاد آگئے ہیں۔ سوانح عمری حضرت حاجی سید ارث علی شاہ (انگریزی میں) سوانح حضرت ابراہیم ابن ادہم (انگریزی) سوانح حضرت بعلی شاہ قلندر (انگریزی) سوانح حضرت منصور علاج (انگریزی) کرشن معظم (انگریزی) (اردو میں) "Reflection on Sufism" (تصوف کی روشنی)۔

ان کتابوں کے نفس مضمون سے الگ ہو کر اگر دیکھا جائے تو زبان اور خیالات میں ایک خاص یک رنگی اور وہی تاثرات کی جھلک ہوتی ہے۔ الفاظ اور خیالات انسان کے دماغ اور باطنی مصادر سے ہو کر باہر آتے ہیں اور جس قسم کے طبعی اور روحانی کوالیف ہوتے ہیں ان سے رنگین ہو کر کاغذ پر نقش ہوتے ہیں۔ حضرت کی باطنی شورش اور روحانی تخصیص کا نمایاں رنگ آپ کے رسائل اور کتب میں موجود ہے۔ صوفیاء کرام کے سوانح میں مسائل اور مدارج روحانی پر جو باریکیاں کھائی ہیں وہ بہت دلچسپ ہیں ان مضامین اور رسائل کے علاوہ حضرت کی طبع موزوں کبھی کبھی جذبات روحانی کو قافیہ اور ردیف کی قیود اور پابندیوں میں لا کر نشتر معرفت کا کام کرتی ہے۔ قریب قریب اکثر صوفیاء کرام میں شاعرانہ ذوق ہوتا ہے اور ان کے کلام کے مجموعے بتا رہے ہیں کہ انکا ساقی انکا میخانہ۔ لورا انکا گل و بلبل کچھ اور ہے۔ حافظ۔ سعدی۔ مولانا رومی وغیرہ کے کلام پر ظاہر بین دنیا کے گندے مضامین کا انتہام اور تمام رکھتے ہیں مگر ذرا انصاف سے دیکھا جاوے تو کیا کوئی ظاہری مئے خوار اور رند ظاہری ایسا نکلیگا جو اپنی دنیاوی آلودگیوں میں رہ کر عارفانہ کلام اور اعلیٰ جذبات منظوم کر سکے؟



کبھی نہیں!! اُردم اور خیام کے ساقی اور مے یہ ان بھٹی اور شراب خانوں کے ساقی نہیں ہیں۔ بلکہ انکا ساقی میخانہ الست کا ساقی ہے اور انکی شراب وہ حقیقت ناب روحانی لذت اور کیفیت ہے جو انہیں اپنے دماغی نزاکت اور مستی حق پرستی سے پیدا ہوتی ہے۔ حضرت کو بھی اسی طرح شاعری سے مناسبت ہے جس طرح متقدین صوفیاء کرام کو شاعری سے ایک لگاؤ تھا۔ آپ کی شاعری دنیاوی معانی سے معرا ہے اور مطالب عالیہ روحانیہ سے مرشار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کلام پر جب کوئی اثر ہوتا ہے تو وہ اثر کبھی مصوری میں ظاہر ہوتا ہے۔ کبھی بت تراشی میں نمایاں ہوتا ہے اور کبھی کلام موزوں سے جھلکتا ہے۔ شاعری بھی میخانہ باطن کے خمار اور جوش و خروش کا نام ہے۔ اور یہی لطافتیں اور یہی خوبیاں حضرت کے کلام میں ہیں۔ یہاں کچھ اشعار سرسری طور سے لکھے جاتے ہیں جن کے مزون کچھ روح واقف ہو سکتی ہے۔

ندارم حامی پرساں اغثنیٰ یارسول اللہ  
برارم در دے درماں اغثنیٰ یارسول اللہ  
عجب دست دے پائیم چگونہ بردرت آیم  
شوذر نجیر پا عصیاں بود طوق گلو حراں  
کفیل بویں نوحی مرا ہم دستگیری کن  
دم شکر کفیل ستی اماں بخش خلیل ستی

کہ با شتم بے سر و ساماں اغثنیٰ یارسول اللہ  
بلب جاں آماں ہجراں اغثنیٰ یارسول اللہ  
ز مدت دارم این ارماں اغثنیٰ یارسول اللہ  
مراد ہست چون ندان اغثنیٰ یارسول اللہ  
منم در قلمزم عصیاں اغثنیٰ یارسول اللہ  
تیم از آتش ہجراں اغثنیٰ یارسول اللہ

ترا شاہ این چنین گوید ز چرخ می نالہ

کہ شد بسیار سرگرداں اغثنیٰ یارسول اللہ

دل تو وہی ہے جس میں بت جاگزیں ہے  
افلاک پر ہے کبھی زیریں رہے

کیا کہنا اس مکان کا جس میں مکیں رہے  
دیکھا جو پہلوؤں میں بہیں کے بہیں رہے



پردہ تو دیکھے کہ وہ آئے ہیں ایسے وقت  
 صل ہو سکا نہ نکتہ تیرے قرب و بعد کا  
 بجز میں جا کے حق سے عا مانگتا ہوں میں  
 جب خانہ خودی میں ہیں خود نہیں رہے  
 جہاں ہوں کیسے کیسے یہ نکتہ چیں رہے  
 پائے صنم پہ میری ہمیشہ جہیں رہے  
 اے شاہ ضبط آہ محبت میں چاہئے  
 پردہ نشیں کا عشق ہے پردہ نشیں رہے

آنکھوں میں نورِ قالب بچاں میں جاں رہا  
 اسکی نزاکت آئی نہ ہے صحبت نفیس  
 مہلت کبھی تیرے تلون نے دی اُسے  
 وہ پردہ دار میرے سے نظر نہاں رہا  
 تازیت نرم موم سا ہر استخوان رہا  
 جھگڑے میں انقلاب کے ہر دم جہاں رہا  
 حسرت نے بزم یار کا پروا نہ کر دیا  
 جل بچھ چکا تو خاک ہوا ارمنیاں رہا  
 میں مشعل احد ہوں نہ جس میں ہواں رہا  
 چارے میں لاکھ لاکھ طرح آسماں رہا  
 نہ خم جاگڑا بھی تو دل پر نشاں رہا  
 قاتل کا بار بار رقیبوں کا دیکھتا  
 جس کی طواف کرتے رہے ببلان دہر  
 اے شاہ اوس چین میں میرا آشتیاں رہا

سو جھا کبھی نہ عشق میں کچھ پیار کے سوا  
 آئے کبھی جو جوش پہ رحمت حضور کی  
 مرے کو زندہ زندہ کو مردہ بنا دیا  
 حلو بریں میں بیٹھ رہا ہے جا کے متقی  
 کس میں یہ بات ہے تیری گفتار کے سوا  
 حاضر رہا نہ کوئی گنگار کے سوا  
 دم بھر کہیں رہے نہیں گلزار کے سوا  
 طاقت کس میں ہے تیرے بیابان کے سوا  
 جلسے گاہ یہ نہ شربت دیدار کے سوا  
 سو جھا کبھی نہ عشق میں کچھ پیار کے سوا  
 آئے کبھی جو جوش پہ رحمت حضور کی  
 مرے کو زندہ زندہ کو مردہ بنا دیا  
 حلو بریں میں بیٹھ رہا ہے جا کے متقی  
 کیا چین آئے خانہ صیاد میں ہمیں  
 باراجل اٹھائے جو کوئی خوشی خوشی  
 اے یار سوز و دل مرض لاعلاج ہے



آزاد تو کیا مجھے یہ تو بستائے جاؤں کہاں میں آپکی سرکار کے سوا

مریٹ کے کون کو رغبیاں میں جائے شاہ

اپنی جگہ کہاں ہے دربار کے سوا

چھوٹکی جان قصہ دنیا و دیں سے کب

آنسو ہمارے پونجھیکا آستین سے کب

اٹھ آئی تھی زمین یہ خلد بریں سے کب

یہ تو کہو کہ لوگے امانت زمین سے کب

ہوگی موافقت کسی پردہ نشین سے کب

فرصت بیگی بات کی اس نازیں سے کب

رہو اے ہم پہ آئینگا کب رحم آپ کو

دنیا میں کوئے یار ہے اک طبقہ بہشت

سوچی ہیں خاک میں جو میری تم نے حسرتیں

لیکا ہماری آنکھ کو ہے تاک جھانک کا

اے شاہ چار سو جو چین میں لگی ہے آگ

پھول اس میں جا پڑا تھا رخ آتشیں سے کب

بے تابی نے نہ لینے دیاد م تمام رات

رو مال آنسوؤں سے رہا تم تمام رات

اوٹھ اوٹھ کے لوگ دیکھتے ہیں دم تمام رات

رہتا ہے گھر میں شیون و ماتم تمام رات

ہوتی ہے بزم درہم و برہم تمام رات

بتیاب دن کو رہتا ہوں بیدم تمام رات

پردانوں میں تر پتے ہے ہم تمام رات

رقت نے دی نجات نہ یکدم تمام رات

یوں اب تو صبح ہوتی ہے تیرے مریض کو

ہوتا ہے عشق چاہ قرن میں جو اضطراب

جلتی ہیں شمعیں ٹٹتے ہیں پردانہ سوز سے

گھبرا ہے آ کے جب سے تیرے درد ہجر نے

میں شاہ بے نیاز کا ایک بے نیاز ہوں

آسا نہیں ہے اٹھ پر دم تمام رات

چل ہیل ہے چین میں ہزار کے باعث

بہشت ہو گئی میرے مزار کے باعث

سنوارا دیہر کو نقش و نگار کے باعث

یہ سارا رنگ ہے چھایا بہار کے باعث

وہی زمین رہے جس میں ہو کا عالم تھا

بنا چکے جوہ قدرت سے عالم ایجاب



قریب پردہ کے پہنچا ہوئی مجھے معراج      قرن رحمت پر درگاہ کے باعث  
جناب عشق سے دیوانہ کا خطاب ملا      یہ اقتدار ہوا فیض یار کے باعث  
فقط وہی نظر آیا جد ہر نگاہ اٹھی  
کمال شاہ یہ ہے انتظار کے باعث

اس شعلہ رُود کو دیکھ کے آتا ہے پیارا آج      مدت کے بعد نگاہ ہے دل کا بخار آج  
شاید خزاں کے فصل کی آمد ہنسی میں      آتی نہیں چمن سے نسیم بہار آج  
اس انقلاب ہر سے عبرت ہی چاہئے      کل تھے جو شاہ ہو گئے مہشت غبار آج  
خوش رنگ کے شفق سے بھی آشاہ رنگ دل  
کس بزم سے اٹھا ہے ہمارا غبار آج

ہزار چاہے میحاً تن نزار میں روح      کبھی نہ عود کرے جسم بقیار میں روح  
سماگئی ہے لگا ہوں میں حسرت دیدار      رہیگی آنکھوں میں یا ان کے انتظار میں روح  
خدا کے واسطے تڑپو نہ اس قدر اسے شاہ

نکل نہ جائے پھر ک کر فراق یار میں روح      کس قدر تو نے کیا ہے اسے قاتل گستاخ  
ہو گیا تیری چھری سے جو میرا دل گستاخ      ہے تیرے شعلہ رخ سے میرا دل گستاخ  
یا کہ ہے شمع سے پروانہ محفل گستاخ      لن ترانی کی مجھے تاب نہیں جانِ جہاں  
دیدہ شوق سے ہو جائیگا یہ دل گستاخ      قبر ہر دم جو لیٹتی ہے تیرے کشتے سے  
ناز بردار مسافر سے ہے منزل گستاخ  
خود پسند و نگو جو دل چاہنے والوں دے  
حق پرستوں سے ہو فرقہ باطل گستاخ

نہ آئیگی جو میرے بعد میری بوجھ سیاد      قفس کو دیکھ کے رویا کریگا تو صیاد  
نہائے گا کہ چھڑک آئیگا گلستا نہیں      بھرے ہیں خون عناد دل سے کیوں صیاد



چمن سے ساتھ نسیم بہار کو لے کر کزبگی نگہت گل میری جستجو صیاد  
 سمجھ کے در و جگر کر بیان اے بلبل  
 تنک مزاج ہے گلچیں تو تندر خواصیت اد  
 رخصت کرتی شب کو سرد و گھڑی کے بعد ہو گا مقامیوں کا سفر و گھڑی کے بعد

دلیہ شاہان نور کس کا ہے کہ ہوں روشن ضمیر ماہ پر دیں کا نہ رستہ ہے نہ راہ آفتاب

ہائے الفت نے دکھایا یہ اثر اپنا بیگانہ میرا بیزار ہے  
 دین و دنیا کی کریں کیا آرزو اپنی ہی ہستی سے جب انکار ہے  
 جز تمنائے وصال سبیر جنت الماویٰ نہیں درکار ہے

المدد الے خسرو حسن المدد

شاہ فرقت میں بہت لاچار ہے

سُخ سے نقاب اپنے بند اٹھا دے خواجہ حسرت ہمارے دل کی اب تو مٹا دے خواجہ  
 قید دوئی میں کیتک عاصی پڑا ہے گا وحدت کا جام بھر کر اب تو پلا دے خواجہ  
 گرداب غم میں پڑ کر اب کھار ہوں چسکر  
 بند کنارے کشتی میری لگا دے خواجہ

ہنستا ہے کوئی شاہ پہ مستانہ سمجھ کر اور سنگ بکف ہے کوئی دیوانہ سمجھ کر  
 جرم کشش دل پہ نہ سرکار سزا دیں دل ہی دے دیتا ہوں میں جو مانہ سمجھ کر  
 ہاں سورہ یوسف کوئی پڑھ دیتا تو ہم بھی سن لیتے مگر حسن کا افسانہ سمجھ کر  
 ہاں خانہ دل حسرت و غم سے ہے آباد نفرت نہ اُٹھیں ہو کہیں ویرانہ سمجھ کر  
 شاہی کا لقب تجھ کو جو اللہ نے بخشا



اے شاہ فقیر درحسانانہ سمجھ کر

چو مہمور دل از خفی و جلی شد  
تو ہی ظاہر و باطن ایں آگہی شد  
من اور ابھر سو دور خود بسنیم  
بچشم و دلم جائے وارث علی شد  
دو چشمہاں تو چشمہ فیض باشند  
بہر کس نظر کردی و آں ولی شد  
تو مولائے من باشی اے وارث من  
بوصف تو ہر چہ گفتہ کمی شد  
برا فلاک ذکر تو شد در ملائک  
کہ واللہ نور خدا آدمی شد

چہ رنج و غم اے شاہ آں مرشد رہا  
برارندہ ہر مراد دلی شد

## فیض

حضرت جب کوہ را جگیری سے نیچے اترے تو ایک متوالی شان میں اترے  
روحانیت اور کیفیات غریبہ کا جلال اور نور اس طرح رُخ انوار سے تاباں تھا جس طرح  
فانوس پر روشنی شمع تمکین کی جھلک ہو یا خیمہ نہ عرفان کی شراب نورانی جام سے  
چھلکتی ہو۔ دشت نیستی کو طے کر کے فاتح روحانی کی جہتیت سے آئے اور اپنے میں  
مقنا طیس کا خزانہ چھپا کر لائے۔ اپنی زلفوں سے عالم کو تہ و بالا کرتے آئے۔  
گویا آبشار روحانی را جگیری سے میدان میں جا نکلا۔ جدہر جاتے لوگوں کا ہجوم  
ہو جاتا اور خاص کر اس جماعت اور حلقہ میں زیادہ گرویدگی ہوئی جو علوم میں تبحر رکھتے  
ہیں۔ جب حضرت بنگالہ کی طرف گئے تو وہاں بہت زیادہ آپ کے فدائی ہو گئے  
اکثر قلوب میں دہریت اور بادیت نے گھر بنالیا تھا۔ ان کو اپنی تقریر اور روحانیت  
روشن کر دیا۔ جن لوگوں نے حضرت کو دیکھا ہے وہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ بہت  
کم سخن ہیں لیکن جب کسی وقت کسی امر میں آپ کو دلچسپی ہو جاتی ہے تو زبان میں ایک



خاصہ وانی اور طرز بیان میں ایک عجیب کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی موسیقار باطنی اپنے عالم جوش و خروش میں ہے۔ خاص کر آپ پر رات کے اول حصہ یا پچھلے حصہ میں ایک حالت طاری رہتی ہے۔ اس وقت کی گفتگو نہایت عارفانہ اور اس وقت آپ کا سراپا خاص وجدان کا آئینہ بن جاتا ہے۔ آپ کے اقوال سے ایک قول یاد آیا ہے ”تصوف کی دنیا میں پہلا قدم یقینی موت۔ دوسرا قدم حیرانِ عبرت۔ تیسرا ذوق طاعت و فناء کے دل چوتھا یا آخری قدم سکون فی الرضا والتسلیم“ اس قسم کے جواب ہر ایزاقوال اکثر حالت خاص میں آپ کی زبان سے نکلتے ہیں نہیں معلوم یہ حالت خاص پہاڑوں اور جنگلوں کی سیر میں کہانتک رہی ہوگی مگر گورکھپور میں اور چٹا گنگ میں خادم کو اسکا اتفاق ہوا ہے جہاں بچھا گیا ہے کہ چار چار روز ایک سکر اور ایک عجیب مستانہ جوش و خروش کی کیفیت طاری ہی ہے اب اس وقت آپ کا سلسلہ فیض ہنگالہ۔ صوبہ متحدہ۔ بعض ریاستوں اور صوبہ بہار میں جاری ہے۔ کتنے شک و شبہ اور گمراہی کے مارے آپ کی تعلیم اور نظر سے زندہ ہو چکے ہیں۔ یہاں آپ کے حلقہ بگوشوں کی مسلسل فہرست بیجا معلوم ہوتی ہے \*

## اہل ظاہر کی مخالفت

جب پہاڑوں سے کوئی سرچشمہ اندرونی کشاکش ارضی سے سیلابِ فتنہ ہوتا ہے تو معمولی چٹانیں اور بے حس چوب دستوں اور بے ادھیں روڑے اٹکاتے ہیں۔ لیکن ایک ذرا سی آزمائشی ٹکڑے کے بعد پھر یہاں سے سیلابِ قدرتی اور زوروں سے آگے کو بڑھتا ہے اسی طرح جب عالم میں کوئی خاص تحریک ہوتی ہے اور غیر معمولی نمونے روحانیت کے پیش آئے ہیں تو بعض انسانی مخالفتوں نے راہ میں کاٹیں پیدا کنیکی کوشش کی ہے۔ اس سے خدا کی قدیمی مصلحت کا راز سمجھ میں آتا ہے۔ کہ جب اپنے بندوں کی



ازمایش کرتا اور ان کا امتحان لینا چاہتا ہے تو ایسے مخالفوں اور گندم نما جو فروش  
ہم جلیسوں سے ان کا پالا پڑتا ہے جو بظاہر اپنی مخالفت اور عیاری میں بہت سختی  
اور تیزی سے کام لیتے ہیں مگر بعد چندے وہی لوگ اپنی غلطیوں پر متنبہ اور پشیمان  
ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام پر ایک بار روحی نازل ہوئی کہ اے داؤد!  
جب سب کو چھوڑ کر کوئی میری ہی پناہ لیتا ہے تو گو کہ تمام زمین اور آسمان مگر فریب  
سے اُس کی مخالفت کریں مگر اس کی شکل آسان ہی کرتا ہوں گا۔ ہاں۔ حضرت کے  
زمانہ قیام گورکھ پور میں کچھ اہل ظاہر اور اہل غرض نے آپ کی مخالفت کے لئے  
مضامین نویسی اور گروہ بندی کی فکریں کیں۔ کمرائے پرستارے ضلع پٹنہ (آپ کے  
وطن) میں بھی چند حریفوں نے اپنے خیال کے مطابق آپ کی مخالفت اور آپ کی  
اذیت رسانی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور چھپرہ میں بھی اسی طرح بعض دنیا کے  
وہ لوگ ہر چیز اور ہر شخص کو محض ظاہری اور سطحی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ انہوں نے  
آپ کو پریشان کرنا چاہا لیکن بہت جلد ان لوگوں پر حقیقت عیاں ہو گئی اور آپ کا  
زور میلان اور سلسلہ مقبول دلہا بڑھتا گیا۔ خاص کر جب حضرت نے موجودہ صوفیاء  
مشاہیر اور بزرگان دین کے اصرار اور مشورہ سے سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
بجالانے پر مادگی ظاہر کی اور اوائل ۱۹۱۳ء میں اپنے خاندان میں قطب وقت  
حضرت حاجی سید نادر علی کی پوتی جو شمس العلماء مولانا شاہ بد الدین صاحب سجادہ نشین  
خانقاہ پھلواری کی عزیزہ قریبے ہوتی ہیں۔ اور نہایت تعلیم یافتہ اور خدا پرست  
خاتون ہیں ان سے شادی کی تو بعض ظاہر پرستوں نے چاہا کہ آپ کا اثر دلوں کے

۱۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مولانا کی حقیقی ماموں زاد بہن ہوتی تھیں۔

۲۔ آپ نے ایک کتاب بھی موسومہ "حیات ابدی" یعنی سوانح عمری حضرت رابعہ بصری

رحمۃ اللہ علیہا تالیف فرمائی ہے جو دفتر صوفی سے ہم کو مل سکتی ہے۔ (الترجم)



ہٹا دیں مگر بفضلہ وہ اثر بڑھتا گیا اور آج کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح بزرگان سلف نے پہلے ریاضات و مجاہدات شاقہ کے بعد اس فرض کو پورا کیا۔ اسی طرح حضرت نے بھی اس کو پورا کیا۔ بہر حال اہل ظاہر جو ظاہری لباس اور ظاہری نمود کو ہر رنگ میں دیکھتے ہیں ان کو معلوم ہو گیا کہ فرائض اسلام اور پابندیاں اشاعت دین و مخلوق کے بارہ میں ہمارا خیال غلط ہے جو وہی قوانین اور جو عطیات رحمانی ایک انسان میں ہوتے ہیں انکو مادہ می اثرات کبھی نہیں اُٹل کر سکتے۔ ہاں اسی کو حضرت ابو سیدمان دارانی قدس سرہ نے یوں فرمایا ہے کہ خدا کے بعض ایسے بندے ہیں کہ انہیں درخ کا خوف اور بہشت کی اُمید محبت الہی سے باز نہیں کھ سکتی پھر دنیا انہیں محبت الہی اور ذکر خدا سے کیونکر باز رکھ سکیگی؟ پس کی شوریہ نوائی اور روح مستانہ کی وارفتگی کبھی گل سامان کے ظاہری بستان سے کم نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ وابستگیوں اس عالم سے ہوتی ہیں نہ کہ اس عالم سے۔

## عام رجحان

حضرت کی ذات یا برکات کے ساتھ پیلک کو کیا گرویدگی اور تعلق ہے اس کا اندازہ لفظوں سے نہیں بتایا جاسکتا جن شہروں اور گوشوں تک آپ کے قدم پہنچے ہیں۔ وہاں کے ایسے لوگ بھی آپ کے شیدائی پائے گئے جو عام طور سے صوفیوں کی نسبت کچھ خیالات نہیں رکھتے اور نہ جن کو یہ اعتقاد ہے کہ صوفیاء کرام پر عرفان کی حقیقت عیاں اور اہل تصوف دنیا میں حل عقد روحانی کے کلید بردار ہیں۔ ایسے حضرات بھی آپ کے علمی اور روحانی کمالات کے معتقد ہو جاتے ہیں۔ اس کشش اور میلان کو آپ کے اعلیٰ اخلاق برگزیدہ تہذیب اور نہایت روشن اور دلکش تقریر کی طرف منسوب کرنا چاہئے۔ مسلمان۔ ہندو۔ عیسائی اور



ہندوستان کی ہر قوم کے عام و خاص جن کو چند منٹ بھی حضرت سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے وہ حضرت کے معترف اور مداح پائے گئے ہیں۔ ۱۹۱۲ء میں جب حضرت گورکھپور میں تھے تو ایک اسلامی تھیاٹرو فیکل سوسائٹی کی بنیاد آپ کی توجہ سے پڑی تھی جو آج انجمن اسلامی کی معنوی صورت میں جلوہ گر ہے، گورکھپور کے مسلمان طلباء نے حضرت کو ایک ایڈرس اسلامی لائبریری کی جانب نگاہ کرم مینڈول فرمائی کی خاطر دیا تھا جس کے ایک حصہ کا انتخاب دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔

”اے شاہِ چشم بجال گدافنگن  
کیں گوش بس حکایت شاہ و گدانشید

عالیجاہ!

ہمارے دائرہ معلوما میں ایسا کوئی جامع لفظ نہیں ہے جس کا ہم حضور کو اس ایڈرس میں اپنے عرض حال کی طرف مخاطب کرنیکی جرأت کریں۔ اس لئے ہم سادگی اور سنجیدگی سے جو انتہائے خلوص کا ایک لازمی جزو ہے اپنے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں حضرت کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اس لائبریری میں عالیجاہ کی تشریف آوری کو اپنی جماعت اور اس کے مقاصد ملی کی ایک بین کامیابی سمجھتے ہیں کیونکہ جب عالیجاہ میں نور اور گرمی کے ساتھ یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ اس شہر میں اسلامیت اور روحانیت کی روح پھونکی جائے اور خاص کر نوجوانوں میں زندگی اور جذبات پیدا کئے جائیں تو ہم یہاں ایک قسم کی علم و عمل کی حرکت بابرکت پاتے ہیں۔“ ہم اس جگہ اپنی آرزو اور حضرت کی موجودگی کے بارہ میں حافظ علیہ الرحمۃ کی زبان میں یہ کہتے ہیں۔

اے کہ با سلسلہ زلفِ دراز آمدہ      فرصت باد کہ دیوانہ نواز آمدہ  
ساعتے ناز مفر و بگرداں عادت      چوں سپر سیدن در باب نیاز آمدہ



مختم ذات یا برکات با آپ کو ذوق شوق اور روحانیوں کی دنیا سے دلچسپی ہے مگر  
 تھوڑی دیر کے واسطے یہ سوچنا ہے کہ جس خدا برحق اور رسول برگزیدہ کے درویش  
 اور صوفی عاشق ہیں اس کے دین اور مسلک کا کیا حال ہے دنیا میں۔ کیا محبوب  
 ترین دین اور مسلک کی حالت زار سے عشاق الہی کے قلوب بچپن نہ ہونگے وقت آگیا  
 ہے کہ غازیان اسلام ایشیا سے کام لیں۔ علماء اسلام علم کی خیرات عام کریں۔ شعرا  
 اپنے کلام میں قومی اور مذہبی پاک جذبات کو جگادیں۔ اور صوفی اور درویش اپنی دعاؤں  
 اور اپنے روحانی طریقوں سے ملک اور ملت کو جگائیں۔ مگر سب زیادہ اس طبقہ اور چمن  
 میں آبیاری اور فیض کی ضرورت ہے جہاں اسلام کے نو نہال۔ اسلام کی آرزوئیں  
 اور اسلام کی ہری ہری فصلیں ہیں۔ ان پودوں کو مذہب اور روحانیت سے سینچنے  
 کی ضرورت ہے اور ان کو زمانہ کے آفات سرد اور گرم سے محفوظ رکھنے کی اشد  
 ضرورت ہے۔ بلکہ اس بر رحمت اور اس باغبان کی ضرورت ہے جو فصلوں کو مال مال  
 کرتا اور چمن کو خس و خاشاک سے پاک کر کے ایک نمونہ ارم بناتا ہے۔ اور وہ باغبان اے  
 مقدر درویش ہم آپ کے کمالات اور خیالات میں پاتے ہیں جس کے ثبوت میں صرف  
 اس قدر ہمارے دل سے نکلتا ہے کہ اس سن و سال میں عالیجاہ نے جو صورتی  
 اور معنوی کمالات پیدا کئے ہیں اور جو برقی کشش اپنی روح میں جذب کی ہے اس  
 سے ہمارے ظاہری اور باطنی عالم میں ایک منور امید گاہ قائم ہو گئی ہے۔ ہماری  
 کور آنکھیں اور ہمارے چھوٹے دماغ جناب کی شخصیت کے ہر پہلو پر بیٹ نظر نہیں  
 ڈال سکتے اور اس لئے ہم سکوت اور تجسس سے کام لیتے ہیں۔  
 قلم را آن نہاں نبود کہ سر عشق گوید باز  
 و رائے حد تقریر است شرح آرزو مندی  
 مختصر یہ کہ حضور کو اس بزرگ اور ولی کامل سے تعلق سے ہے جس کے سلسلہ وارثی میں



بڑے بڑے فلسفی بڑے بڑے مقنن اور بڑے بڑے مشاہیر مسلمان - ہندو اور عیسائی قوم بزرگ فخر منسلک ہیں اور اس لئے ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہماری آرزو میں شاندار طریقہ سے پوری ہوئی اور ہم کو علمی اور روحانی دونوں فیض حاصل ہونگے۔ حضرت ریاض کے چند شعر ہمارے اس موقع پر ہماری بیزبانی کی ترجمانی کرتے ہیں ۵

غریب ہم ہیں غریبوں کی بھی خوشی ہو جائے      نظر حضور ادھر بھی کبھی کبھی ہو جائے  
میں اس نگاہ کے صدقے یہ ہوا اثر جس میں      کہ دل میں درد بھی اٹھے تو گدگدی ہو جائے  
نہ پوچھو بادہ گساران بزم و ارث کی      یہ کچھ دین سوئے اعط تو وہ دلی ہو جائے  
مٹا رہا ہوں شب و روز اس لئے خود کو      فنا کے راز سے مجھ کو بھی آگہی ہو جائے  
نگاہ فیض سے تیرے عجب نہیں ارث      ریاض سا سگ دنیا بھی آدمی ہو جائے  
انہیں ہم اجڑا ہوا دل حضور کے نذر کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ حضور کے انوار اس میں گھر کریں گے اور اس کو دین اور دنیا کی تزیین سے آئینہ خانہ قدسیان بنادیں گے حضور اس سمیع خراشی کو معاف فرمائیں اور اس ایڈریس کو قبول فرمائیں ۵

داری خیال پریش عشاق بیسوا      گویا کہ بوجے صدق از ایشان شنیدہ  
پایم نمی رسد بزمیں دیگر از نشاط      تا سو کے من بلطف عنایت تو دیدہ

ہم ہیں خادمان حضور  
ممبران محمدن لائبریری گورکھپور

۵ دسمبر ۱۹۱۲ء

اس کا جواب حضرت کی طرف سے نہایت مختصر لفظوں میں دیا گیا جس کا اختصار معنویت کے لحاظ سے نہایت گراں اور وسیع ہے کیونکہ اسلام کی موجودہ نسل کے سامنے اس سے بہتر اور کوئی دوسرا خیال نہیں پیش کیا جاسکتا۔ وہ خیالات یہ ہیں۔



”مہبران محمدن لائبریری!“

میں ایک ناچیز فقیر اور گوشہ نشین ہوں۔ آپ لوگوں نے جو میرا خیر مقدم کیا اور ایسے پر جوش الفاظ میں میری بے بضاعت خدمات کا ذکر کیا۔ آپ ہی بتائیں میں کن الفاظ میں ان کا شکریہ ادا کروں۔ فقیر کے پاس ایک عارضی رہائش گاہ اور اس کی ذات ہے اور وہ حاضر ہے میں آپ کی لائبریری دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور میں نے آپ کی کوششوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میں پھر آپ کے ایڈریس کے جذبات کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔ اور حیران ہوں کہ میں کن الفاظ میں آپ کے خیالات کی تائید کروں۔ اس لئے کہ اس وقت دنیا اسلام میں ایک عجیب تلاطم ہے۔ اور خاص کر ان طبقوں میں جو علم و عمل سے واسطہ رکھتے ہیں بلکہ عام خیال ہے کہ اب اسلامیت کا نیا دور ہے۔ اور اس دور میں ضرورت ہے کہ ہم کچھ غور و فکر سے کام لیں اور دیکھیں کہ ہم کہاں جا رہے تھے اور اب کہاں جانا چاہئے۔ ان کشاکش واقعات عالم میں نوجوان نسلوں کے سنبھالنے اور باخیر کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہی لوگ دور اسلامیت کے رہنا اور یہی لوگ اسلام کے نامور کارناموں کے ہیرو ہوں گے۔ میں آپ کے اغراض اور مقاصد سے پوری طرح ہمدردی کرتا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اسلامک تھیوٹھیکل سوسائٹی کے ساتھ ان کی کامیابیاں وابستہ ہیں۔ میں پھر سچے جوش کے ساتھ آپ لوگوں کی پر جوش آرزوؤں سے پوری ہمدردی کرتا ہوں اور یہ عرض کرتا ہوں کہ اکثر بہترین جذبات دل سے زبان تک نہیں آتے اور انہیں جذبات میں میری وہ خیر طلبی اور دعا دلی ہے جو میں آپ سب صاحبوں کے واسطے اپنے دل میں معجزانہ پاتا ہوں“۔

اسی طرح جب حضرت ۱۹۱۳ء میں تشریف فرما تھے تو مسلمانوں۔ ہنگالیوں۔ ہندوؤں اور انگریزوں کے اصرار سے چھپڑ ٹاؤن ہال میں ”عرفان نفس“ پر ایک نہایت



عالمانہ لکچر ہوا جس کے جذبات نے حاضرین پر ایک خاص اثر کیا اور بلا امتیاز کے ہر مذہب کے لوگ آپ کی روحانیت اور آپ کے مراتب سے واقف ہو کر آپ سے روحانی فیوض کیلئے رجوع ہوئے۔ اس لکچر کے بعد کیا خاص حالت قلوب کی ہوئی وہ ایک یوروپین کے خط سے ظاہر ہو سکتی ہے جو اُس نے حضرت کی خدمت میں بھیجا تھا۔ یہ چھپرہ کے سپرنٹنڈنٹ پولیس جناب مسٹر ایچ۔ یو۔ بیکر صاحب کا خط ہے۔

### (ترجمہ خط)

”میرے لئے یہ ایک مسرت کا موجب ہے کہ آپ سے ملاقات ہوئی اور آپ کے سلسلہ تبلیغ کے متعلق کل باتیں معلوم کر کے بھی مسرت ہوئی آئندہ میں اس سلسلہ کے کاموں کی برابر دلچسپی کے ساتھ متابعت کروں گا۔ مجھ کو جب کبھی آپ کے تعلیمات وغیرہ وغیرہ کے سننے کا موقع ملتا ہے تو میرے دل میں اس کا یقین قطعی پیدا ہوتا ہے کہ آپ کا مقصد عظیم منجانب اللہ ہے۔ خدا کرے کہ یہ سلسلہ جاری رہے کہ اس کی عظمت اور جلالت کا نشان ہے۔“

میں ہوں نہایت مخلصانہ آپ کا ہمدرد مداح

ایچ۔ یو۔ بیکر

۷۔ مئی ۱۹۱۳ء چھپرہ

اسی قسم کے صد ہا خطوط ہیں جو اطراف و جوانب سے خدمت میں آئے اور آتے رہتے ہیں اور ملک کے اردو اور انگریزی اخباروں نے آپ کے لکچر کے اقتباسات کو دور دور پہنچا کر اہل نظر کو تنقید اور تعارف کا موقع دیا۔ غرض ایک عجیب ذات بابرکت ہے جس کی مثال ایک برقی روحانی شمع سے دیجا سکتی ہے کہ وہ جہاں نکلیاں ہوئی وہیں ہر سمت نظر میں اٹھنے لگتی ہیں اور پروانوں کی جان شاری کا تماشا ہونے لگتا ہے۔



## دیباچہ مصنف کا ترجمہ

جناب اقدس حضرت حاجی حافظ سید ارث علی شاہ کو ”نور ہندستان“ کہتے تھے۔ ابھی بہت سے آپ کے والد و شہداء ایسے ہیں جن کے حافظہ میں اس نور کی نورانیت اب تک جلوہ گر ہے جو روحانی دنیا پر جلوہ فگن ہوا تھا۔ جو لوگ وحانیت سے مالا مال تھے وہ اس نور کی نورانیت کا اندازہ کر سکتے تھے۔ ہاں۔ میرا اس بے ثبات دنیا سے بیزار ہو کر اس مقدس ذات سے متوسل ہونا محض مولائی حضرت مخدوم حسام الدین مانچپوری قدس سرہ کے روحانی ایما سے ہوا جو اپنے وقت کے جلیل القدر اولیاء کرام تھے۔ ہزاروں ایسے ہیں جو روح القدس سے فیضیاب ہوتے ہیں اور اس فیض اور تسلیم کی تکمیل ایسی ہوتی ہے جسکی مثال مادی دنیا میں مفقود ہے۔ ان کے لئے اس بزرگ کی حیات ارضی کا ایک مختصر تذکرہ شاید روحانی دلچسپی پیدا کرنے سے قاصر نہ رہیگا اور میں نے ذیل کی سطروں کو سبک کے سامنے لائیکی جو ہمت کی ہے وہ محض اس خیال سے کی ہے ✽

سید غفور شاہ الحسامی الوارثی

چٹا گنگ

۳۔ جولائی ۱۹۱۳ء



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضور اقدس اکرم حاجی سید وارث علی شاہ علیہ الرحمۃ اُن نفوس آسمانی میں سے تھے جن کا ظہور فرشتوں کی آمد کی طرح بہت ہی شاذ اور بہت زمانہ کے بعد ہوتا ہے۔ ایسے نفوس میں کی بہترین نعمت ہیں۔ یہ مینہ کی تازگی بخش ترشح کے مثل ہیں جو مردہ اور سوختہ جانِ نیا میں تازہ زندگی پیدا کرتے ہیں۔ ایسے نفوس پر یہ قوال پورے اترے ہیں "اتی جاعل فی الارض خلیقہ"۔

(انسان خدا کا خلیفہ ہے) "ان اللہ خلق ادم علی صورۃ" (انسان خدا کی صورت پر بنایا گیا) "من رآنی فقد رآی الحق" (جس نے مجھ کو دیکھا اُس نے خدا کو دیکھا)۔ اس تشکیک اور مادہ پرستی کے زمانہ میں مندرجہ بالا اقوال کے حقیقی مطالب اکثر غلط سمجھے گئے ہیں۔ جن کی تشریح اس طرح سے کی جاتی ہے کہ یہ مذہب کے ایسے تشبیہی مقولے ہیں جن میں خدا صفات انسانی کیسے متصف مانا گیا ہے۔ انسان حقیقتاً اور واقعی اپنے اعلیٰ ترین روحانی عنصر میں اپنے خالق کیساتھ عین منظر خدا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا پورا علم فلسفیوں کے مختلف گروہ میں نہیں بلکہ انسانی قلب کے اعلیٰ ترین جذبات میں ہے عقل اور اعتقادات سلطان عشق کے سامنے سرنگون ہوتے ہیں۔ عشق ایک خاص امانت ہے جسے خدا نے انسان کو عطا کیا ہے۔ یہ قلب انسانی کے ذریعہ سے

۱۔ قلب انسانی کی عظمت کلام پاک کی اس آیت سے ظاہر ہوتی ہے جس میں امانت الہی اور اسرار الہی کا گنجینہ انسانی قلب میں پایا جاتا ہے۔ "ان غرض الامانت علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملہا اشقق منہا حملہا الانسان" اور حضرت حافظ نے بھی اسکی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ "آسمان بار امانت نتوانست کشید، قرعہ فال نام من یوانہ زود" (المترجم)



ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچا یا گیا ہے لیکن اسکا سرچشمہ کبھی خشک نہیں ہوتا۔ جب کبھی عشق کی موجیں قلب انسانی میں دھیمی اور آہستہ ہو جاتی ہیں تو ایک متمہ بالشان منور صرح صورت انسانی میں ظاہر ہوتی ہے تاکہ ان موجوں کو پھر متلاطم کرے۔ اور پھر مردہ روحوں میں جان ڈالے۔ حضرت حاجی ارث علی شاہ انہیں ارباب روحانیت سے تھے۔ آپ دیوا (بارہ بنکی۔ اودھ) میں ۱۲۳۸ھ (۱۸۲۳ء) میں منصہ شہود پر جلوہ افروز ہوئے۔ ایسے ہی ذات بابرکت کی نسبت کہا گیا ہے کہ اپنے زمانہ کے مجدد ہوتے ہیں۔ وہ نہایت تکمیل کے ساتھ ان خیالات کا اظہار کرتے ہیں جو بسا اوقات اُن کے ہم عصروں کے دائرہ فہم و ذکاوت سے راء الورا ہوتے ہیں دیواستناہ میں داخل نہ تھا۔ یہاں کی ہوا بالذات روحانی تھی۔ حضرت شاہ منعم حضرت شاہ روشن اور حضرت شاہ قربان علی جو جناب اقدس کے والد ماجد تھے اور ایک مشہور بزرگ تھے۔ یہ سب حضرات دیوہ میں رہے اور یہیں حلت فرمائی۔ اس خاندان کی روش بھی بالکل مذہبی تھی۔ حضرت حاجی خادم علی شاہ کو آپ سے بہت قریبی تعلق تھا یعنی آپ کے نسبتی بھائی ہوتے تھے۔ وہ آپ کے روحانی ہادی بھی تھے گرد و پیش کے سامان اس طرح پر ایک روحانی وجود کے ارتقا کے لئے حقیقتاً مناسب دنیاوی حیثیت سے بھی یہ خاندان کافی طور سے مشہور تھا۔ فی الحقیقت یہ خاندان اپنے نواح میں مہینہ تھا۔ اس کے تعلقات بھی ملک کے اعلیٰ خاندانوں سے تھے۔ خاتمہ جو شجرہ دیا گیا ہے اُس سے اس خاندان کا حسب نسب معلوم ہوگا۔

کائنات کے خاص درجے ہوتے ہیں۔ انکے ظہور میں مقامی اور شخصی معانی کے علاوہ اور معانی بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ انکے ظہور کا انتظار اشتیاق اور توقع کے ساتھ کیا جائے اور بصارت باطنی سے فیضیاب وجود قبل از وقت بشارت دین۔ حضرت اقدس کے متعلق حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ

X  
19  
182  
15



جو حضرت اقدس سے پہلے سلسلہ قادریہ کے چھٹی پشت میں تھے) اور حضرت شاہ  
نجات اللہ قدس سرہ نے جو سلسلہ چشتیہ میں حضرت سے پہلے تیسری پشت میں  
تھے) آپ کے آمد کی بشارتیں دی تھیں \*

حضرت اقدس کے والدین جبکہ آپ دو یا تین سال کے تھے انتقال فرما گئے۔  
حوادث زمانہ درپردہ رحمت ہوتے ہیں شاید شرع کی محرومی ان فیوض کی علامت  
تھی جو خدا نے آپ کی حیات کے زمانہ میں دلیعت کئے تھے۔ آپ نے اپنی محترمہ  
داوی کی شفقت امیر نگرانی میں نشو و نما پائی۔ پانچ برس کی عمر میں آپ مکتب میں  
بھیجے گئے یہاں آپ نے قرآن حفظ کیا اور کچھ عربی اور فارسی پڑھی۔ خدا داد اور  
فطرتی قابلیت کے شخص کے انداز عجیب ہوتے ہیں۔ لڑکپن کے زمانہ میں حضرت  
اقدس کی نسبت کہتے ہیں کہ آپ اکثر غور و خوض میں ہا کرتے تھے اسلئے آپ کے استاد  
شکایت کے اکثر مواقع پیش آئے لیکن آپ میں فطری نہایت غیر معمولی درجہ  
تک موجود تھی۔ آپ کی طبیعت ذکی الحس تھی اور آپ کے جذبات نہایت عالی اور  
پر جوش تھے \*

حضرت اقدس سلسلہ درویشی میں چودہ یا پندرہ برس کی عمر میں بظاہر داخل ہوئے  
۱۲۵۳ھ (۱۸۳۸ء) میں حضرت حاجی خادم علی شاہ علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر آپ نے  
بیعت کی۔ اس ابتدائی عمر میں آپ کی طبیعت میں خاموشی اور دنیا کے معمولی کاروبار  
کی طرف سے عدم توجہ پائی جاتی تھی۔ آپ کو تنہائی اور غور و فکر عزیز تھی۔ اور اکثر رات کو  
آپ باہر نکل جایا کرتے تھے تاکہ مناظرہ قدرت کا مشاہدہ کریں اور اس پر غور  
فرمایں۔ آپ پر کبھی کبھی غشی کی حالت بھی طاری ہو جاتی تھی۔ آپ کے سر پرستوں  
نے اسوجہ سے آپ کو حضرت حاجی خادم علی قدس سرہ کے پاس بغرض علاج  
بھیجا۔ وہاں آپ حضرت شاہ محمد اکبر سے ملے جو اسوقت اس شہر کے قطب تھے۔



ان بزرگ نے جناب اقدس کی باطنی کیفیت کو فوراً پہچان لیا اور فرمایا کہ آپ کو روحانیت کا غلبہ ہے۔ حقیقتاً آپ مادرِ آزاد ولی تھے۔ جناب خادم علی رحمۃ اللہ علیہ نے اسوجہ سے نہ صرف آپ کو ظاہری طریقہ کے ساتھ سلسلہ میں داخل کیا بلکہ آپ کو اپنا روحانی قائم مقام نامزد فرمایا۔ حضرت حاجی خادم علی شاہ علیہ الرحمۃ نے تھوڑے دنوں کے بعد اسی سال دنیا سے رحلت فرمائی۔ بعد بیعت کے حضرت اقدس تارک الدنیا ہو گئے۔ اور اپنی تمام ملکیت و جائیداد خاندانی اپنے عزیزوں کو دیکر ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۸ء) میں عازم سفرِ حرمین شریفین ہوئے۔ سفر کا تمام راستہ پیادہ پا طے فرمایا۔ حضرت ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۱ء) میں وطنِ اہلس آگے جن مقامات اور ملکوں میں آپ نے سیاحت فرمائی ان میں سے بعض یہ تھے۔ عرب، ایران، روس، شام، کربلا، قسطنطنیہ، بیت المقدس، نجف اشرف، بغداد، اور سرائیپ اور ان زیارت گاہوں سے آپ مشرف ہوئے۔ حضرت آدم (سرا ندیپ)، حضرت ابراہیم (خلیل الرحمن)، حضرت سلیمان، حضرت موسیٰ، حضرت مریم (بیت المقدس)، حضرت حوا (جدہ)، حضرت امام حسن (مدینہ)، حضرت امام حسین (کربلا)، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ (بغداد)، حضرت امام موسیٰ رضا (مشہد) ✽

مدینہ منورہ میں آپ ایک درویش سے ملے جنہوں نے کہا کہ میں ایک عرصہ سے آپ کے انتظار میں تھا۔ اثنائے ملاقات میں اس بالکمال درویش نے حضرت اقدس پر آپ کی وہی ولایت کو نمایاں کر دیا اس انکشاف نے حضرت کو از خود رفتہ کر دیا۔ جب اس حالت سے آپ کو سکون ہوا تو دیکھا کہ درویش امانت روحانی کو سپرد کر کے اپنی ظاہری ہستی سے رخصت ہو چکا ہے۔ حضرت کی زندگی کے اس حصہ کی حکایات لا معلوم ہیں۔ حضرت کے ساتھ سفر میں کوئی شخص



برابر ہمراہ نہ تھا۔ اور اس زمانہ کے واقعات کی نسبت صرف جو ذرائع واقفیت کے ہیں وہ حکایات ہیں جو حضرت اقدسؑ سے خود کبھی کبھی سنے گئے۔

دنیا کے مال اور اسباب کے ایشارہ کر نیکی علاوہ حضرت اقدسؑ نے سخت ریاضتیں اور مجاہدات بھی کئے۔ آپؑ نے زندگی کی معمولی سے معمولی خط بخشنے والی چیزوں سے بھی اجتناب کیا۔ آپؑ پانچ چھ روز بلکہ اس سے بھی زیادہ دنوں تک متواتر فاقہ کرتے تھے۔ آپؑ نے حیوانی غذا بالکل ترک کر دی تھی۔ آپؑ کبھی پلنگ پر نہیں بیٹھے بلکہ تمام عمر زمین ہی بستر استراحت رہی۔ آپؑ برابر پیادہ یا سفر کرتے تھے۔ اور جب تک آپؑ بوجہ ضعیفی چلنے سے معذور نہیں ہوئے آپؑ نے کبھی کسی کاری سے کام نہ لیا۔ آپؑ نے نہ اپنے بسر اوقات کا کوئی ظاہرہ ذریعہ رکھا تھا اور نہ کھانے کا کوئی خاص انتظام تھا اور نہ رہنے سہنے کیلئے کوئی جگہ تھی۔ لباس کا یہ طریقہ رہا کہ وہی احرام جو آپؑ نے پہلے حج میں باندھا تھا مثل اسی کے بقیہ زندگی میں بھی برابر

حضرت اقدسؑ نے اول بار حج میں جو احرام باندھا اسی قسم کا احرام تمام عمر آپؑ کا لباس رہا۔ اور یہی احرام جو خانہ خدا کی اول زیارت میں بلبوس دربار یا رہا تھا آپؑ کو اس درجہ عزیز تھا کہ جب آپؑ اصل حق ہوئے تو اود کو علیحدہ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ گویا جس شان اور سجہ سے عالم ظاہر میں رُخا نہ خدا ہو اسی پرہیز عاشقانہ میں عالم غیر فانی میں بھی اُترے انوار حق ہوئے۔ کیونکہ شہدائے حق اپنے خون آلود کپڑے نہیں دھوئے ہیں۔ اور یہ حضرات عاشقان الہی بھی کشتہ حق ہوئے اسلئے آپؑ کے لئے بھی یہی لباس اور رنگ موزوں تھا۔ غرض ہمت درویشانہ اسکو گوارا نہ کیا کہ جسکے نام پر احرام باندھا پھر اس کو تن سے جدا کریں۔ یہی خرقہ آپؑ کے خرقہ پوش خدام کی ادی ہے جسکی بکرینگی اور دارمشتا تمام خرقوں سے علیحدہ اور فرد ہے۔ حضرت خواجہ حسن نظامی اس خرقہ کو ”خدائی وردی“ کے لفظ سے تعبیر فرماتے ہیں چنانچہ ایک موقع پر لکھتے ہیں۔

عرب کے سفر کے بعد اپنا احرام نہیں اتارا اور یہ خدائی کفن ہمیشہ کیلئے پہن لیا۔ درویشی کی واسطے اس لباس بڑھکا اور کوئی لباس نہیں ہو سکتا جو خود خدا نے اپنی حضوری کیلئے مقرر کیا ہو۔ احرام ایک ایسا لباس ہے جو الہی دربار میں شاہ و گدا کو یکساں پہننا پڑتا ہے اور جو امیری و غریبی کے فرق کو مٹا کر رنگ و حدت قائم کر دیتا ہے جس طرح دنیاوی حکام کی ردیوں کے ادب اور طریقے مقرر ہیں خدائی وردی کے بھی ادب اور قواعد ہیں۔ پولیس کی وردی پہنکر کوئی شخص فریضہ پولیس کے خلاف کام نہیں کر سکتا اسی طرح خدا کی وردی بھی انہی کو ملتی ہے جو سب کو ترک کر کے خدا کے بن جائیں۔“ (الترجم)



پہنتے رہے۔ اور وہی احرام نما خرقہ آپ کے خاص الخاص مریدین کا مینر لباس ہے \*  
 مختلف قسم کی چیزیں نذر اور تحائف کے قسم سے بمقدار کثیر آپ کے محبت کرنے والے  
 عقیدت شعاروں کی طرف سے پیش کش کئے جاتے مگر جو حاضرین موجود ہوتے تھے  
 انہیں تقسیم کر دئے جاتے مقدس سے مقدس جو د بھی بغیر دشمنوں کے نہیں ہوتے۔ یہ  
 مخالف ہستیاں ارفع طبائع کی مضبوطی کے امتحان کے لئے پیدا ہوتی ہیں۔ قاسم گنج  
 (بارہ بنکی) میں ایک شخص گنگا بخش چودہری نامی ہوتا تھا جس نے مختلف طریقے سے  
 حضرت کے متوسلین کو اذیت پہنچائی۔ لیکن حضرت اقدس نے صبرِ رضا سے کام لیا۔  
 اگرچہ اس چھوٹے سے ظالم کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کیلئے آپ میں کہیں معمول سے  
 زیادہ قدرت تھی \*

**مریدین** اعلیٰ طبیعتیں اپنے برکات اور عنایات میں تفریق نہیں کرتیں  
 دولت منصب۔ نسب۔ مذہب اور تمام ایسے اختلافات  
 جو ایک آدمی کو دوسرے سے جدا کرتے ہیں انکے سامنے کوئی ہستی نہیں رکھتے  
 تاجدار اور فقیر۔ مسلمان۔ ہندو۔ عیسائی۔ یہودی سب آپ کے خرم کرم کے  
 خوشہ چین تھے۔ چند لوگوں نے باقاعدہ اسلام قبول کیا۔ اور بعض نے اپنے مذاہب کے  
 سچے اصول کا آپ کی ذات میں مشاہدہ کیا اور اس کے گرویدہ ہو گئے \*

حضرت اقدس کے مریدین اس وقت تقریباً چار لاکھ ہیں۔ عموماً انکے دو گروہ  
 ہیں۔ اول میں وہ لوگ ہیں جنہیں خرقہ پوش کہتے ہیں جو دنیا کو ترک کرنے کے بعد  
 نوید معرفت کے پہنچانے میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کو بھی دو حصوں میں تقسیم  
 کر سکتے ہیں :-

(۱) وہ جنہوں نے حضرت سے خرقہ کے لئے نہایت منت و سماجت کی اور حضرت  
 اقدس نے اپنے غایت درجہ کے رحم کی وجہ سے اس کو عطا کیا حضرت کا کبھی یہ



یہ دستور نہ تھا کہ آپ کسی کی التجا کو رد کرتے یا کسی کی دشمنی فرماتے۔

(۲) وہ جنہیں اُن کے روحانی اکتسابات اور اہلیت کے خیال سے حضرت نے خرقہ بلا التجا کے عطا فرمایا انکا شمار کم ہے مگر یہ وہی لوگ ہیں جو درحقیقت خرقہ پوش کے جانے کے مستحق ہیں۔ آہ خوش نصیب ہے وہ ذات جس میں اپنی حالت کے بدلنے کا خود بخود خیال ہوا۔ ایک تیسرا گروہ بھی ان خرقہ پوش کلا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نہ تو حضرت سے خرقہ حاصل کیا ہے اور نہ اُس کے استعمال کی اجازت کسی ایسے شخص نے دی ہے جس کو اس امر کا مجاز ہو۔ مگر وہ اسکو اپنی طبیعت سے پہنتے ہیں حالانکہ انہیں نہ تو وہ اکتسابات تھے اور نہ وہ صفیتیں تھیں جو اسکے استحقاق کے لئے لازمی ہیں۔ ان شخصوں کو خرقہ پوش کہنا صحیح نہیں۔ یہ منساہشی اور فرضی ہیں۔

مریدین کا دوسرا گروہ ان لوگوں میں سے مشتمل ہے جو باوجود نبوی تعلقات ترک نہ کرنے کے حضرت اقدس کے مریدین کے حلقہ میں ہیں۔ ان کو بھی جماعتوں پر تقسیم کر سکتے ہیں۔ جماعت اول میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت کے چند اقوال و افعال کو سچے دل سے اپنا نصب العین رکھا ہے۔ دوسرا گروہ میں وہ لوگ ہیں جو کسی نہ کسی اعتبار سے حضرت سے عقیدت رکھتے ہیں اور حضرت بے حد رحیم ہونیکے وجہ سے نہایت ہی اذنی آدمی کے دل کو بھی رنجیدہ کرنا کبھی مناسب سمجھتے تھے اور اس آخری جماعت میں وہ لوگ ہیں جو باوجود اس کے کہ دوسرا گروہ کے پیرو ہیں اور اپنے ان طریقوں کی پابندی کرتے ہیں جو اکثر خلاف اسلام ہیں پھر بھی انہیں سلسلہ وارثیہ سے منسلک ہونیکا فخر ہے۔ اگرچہ ان کے درمیان بہت سے اختلافات و حالات حائل ہیں مگر ان میں بھی حضرت کا اثر صاف صاف نمایاں ہے جو اپنی تمام عمر میں ایک فوج بھی اتفاقاً حضرت اقدس کی فیاض نگاہوں سے



باریاب ہو گئے ہیں۔ ایسے شخصوں میں بھی باوجود انکی تمام کمزوریوں اور تقابص کے ہمیشہ کچھ ایسی باتیں پائی گئیں ہیں جن سے یہ اپنے ہم ندرہوں سے میسر پائے گئے ہیں آپ کی نظر مثل رنگ کے ہے جو مختلف چیزوں پر ان کی ساخت کے مطابق مختلف طرح سے ظاہر ہوتا ہے۔ باریک ممل پر رنگ خوب کھل جائیگا مگر ایک موٹے کپڑے پر ایسی امید کرنا فضول ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست

در باغ لاله روید و در شور بوم و نس

یہاں بسبیل تذکرہ چند نام یاد آگئے ہیں جو حضرت کے قافلہ جان شان سے ہیں۔

جناب خلیفۃ المسلمین عبد المجید خاں سلطان ترکی۔ قسطنطنیہ میں

عبداللہ حاجب حضرت کے مریدوں سے تھے۔ انکے سپر محل سلطانی کے باغات

تھے۔ جب حضرت قسطنطنیہ تشریف لے گئے تو ان کے یہاں فروکش ہو گئے

آخر الذکر حضرت کو ایک روز شاہی باغ میں لے گئے اور حسن اتفاق سے سلطان

بھی اس روز باغ کی سیر کو تشریف لائے اور حضرت سے ملاقات ہوئی۔ سلطان

پر آپ ایسے همان کا بہت اچھا اثر ہوا اور وہاں سے چلے جانیکے بعد حضرت

اقدس کی نسبت بہت سی باتیں دریافت کیں اور آخر کار آپ کے ہاتھ پر

بیعت کی۔

حافظ احمد شاہ منوطن آگرہ۔ آپ کو پہلے حافظ خدابخش کہتے تھے۔

یہ صہم پورا سیٹ میں ملازم تھے۔ یہ روحانیت کے سرگرم متلاشی تھے۔ وہ بہت

سے درویشوں کے پاس حاضر ہوئے مگر کسی سے آپ کی تمنا پوری نہ ہوئی آخر کار

دیوہ میں حضرت کی خدمت میں آئے وہاں آپکے روحانی کمال کا انکو پورا یقین



پیدا ہوا اور مرید ہو گئے۔ کچھ زمانہ کے بعد خرقہ وارثیہ انکو عطا ہوا۔ اس کے بعد حافظ صاحب نے ملازمت ترک کی اور دنیا سے کنارہ کش ہو گئے۔ یہ ایک فاضل بزرگ تھے۔ اور انہوں نے اعلیٰ روحانی ترقی کی تھی۔ اس فاضل درویش نے کئی سال تک آزادانہ زندگی بسر کی۔ اپریل ۱۹۱۲ء میں محبوب حقیقی کیساتھ دائمی وصل کیلئے رحلت کی۔ آپ کی لاش یوہ میں حضرت کے پائین میں دفن کی گئی۔  
**فضیحت شاہ صاحب**۔ آپ کو پہلے مولوی ظہور علی کہتے تھے۔ یہ تیرپور ضلع گیا کے رہنے والے تھے۔ آپ حقیقت اور روحانیت نہایت مستعد طالب تھے

۱۵۔ آپ نے ایک سلام حضرت کی شان میں لکھا ہے جو کہ ذیل میں درج ہے۔ اُمید ہے کہ ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہو گا۔  
 (الترجم)

السلام لے فانی ذاتِ خدا	السلام لے نور عینِ مصطفیٰ
السلام لے وارثِ ارثِ علی	السلام لے واقفِ سرِ خفی
السلام لے شافعِ روزِ جزا	السلام لے دافعِ رنج و بلا
السلام لے پیشوا لے راہِ دیں	السلام لے حامیِ دینِ متین
السلام لے محرمِ اسرارِ عشق	السلام لے بانیِ اطوارِ عشق
السلام لے واقفِ اسرارِ حق	السلام لے کاشفِ اذکارِ حق
السلام لے شاہِ بیازلامکان	السلام لے ہادیِ ہر انس و جان
السلام لے نور عینِ ہر نبی	السلام لے خواجہ وارثِ علی
السلام لے پیشوا لے متقی	السلام لے ہر پشما لے ہر ولی
السلام لے شاہِ سوارِ لافقی	السلام لے خضرِ راہِ اصطفیٰ
السلام لے سید وارثِ علی	السلام لے خواجہ ہندالولی
السلام لے ہادیِ روشن ضمیر	السلام لے شاہِ برتاؤِ پیر
السلام لے ہر اوجِ کبریا	السلام لے ماہِ گردونِ علا
السلام لے نیرِ برجِ شرف	السلام لے نورِ بخشِ ہر طرف

السلام لے باعثِ نظمِ ظہور  
 السلام لے آمرِ کنِ نقحِ صور



ایک مدت دراز تک بہار کے مشہور سادھو مادھو داس کے ساتھ رہے مگر آپ کی روحانی تشنگی کی آگ نہ بجھی۔ آخر کا حضرت شاہ مسافر علی حشتی پوری رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہو گئے اور ان بزرگ نے شاہ صاحب کو خلافت بھی بخشی۔ رحلت کے وقت اس ولی اللہ نے شاہ صاحب کو ہدایت کی کہ یہ جائیں اور حضرت اقدس حاجی وارث علی شاہ کو تلاش کریں اور حضور اطہر کے مسترشد ہو جائیں۔ اس طور سے وہ دیوہ تشریف لائے اور حضرت کی جناب میں عرصہ دراز تک حاضر رہے آخر کار انہیں حق قدوارثیہ عطا ہوا۔ آپ اس سلسلہ کے نہایت ترقی یافتہ اور ممتاز رکن ہیں۔

**سید عبداللہ شاہ**۔ آپ شاہو بگھا ضلع گیا کے باشندہ تھے۔ ان کو حکیم مبارک حسینؒ کے نام سے لوگ جانتے تھے۔ مولانا سید فخر الدین احمد صاحب المعروف بہ حکیم بادشاہ نقشبندی علیہ الرحمۃ الہ آبادی کے شاہ صاحب مرید تھے۔ اور شاہ صاحب اچھے طبیب تھے۔ انہوں نے بغداد، کربلا، نجف الشرف کا سفر کیا مگر روحانیت کی جانب اپنی طبیعت کا خاص میلان بالکل نہ پایا۔ ایک مرتبہ ایک درویش سے ملے جس نے یہ شعر انکے سامنے پڑھائے

گر بنودے ذات حق اندر وجود

آب و گل را کئے ملک کر دے سجود

اگر وجود انسانی میں کوئی بات الہیات موجود نہ ہوتی تو اس مٹی اور پانی کی مرکب شے کو فرشتے کیوں سجدہ کرتے؟ درویش نے یہ بھی کہا کہ چاروں طرف گھومو اور تلاش کرو۔ ان الفاظ نے حکیم صاحب پر ایک گہرا اثر کیا۔ اور انہوں نے قلبی جوش کے ساتھ جستجو شروع کی۔ آخر کار مسولی ضلع بارہ بنکی پہنچے جہاں حضرت

۱۵۔ آپ بہت اچھے شاعر تھے۔ اور تجر تخلص کرتے تھے۔ چند رسالہ حیات مثلاً عین النقیین

فتویٰ حدت جام مغنہ تلحج و تلقین۔ اور تجلی عشق وغیرہ کے مصنف تھے۔ (المترجم)



اس وقت مقیم تھے۔ جب حضرت سے ملے تو اپنے فرائض آخرت آہی گئے۔  
 ”عالم روحانی ہیں وہی نہیں۔“ اور یہ سنکر وہ حلقہ بگوش ہو گئے اور خرقہ بھی آپ کو  
 عطا ہوا۔ انہوں نے روحانیت میں اعلیٰ درجہ حاصل کیا۔ نواب عبدالشکوہ خاں  
 رئیس دہرم پور (بلند شہر) کے مکان پر ان کا انتقال ہو۔ انہوں نے بیان کیا کہ  
 رحلت کے بعد کچھ دیر تک لاش سے صدار اللہ ہوا اللہ ہو“ آتی رہی۔ آپ  
 عبدالشکوہ خان صاحب کے باغ میں مدفون ہوئے۔

مولانا محمد شاہ۔ یہ پہلے مولوی محمد شفیع ساکن آٹا وہ کے نام سے  
 موسوم تھے۔ آپ فصیح مقرر تھے۔ شریعت کے طاہری احکام کے سخت پیرو تھے  
 پہلے حضرت سے عقیدت نہ تھی۔ ایک دفعہ اتفاقاً حضور اقدس سے مشرف زیارت  
 ہوئے۔ اس سے ان کے قلب پر خاص اثر پڑا اور سر نیاز خم کر کے حضرت سے  
 درخواست کی کہ مجھے بھی غلاموں میں قبول کیا جائے۔ یہ درخواست منظور کی گئی۔  
 اور آپ کو حلقہ کا خرقہ بھی مرحمت ہوا۔ اکثر یہ سفر میں ہا کرتے ہیں اور لوگوں کو وعظ  
 و پند فرماتے ہیں۔ ایک جماعت کثیر آپ کی مرید ہوئی ہے۔

مستقیم شاہ فتح پوری۔ ان خواتین میں سے تھیں جو اس سلسلہ میں شامل  
 ہوئیں۔ اور اس میں آپ کو معزز مدارج عطا ہوئے۔ ان کی ولادت ایک معزز خاندان  
 میں ہوئی۔ یہ حکیم برہم صاحب مالک ایڈیٹر اخبار مشرق گورکھپو کی عزیزہ قریب  
 ہوتی تھیں۔ انہوں نے اپنی زندگی حضرت اقدس کی خدمت میں بسر کر دی  
 اور تمام عمر شادی نہیں کی۔ ان کی اہدائے زندگی کی تشبیہ حضرت رابعہ بصریہ  
 رحمۃ اللہ علیہا کی حیات سے دی جا سکتی ہے۔ کئی سال گزرے کہ آپ کا انتقال  
 ہو گیا۔

نامدار شاہ۔ (سرکاری لطیفہ خوارم) اودہ کے شاہی خاندان سے ہیں۔ یہ سلسلہ



وارثیہ کے مخلص پیر میں سے ہیں۔ پہلے مذہب امامیہ کہتے تھے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے بہت سے مادی سامان راحت کو عشق حقیقی کی خاطر قربان کر دیا ہے۔

**سید نامدار شاہ۔** پہلے آپ کا نام موسیٰ ضا تھا اور حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن علیہ الرحمۃ کے مریدین سے تھے مگر پھر حضرت اقدس کے ارشادات کے خوشہ چین بن کر سید نامدار شاہ کے نام سے مشہور اور خرقہ پوش ہو گئے یہ امتحان ضلع گیا کے زمیندار ہیں۔

**غلام وارث۔** پہلے بابو کنہیا لال کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت اقدس کے نہایت سچے اور دل سوز مرید ہیں۔ پہلے ہندو تھے مگر بعد کو مسلمان ہو گئے۔ یہ ایک قابل وکیل ہیں اور علیگڑھ میں وکالت کرتے ہیں۔ او بہت سے ہندو مریدوں میں اصحابِ فیل قابل المذکر ہیں۔

(۱) ٹھا کر پنجم سنگھ رئیس ضلع مین پوری

(۲) راجہ اودت نرائن سنگھ صورت گنج (اودھ)

(۳) بابو موتی مصرو کیل بھاگلپور

(۴) ٹھا کر گرو موہن زمیندار بھاگلپور

**رفقہ۔** ایک یہودن جو کلکتہ (محلہ کو لوٹولہ) میں رہتی ہیں۔ حضرت کے جانِ شاہ مریدوں سے ہیں۔

عیسائی مریدوں سے چند کے نام مختصر آدرج کئے جاتے ہیں۔

(۱) مسٹر جانسٹن سپرنٹنڈنٹ پولیس صوبہ متحدہ

آپ نے نظم میں گلزار وارث نامی ایک کتاب حضرت کی شان میں لکھی ہے جس سے

(الترجمہ)

آپ کی عقیدتمندی ظاہر ہوتی ہے۔



(۲) مسٹر براؤن - چیف پرنسٹنٹ - ڈپٹی کمشنر آفس بہارنچ  
 حضرت کے بہت ہی مخلص مریدوں سے ایک صاحب اسپین سے آئے تھے  
 ان کا نام کونٹ گلزا سنڈیکٹ تھا۔ حضرت اقدس سے انکی ارادتمندی کا قصہ  
 ایک لچرپٹا قصہ ہے۔ ان کے دل میں تلاش حق کا جوش موجود تھا۔ لندن میں  
 اپنے قیام کے زمانہ میں اسپینی امیر نے چند ہندوستانی لوگوں سے ملاقات کی جو  
 اس وقت لندن میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ایک شخص مسٹر حبیب احمد بھی ہیں  
 مقیم تھے۔ مستقل حالات بتانے میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ اس علم کے ذریعہ  
 سے لندن میں بہت مشہور تھے۔ کونٹ نے ان کو ارباب روحانیاں میں سے سمجھا۔  
 اس پر مسٹر حبیب احمد نے کہا مجھ میں ایسی روحانیت نہیں ہے کہ تمہیں حقیقت تحقیقی  
 تک پہنچائی کر سکوں۔ اگر فی الحقیقت تمہیں ایک کامل اور باخدا شخص کی زیارت منظور  
 ہے تو حضرت اقدس سے ملنا چاہئے جنکے مسٹر موصوف خود سچے ارادتمند ہیں۔ کونٹ  
 کے دل میں ایک بردست خیال حضرت اقدس کی قدیموسی کا پیدا ہو۔ کاونٹ موصوف

۱۔ مسٹر حبیب احمد کی اکثر پیشین گوئیاں صحیح اور سچی ہیں مثلاً ایک بار مسٹر سید کریم حسین پرنسٹنچ ہائیکورٹ الہ آباد  
 کے متعلق موصوف نے دو سال پیش فرمایا تھا کہ سید حبیب جج ہائیکورٹ مقرر کئے جائیں گے اور وقت یہ بات وہم و قیاس  
 بھی قطعی دور تھی کہ سید حبیب بعد ججی سر فراز ہونگے مسٹر موصوف کی صد ہا پیشین گوئیاں اس قسم کی صحیح نکلیں ہیں۔  
 مذکورہ بالا واقعہ کی تصدیق شیخ عبدالقادر صابری سٹراڈیٹر مخزن لاہور فرماتے تھے۔ رہا تصوف کے نزدیک ہر مسلم  
 کے قبل از وقت کسی بات کا انکشاف کر دینا اور اس کے مطابق ظہور آنا یہ کوئی حافی کمال اور قربت الہی پرال نہیں بعض اوقات  
 تصوف کے سالک ابتدائی حالت ہی میں کشف ہونے لگتا ہے اہل تصوف اس قسم کے واقعات کو اہمیت نہیں دیتے بلکہ وہ  
 محض ہیچ اور ادنیٰ فعل سمجھتے ہیں۔ ایک ذی عقل شخص بھی سمجھتا ہے کہ یہ باتیں علوم رمل جفر اور نجوم وغیرہ سے بھی حاصل  
 ہوتی ہیں۔ افسوس کہ ان ظاہر پرستوں کو بالعموم ایسے واقعات کو قوت قدسیہ خوارق عادات پر محمول کرنے لگتے ہیں اور یہ  
 افسوسناک غلط فہمی ہے۔ چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا



نے مسٹر احتشام علی خاں بیرسٹر (سہراچی) سے جو اس وقت لندن میں بیرسٹری پاس کرنے گئے تھے درخواست کی کہ ہندوستان واپس جانے پر وہ انکی سفارش حضرت اقدس سے کریں تاکہ حضور کی اجازت دربارہ حاضری میسر ہو جبکہ ہندوستان واپس آئے کونٹ موصوف کی باتیں فراموش ہو گئیں لیکن جب یہ حضور کے قدموں پہنچے تو حاضر ہوئے تو حضرت نے ان سے دریافت فرمایا کہ وہ کوئی پیغام لندن کے تو نہیں لائے ہیں؟ اس وقت بیرسٹر صاحب کو کاؤنٹ کی سب باتیں یاد آ گئیں اور انہوں نے انکا پیغام سنایا۔ حضرت نے کونٹ موصوف کی درخواست کو منظور فرمایا اور بیرسٹر صاحب کو حکم دیا کہ کونٹ کو اس منظوری کی اطلاع دیدیں۔ کاؤنٹ ہندوستان آئے اور ایک ترجمان کے ساتھ حضرت کی خدمت میں یہ حاضر ہوئے۔ وہ صرف ایک شب مقیم رہ کر واپس گئے۔ کاؤنٹ نے بیعت کی اور حضرت کے نہایت مخلص اور فدائی حلقہ بگوشوں میں ہوئے۔ دوران گفتگو میں حضرت نے وعدہ فرمایا کہ اپنی زندگی میں وہ روحانی تصدیق حاصل کر لیں گے۔ کونٹ کے خط سے ظاہر ہوگا کہ یہ وعدہ شاندار طور پر پورا ہوا۔ زیارت کے بعد کونٹ مصر روانہ ہوئے۔

## معاصرین

حاجی امداد اللہ قدس سرہ۔ مولوی احمد حسین ساکن رہبرہ ماؤ ضلع بارہ بنکی رادی ہیں کہ جب انکے بھائی حج کو جانے لگے تو حضرت اقدس کی خدمت میں رخصت ہونے کے لئے آئے حضرت نے ان سے فرمایا کہ میرا سلام حضرت حاجی امداد اللہ کو پہنچا دینا۔ وہ کسی ماہ میں حضرت کے رفیق اور ہم جلسہ تھے۔ اور مکہ منظمہ ایک ساتھ قیام پذیر تھے۔ مولوی احمد حسین کے بھائی حضرت کے حکم کے مطابق حضرت حاجی امداد اللہ نور اللہ مرقدہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے



اور آپ کا سلام پہنچایا۔ حضرت مولانا بہت زیادہ متاثر ہوئے اور رونے لگے اور حضور  
کو آفتاب ہندوستان کے لقب سے یاد فرمایا۔ اور پیغامبر سے ارشاد کیا کہ حضرت  
سے میرے لئے دعا و خیر فرمائیگی درخواست کرتا۔ میرا زمانہ ختم کے قریب پہنچ گیا ہے  
جب مکان واپس آئے تو حضرت سے آنجناب کے پیغام کو کہا۔ حضرت نے فرمایا  
حاجی صاحب خود ایک کامل ولی اللہ ہیں انکو دعا و نیکی کوئی حاجت نہیں۔  
حضرت مولانا فضل الرحمن رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت سے آپ کی  
ملاقات کی نسبت ایک واقعہ بعد کو معلوم ہو گا۔

حضرت حاجی سید نادر علی رحمۃ اللہ علیہ پچیس سال ہوئے کہ  
چھپرہ میں ایک کامل اور مشہور درویش گذرے ہیں۔ جن کے کمالات روحانی  
کے واقعات اب تک زبان زد عام ہیں۔ یہ سلسلہ حسامیہ سے بھی تعلق رکھتے تھے  
اور اس فقیر کے خاندانی چشتی حیثیت سے پرانا ہوتا تھا۔ اور نہ صرف ظاہری  
تعلقات تھے بلکہ باطنی تعلقات اور روحانی مناسبتیں بھی حاصل ہیں۔ اور  
اس فقیر کے والد ماجد کو بھی آپ ہی سے فخر بیت حاصل ہے۔ حاجی  
محمد تقی مرحوم ناقل تھے کہ آپ سے اور حضرت اقدس سے پٹنہ میں ملاقات  
ہوئی تھی۔ حضرت نے فرمایا ”ہم دونو ایک ہیں“ آپ کے متعلق ایک عجیب  
واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ کا مزار نچتہ کرنے لئے پھر سے کھودا گیا  
تو وہاں کی مٹی سے نہایت خوشگوار مٹک آتی تھی اور مٹی کی تھوڑی سی مقدار  
مولوی محمد تقی مرحوم کے پاس محفوظ تھی۔

سید احمد۔ پہلی ملاقات حضرت اقدس اور سرسید سے علیگڑھ  
میں ہوئی۔ سرسید بغرض حصول نیاز حاضر ہوئے۔ آپ ان سے نہایت محبت  
اور مہربانی سے ملے۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھ کو انگریزی تعلیم سے قطعی مخالفت نہیں



مگر محبت الہی و دل کی تصدیق اور صداقت یہ وہ چیزیں ہیں جن کی ہر حال میں ضرورت ہے۔ کسی قسم کا علم اگر حاصل کیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ سرسید نے شکایت کی لوگ انکو کافر کہتے ہیں۔ حضرت نے انکی تشفی کی کہ ایک "سید" کبھی کافر نہیں ہو سکتا اور فرمایا کہ جو فرض انہوں نے اپنے ذمہ لیا ہے اسکو استقلال سے پورا کرتے رہیں۔

## خرق عادات

ارباب روحانیت سے ہمیشہ کارہائے عجیب منسوب کئے گئے ہیں۔ وہ ایسی قوت کے کام کرتے ہیں جسے معمولی آدمی نہیں سمجھتا۔ کائنات کی مادی قوتوں میں روحانی قوتیں مضمر ہیں جنکا غلبہ مادی طاقتوں پر ہوتا ہے۔ اور اگر ہم ایک بار اس کی تصدیق کر لیں کہ روحانیت ان قوانین کو ادا اور قوت دیتی ہے جو مادیت میں جاری ہیں تو ہم اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں کہ کیونکر مادیت پر روحانیت کو فوقیت حاصل ہے اور وہ مافوق الفطرت کاموں میں اپنے آپکو ظاہر کرتی ہے۔ جناب پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کرامت اولیاء حق۔

کرم احمد جن کو معروف شاہ صاحب کے نام سے پکارتے ہیں اور وہ دیوہ کے زمیندار ہیں۔ انکے پاس بہت سے لال پلے ہوئے تھے۔ حضرت اقدس معروف شاہ صاحب کے یہاں مقیم تھے۔ آپ نے دیکھا کہ بخرہ میں جو پیالی ہے اس میں پانی بالکل نہیں اور چڑیاں پیاسی ہیں۔ آپ نے بخرہ کا دروازہ کھولا اور پیالی میں پانی ڈال دیا۔ چڑیوں نے پانی پی لیا اور کھلے ہوئے دروازہ سے اڑ گئیں۔ شاہ صاحب موصوف چڑیوں کے نہایت شائق تھے۔ انہوں نے اس نقصان پر اپنی حسرت ظاہر کی اور حضرت اقدس



فرمایا کہ چڑیاں بہت دور نہیں گئیں ہیں اور اگر تم چاہو تو پکڑ سکتے ہو۔ اسپر چڑیاں  
لوٹنے لگیں اور حضرت کے جسم اطہر پر بیٹھنے لگیں حضرت نے شاہ صاحب سے  
فرمایا جی چاہے تو پکڑ لو۔ مگر شاہ صاحب نے انکار کیا اور کہا جب حضور اقدس نے  
انہیں آزادی بخش دی ہے تو میری مجال نہیں کہ میں انکو پھر مقفس کروں۔ معروف  
شاہ صاحب اب تک زندہ ہیں +

ذیل کا قصہ عبداللہ شاہ صاحب سے منقول ہے وہ محلہ قلعہ شہر پٹنہ میں جناب  
شاہ نواللہ صاحب سے ملنے گئے اور حاضرین میں اس وقت مکان میں موجود تھے میسٹر  
شرف الدین جج ہائیکورٹ کلکتہ اور جناب شاہ فضل اللہ خلیفہ حضرت اخوند صاحب  
سوات بنیری افغانستان اور پٹنہ کے منشی منظور احمد بھی تھے۔ اتفاق سے مولوی  
محمد عمر ساکن بلند شہر جو حضرت مولانا فضل الرحمن قدس سرہ گنج مراد آبادی کے ایک  
خلیفہ تھے۔ وہ بھی وہاں تشریف لائے۔ گفتگو حضرت کے بارہ میں ہونے لگی۔ اور  
محترم شاہ نور اللہ نے مولوی محمد عمر صاحب سے درخواست کی کہ حضرت اور حضرت سے  
جو ملاقات ہوئی تھی اس کا قصہ بیان کیجئے۔ مولوی محمد عمر صاحب نے یوں بیان کیا کہ  
کس گنج مراد آباد میں حضور حضرت مولانا سے ملنے کے لئے گئے حضرت مولانا نے ایک  
حدیث نقل کی "من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر" حضرت نے کوئی جواب نہ دیا  
مگر حضرت مولانا کا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک خاص حجرہ میں داخل ہوئے جب یہ دونوں بزرگ  
لوٹے تو حضرت مولانا علیہ الرحمۃ آئے یہ تھے اور اس کے بعد حضرت واپس چلے آئے  
حضرت مولانا کے مریدوں نے جن میں مولوی محمد عمر بھی موجود تھے دریافت کیا کہ کیا بات  
پیش آئی۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ حضرت انہیں کعبہ میں لے گئے اور ان سے ہاں نہ ساز  
پڑھائی اور اپنے روحانی مذاہج کو ظاہر کر دیا۔ حضرت مولانا نے اپنے ارادتمندوں کو آگاہ کیا



کہ اگر وہ فلاح چاہتے ہوں تو ان میں سے کوئی حضرت اقدس کی نسبت امانت کی گفتگو نہ کرے ۔

حضرت گورکھپور میں مولوی صفدر حسین خاں فیض سبج کے یہاں تشریف فرما ہوئے۔ مولوی صاحب شدید علالت کے باعث صاحب فراش ہو رہے تھے اور حضرت کی خدمت میں مولوی صاحب سے رہنا مشکل تھا۔ تاہم وہ جناب اقدس کے سامنے لائے گئے انہوں نے اپنی حسرت ظاہر کی کہ جب حضرت نے اپنی مبارک موجودگی سے غریب خانہ کو رونق بخشی ہے تو اس وقت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے بالکل مجبور ہوں۔ حضرت نے فرمایا مولوی تم تو بہت اچھے ہو اور مولوی صاحب اسی وقت صبح ہو گئے۔ یہ واقعہ مولوی شرف الدین بیرٹرنج ہائیکورٹ کلکتہ کے سامنے کا ہے ۔

رحیم شاہ صاحب اور خان بہادر مولوی نصیر الدین سی۔ آئی۔ ای۔ متوطن نیورہ ضلع پٹنہ وزیر ریاست بھوپال نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت فیض آباد گئے اور حافظ زین العابدین کے مکان پر فروکش ہوئے۔ ایک شخص جس کا نام پنڈت آتمارام تھا انہوں نے مباحثہ کی جرأت کی مگر حضرت نے جیوں ہی چند شعر ہندی کے ایک کتاب سے جس کا نام ”پرباوت“ ہے پڑھا پنڈت جی زمین پر گرے اور بیہوش ہو گئے۔ حواس درست ہونے پر مسلمان ہو گئے اور سلسلہ میں داخل ہوئے ۔

ایسے غیر معمولی واقعات کے متعلق لکھتے ہوئے مسٹر مشیر حسن قدوائی مصنف میگزین آف محمد (معجزہ محمد) لکھتے ہیں ”ایسے کرشمے محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے بھی منسوب کئے گئے ہیں مگر چونکہ آپ نے نہایت معقولیت کیساتھ تعجب خیز باتیں کرنا ایک معیار صداقت سے انکار کیا اس لئے اہل اسلام آپ کے معجزات پر زیادہ اہمیت کے ساتھ خیال نہیں کرتے بالخصوص اس وجہ سے کہ مافوق الفطرۃ باتیں کھانیوا ان میں بافراط موجود ہیں یہ ایسے لوگ ہیں جو اپنے روح کی صفائی اور نفس کشی سے



ایک طرح کی روحانی قدرت حاصل کر لیتے ہیں جسے کرامت کہتے ہیں اور یہ بیت اور نشوونما ایک مستقل علم کی حیثیت رکھتی ہے شمس تبریز (رحمۃ اللہ علیہ) کی نسبت

۱۔ کرامات یعنی خرق عادات کی بحث نہایت دقیق اور پیچیدہ ہے۔ حضرت بابرید بسطامی فرماتے ہیں ”سطح آب پر چلنا اور ہوا میں اڑنا کرامت (ولایت) نہیں کیونکہ خس و شاک پانی پر تیرتے پھرا کرتے ہیں اور ذرا سے بھٹکے ہوا میں اڑا کرتے ہیں۔ برادر گول مفلوہات صاف بتا رہے ہیں کہ خرق عادات کا ظہور معیار ولایت نہیں ہو سکتا اس زمانہ میں مسمریزم کے تعجب انگیز کرشموں نے اس مسئلہ پر بہت سی صاف روشنی ڈال دی ہے بلکہ کسی بزرگ کے جذبات۔ تاثیرات۔ ہدایات اور عمل زندگی پر غور کرنے سے ولایت کا صحیح مفہوم معلوم ہو جائیگا آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ مگر پھر بھی کرامات کے وجود سے انکار کرنا تاریخی واقعات سے علانیہ چشم پوشی کرتا ہے۔ آجکل بعض متفکک اور مادہ پرست نفوس کرامات کے وجود ہی سے اس بنا پر کہ قوانین قدرت بدل نہیں سکتے۔ انکار کر دیتے ہیں۔ اس سطحی خیال پر جس قدر افسوس کیا جائے وہ بجا ہے۔ میرے خیالات کی ترجمانی مولوی عبداللہ منہاس صاحب ایڈیٹر وکیل امرتسر کی مندرجہ ذیل تحریر سے ہوتی ہے ”دیکھنا یہ ہے کہ اس نہایت مناسب ترتیب اس غیر تبدیل روش اور دیگر اصول و قوانین قدرت پر ہم پورے طور سے حاوی ہو چکے ہیں۔ کیا مشرق و مغرب کے فلاسفر اور ماہران قدرت لاف مارنے کے قابل ہو گئے کہ انہوں نے قدرت کے تمام اسرار و قانونوں اور اصولوں کا کامل علم حاصل کر لیا ہے؟ یقیناً نہیں۔ کیونکہ سائنس اور فلسفہ کی تحقیقات کا دائرہ نت نئے مرکز پر قائم ہوتا ہے اور نت نئی تصویریاں سننے میں آتی ہیں اگر کل ایٹم "Atom" کو مادہ کی اصلیت پیدا کیا جاتا تھا تو آج الیکٹرون "Electron" کو اس کی جگہ دی جاتی ہے اگر کل یہ اصول مانا جاتا تھا کہ روشنی اجسام کثیفہ سے پانہیں ہو سکتی تو آج ایکس شعاعیں "X-rays" اس اصول کے ماننے والوں کی تاریکے دماغ کو ثابت کر رہی ہیں۔ اس کے ظاہر ہے کہ علوم و فلسفہ کی رفتار ترقی کے ساتھ مسئلہ مسائل تک تبدیل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور قدرت کے حیرت انگیز کرشمے جنہیں ہم اپنی کوتاہ اندیشی سے خلاف قانون کہنے پر مجبور تھے سلسلہ علت و معلول پر نظر آنے لگے ہیں لہذا یہ کہہ دینا کہ جو معجزات اکثر انبیاء عظام اور اولیاء کرام سے سرزد ہوئے وہ خلاف قانون قدرت ہیں۔ محض غلط ہے۔ ان معجزات و کرامات کے ضرور اسباب ہیں البتہ وہ اسباب ہمارے فہم سے بالاتر یعنی ان اسباب کے علاوہ ہیں جن کو انسان اپنے احاطہ علوم میں لایکا ہے۔ چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں ۵

ہست بر اسباب اسباب و گر	در سبب ہست گریہاں افکن نظر
آن سببہا انبیاء رار ہبر است	آن سببہا زیں سببہا برتر است
ایں سبب را محرم آمد عقلہا	واں سببہا و است محرم انبیاء







# چند اقوال

(۱) علم اور عقل ایک چیز ہیں لیکن محبت ایک دوسری شے ہے۔ جہاں محبت داخل ہوئی وہاں سے علم اور عقل و دماغ ہو جاتے ہیں \*

(۲) معشوق جس چیز کے لئے عاشق سے حکم کرے عاشق کو اسی خوشی کیسا تھپورا کرنا چاہئے اور قانع رہ کر اپنے آپ کو بالکل اسی کی مرضی پر چھوڑ دینا چاہئے \*

(۳) عشق کا تقاضا ہے کہ اس نیا کو ترک کرو اور آخرت کو بھی ترک کرو اور ترک کے خیال تک کی بھی نفی کر دو \*

(۴) اپنے محبوب کے عشق میں محو ہو جاؤ نہ کسی کو دعا اور نہ کسی کو بددو \*

(۵) عشق دایرین کی ملامت ہے یہ ایسی جستجو ہے جو معشوق کے طلب میں موت تک پہنچا نیوالی ہے۔ اور اس میں اسکی لذت مضمحل ہے معشوق کی نفرت۔ کشیدگی۔ غمزدہ۔ اور غمباب لایزال رحمت اور برکت ہے محض ریاضت سے معرفت نہیں حاصل ہو سکتی یہ ایک وہی نعمت ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے معرفت بخشتا ہے۔ انسانی کوشش کا اس میں دخل نہیں \*

(۷) عشق کے طریقے نرالے ہیں وہ اُسے جلاتا ہے جسے وہ چاہتا ہے لیکن اسکی لگام ڈھیلی کر دیتا ہے جس سے اس کو محبت نہیں \*

(۸) عشاق کے پاس شیطان کا گزر نہیں \*

آں غوث چہ غوث غوثِ دوراں  
از ذاتِ درودِ شانِ والا  
چوں رفت با علے اعلیٰ خاطر  
مصرعہ بن وصال گفتند

افسوس کہ آں ولی ذی شان  
از اسفل ایں کہ بود اعلیٰ  
اسفل شدہ باز اسفلِ آخر  
آخر بہیں ملال گفتند

کے شیخ سن وصال شنوی

سرت مئے الست حسا جی

۲۳ ۱۳

بہارِ شاعرانہ صفحہ نمبر ۲۹



(۹) وہ سچا عاشق نہیں جو اپنی جان قربان نہیں کرتا اگرچہ یسلی کے ہزاروں اور حضرت یوسفؑ کے لاکھوں دم بھرنے والے تھے لیکن جان تیار دی وہ مجنوں اور زلیخا ہی کے حصے میں آئی تھی۔ یونہی جس کی قسمت میں جو حصے ہوتے ہیں وہ اکو پہنچ جاتے ہیں \*

(۱۰) عاشق کا ارادہ مند بلا ایمان کے نہیں مرتا \*

(۱۱) عاشق دنیا اور عقی کو خیر باد کہہ دیتا ہے \*

(۱۲) عشق میں ذات صفات ہو جاتی ہے اور صفات ذات \*

(۱۳) طالب کو تصور کے ذریعہ سے معشوق کی برخ کو اپنے دل میں قائم کرنا چاہئے۔  
برخ جب صفحہ دل پر نقش ہو گیا تو موت کے بعد بھی قائم رہتا اور قیامت میں بھی ساتھ ہوتا ہے \*

(۱۴) تمام نفوس کے لئے موت ہے سوائے روح کے \*

(۱۵) مشلخ بہت ہیں مگر عشاق کیاب ہیں کیونکہ عشق کا راستہ مشکلات سے پُر ہے۔  
اور اس میں سالک کم ہیں \*

(۱۶) عاشق کو کسی کی ناراضگی اپنے اوپر نہ لینا چاہئے اور نہ اس کو کسی کی راحت یا تکلیف کا خیال کرنا چاہئے \*

(۱۷) عشق کی مملکت میں علم ظاہر ایک حجاب عظیم ہے ایک چیز ظاہری علم رکھنے والے کیلئے شہد ہو سکتی ہے مگر عاشق کیلئے زہر۔ ایک ظاہر ہیں کے لئے جو چیز موجب تعریف ہوتی ہے وہی عاشق کیلئے باعث خدرست \*

(۱۸) لا الہ الا اللہ زبانی کہتا اور ضرب لگانا اور کسب کرنا یہ اور بات ہے۔ بے دیکھے کسی چیز کا خیال شکل ہے۔ دیکھ کر کے عاشق ہونا ممکن ہے اور جب کوئی کسی کا عاشق ہوتا ہے تو اس کی ہر سانس معشوق کی یاد سے خالی نہیں جاتی۔ عاشق کے سانس بلا کسب ذکر عبادت کے۔ عاشق غافل نہیں بجا جاسکتا۔ عاشق کی ہی عبادت ہے \*



## ضمیمہ الف

خط کونٹ گلزا بنام مسٹر احتشام علی خاں بیرسٹر شہسرامی  
پی۔ او۔ کمپنی کا اسٹیمبر بندر عدن  
پانچ ستمبر ۱۹۰۵ء

مائی ڈیر مسٹر احتشام!  
میرے پیارے ”زندہ کعبہ“ شاہ وارث علی سے ملنے کے بعد میرا حج ختم ہو گیا  
اس وجہ سے میں مصر واپس جاتا ہوں۔

آپ کا مخلص

کونٹ گلزا آف نیٹکرا

خط کاؤنٹ گلزا کا اوگھٹ شاہ صاحب متوطن بچپڑاؤں ضلع مراد آباد کے نام  
حضرت اقدس کے وصال کے چند دنوں بعد۔

بھائی لوگھٹ شاہ! اسلام علیکم

میں تم سے اپنے والی (مرشدی حضرت حاجی وارث علی) کی موجودگی میں بیان  
کر رہا ہوں جبکہ آپ رحلت کر رہے تھے۔ میں نے آپ کو بہت ہی اچھی حالت میں دیکھا  
اور اس وقت آپ نے اپنا وعدہ اور میرا حوصلہ پورا فرمایا۔ آپ نے میری ہستی کو مجھ سے  
مشاد کیا۔

احمد

(اپنی ارادت کے بعد کلوٹھٹ نے احمد کا نام اختیار کر لیا تھا)

کونٹ گلزا

ہوٹل کانٹی ٹنٹل۔ پیرس۔ فرانس ۵ مئی ۱۹۰۵ء



خطا و گھٹ شاہ صاحب کے نام،

میرے دوست اور رفیق! اسلام علیکم

مندرجہ ذیل وہ تعلیمات ہیں جنکو میرے مرشد قدس سرہ نے ازراہ خیر و برکت  
مجھ کو عطا فرمایا اور جن کو علم روحانی کی مدد سے میں نے عربی میں لکھا۔ آپ کی واقفیت کیلئے  
ان کے چند اقتباس اردو ترجمہ آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا  
پاک دل جو میں لکھ رہا ہوں اسکو مان لیگا۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ حضرت کی محبت سے میں  
نہایت درجہ فرط مسرت میں ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے حضرت کس طرح میرے  
ساتھ راہِ الہی میں شروع سے آخر تک برابر ہے۔

”تم میرے قیام کی جگہ تک آئے“

”تمہاری آرزو میری توجہ سے“

”تم آگے اور مجھ سے مل گئے“

”مبارک ہو تمہارا آنا“

”تم اور میں ساتھ ہوں گے“

نوٹ۔ کلمات مذکورہ بالا اس وقت کہے گئے تھے جبکہ کاؤنٹ موصوف

دیوہ میں آئے تھے۔

”تم نے اپنے خواہش کے راز کو چھپا رکھا ہے“

”خدا تمہارے رازوں کو جاننے والا ہے“

”تمہارا مقصد میرا حاصل کرنا ہے“

”میری روح تمہاری حفاظت کرے گی“

”میری رحلت کا وقت آگیا ہے“

ایک صورت تمہارے ساتھ ہوگی جو تمہاری رہنمائی کرے گی“



”ایک محبوب کا ساتھ تم کو نجات دے گا“

”نجات خدا کے ساتھ ایک ہو جانے میں ہے“

کونٹ گلزا

پیرس - فرانس ستمبر ۱۹۰۵ء

خط کونٹ کا شاہ صاحب موصوف کے نام

”پیارے دوست !

میرا مترجم چلا گیا ہے۔ اور اس وجہ سے میں اس خط کو عربی میں لکھتا ہوں میں (ظاہری) علم کے ہنگامہ سے آزاد کر دیا گیا ہوں اور وحدت کے سمندر میں غوطہ زن ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ مغربی ملکوں میں ایسے لوگ شاذ ہیں جو خدا کی طرف بلا اپنے آپ کو شریک بنائے ہوئے رخ کرتے ہوں۔ تم دنیا کے ظاہر میں چھوٹ گئے۔ بلانے پر دلی دوست کی طرح جواب دینا“ (ان کلمات سے قیاس ہوتا ہے کہ اس پاک نفس کے اس عالم مثال سے رحلت کو نیکی طرف اشارہ ہے) ✽

شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹریٹ مخرن لاہور کا بیان کاؤنٹ گلزا کی نسبت مصنف کے استفسار کے جواب میں۔

”کاؤنٹ گلزا جو اسپین کے امر میں سے تھے لندن میں اپنے قیام کے زمانہ میں مسٹر حبیب احمد سے اتفاقاً ملے اور اسلام کی صداقتوں کو پسند کرنے لگے۔ کاؤنٹ نے مسٹر حبیب احمد سے حضرت حاجی وارث علی شاہ کا ذکر سنا اور آپ پر انکا اعتقاد ہو گیا۔ اس حضرت شاہ صاحب سے فیضیاب ہونے کی خاص غرض سے ہندوستان آئے اور اس غرض کے پورے ہو نی کے بعد وہ لوٹ گئے۔ میں نے اس خط کو دیکھا جو کاؤنٹ نے اپنے ہندوستان سے واپس ہونے پر مسٹر حبیب احمد کو لکھا تھا۔ اس خط میں کاؤنٹ نے لکھا ہے کہ وہ بہت خوش نصیب تھے کہ انکو ایک موقع حضرت جیسی عظمت والے شخص سے ملنے کا ہوا



اور تسلیم کیا کہ حضرت شاہ صاحب کے مریدوں میں سے بھی چند ایسے لوگ ہیں جنہوں نے  
قرب الہی حاصل کر لیا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ درویش منش امیر کو ایسی قابلیتیں حاصل  
ہو گئیں تھیں جنہوں نے اس قابل کر دیا کہ یہ اہل اللہ کو پہچان لیتے تھے۔

لہ لاہور۔ ۱۵ مئی ۱۹۱۰ء

## ضمیمہ ب

نسب نامہ حضرت اقدس علیہ الرحمۃ  
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا  
حضرت امام حسین علیہ السلام  
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام  
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام  
حضرت امام محمد جعفر صادق علیہ السلام  
حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام  
جناب سید قاسم حمزہ  
جناب سید علی رضا  
جناب سید محمد مدنی  
جناب سید محمد جعفر  
جناب سید ابو محمد  
جناب سید علی عسکری  
جناب سید ابوالقاسم



جناب سید محمد محروق  
 جناب سید اشرف  
 جناب سید عز الدین  
 حضرت سید مخدوم علاؤ الدین  
 جناب سید عبداللہ  
 جناب سید عبدالواحد  
 جناب سید عمر شاہ  
 جناب سید زین العابدین  
 جناب سید عمر انور  
 جناب سید عبدالاحد  
 جناب سید احمد  
 جناب سید اکرم اللہ  
 جناب سید سلامت علی  
 حضرت سید قربان علی  
 حضرت امام عاشقین محبوب یزدانی حاجی حافظ  
 سید وارث علی شاہ

## ضمیمہ

شجرہ سلسلہ قادریہ رزاقیہ

- (۱) محبوب یزدانی حضرت حاجی حافظ سید وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ
- (۲) حضرت سید خادم علی شاہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ



- (۳) حضرت شاہ نجات اللہ کرسوی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۴) حضرت شاہ شاکر اللہ قدس سرہ کے وہ خلیفہ
- (۵) حضرت محمد اسماعیل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۶) قطب الاقطاب حضرت سید عبدالرزاق شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۷) حضرت شاہ عبدالصمد خدانما رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۸) حضرت شاہ ہاربت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۹) حضرت شاہ حسین خدانما رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۱۰) حضرت شاہ امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۱۱) حضرت شاہ ابراہیم بھکری رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۱۲) حضرت شاہ ابراہیم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۱۳) حضرت شاہ میراں سید فرید بھکری رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۱۴) حضرت شاہ جلال قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۱۵) حضرت شاہ سید محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۱۶) حضرت شاہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۱۷) حضرت شیخ ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۱۸) حضرت میر سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۱۹) حضرت شاہ موسیٰ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۲۰) حضرت سید علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۲۱) حضرت سید احمد برادر حضرت سید محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۲۲) حضرت سید محمد بن ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۲۳) حضرت سید عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ



- (۲۴) حضرت غوث الاعظم سید محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۲۵) حضرت ابوسعید مبارک مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۲۶) حضرت ابوالحسن علی ہنکاری رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۲۷) حضرت خواجہ ابوالفرح یوسف طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۲۸) حضرت عبدالواحد بن حضرت عبدالعزیز بنی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۲۹) حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۳۰) حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۳۱) حضرت شیخ سہری سقہی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۳۲) حضرت خواجہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ
- (۳۳) حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کے وہ خلیفہ
- (۳۴) حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے وہ خلیفہ
- (۳۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے وہ خلیفہ
- (۳۶) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے وہ خلیفہ
- (۳۷) حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے وہ خلیفہ
- (۳۸) حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے وہ خلیفہ
- (۳۹) حضرت امیر المومنین جناب مولا علی مرتضیٰ علیہ السلام کے وہ خلیفہ
- (۴۰) حضرت سرور کائنات سید المرسلین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے



# ضمیمہ ث

شجرہ سلسلہ چشتیہ نظامیہ فخریہ

(۱) سلطان العارفین حضرت حاجی حافظ سید وارث علی شاہ قدس سرہ

(۲) حضرت حاجی سید خادم علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(۳) حضرت بلند شاہ قدس سرہ

(۴) حضرت عباد اللہ شاہ قدس سرہ

(۵) حضرت حافظ جمال قدس سرہ

(۶) حضرت قطب الدین شاہ قدس سرہ

(۷) حضرت مولانا فخر الدین قدس سرہ

(۸) حضرت شاہ نظام الدین قدس سرہ

(۹) حضرت کلیم اللہ قدس سرہ

(۱۰) حضرت یحییٰ شاہ قدس سرہ

(۱۱) حضرت خواجہ محمد شاہ قدس سرہ

(۱۲) حضرت شیخ محمود حسن قدس سرہ

(۱۳) حضرت جمال اللہ شاہ قدس سرہ

(۱۴) حضرت محمود راجن شاہ قدس سرہ

(۱۵) حضرت علیم الدین شاہ قدس سرہ

(۱۶) حضرت سراج الدین قدس سرہ

(۱۷) حضرت کمال الدین قدس سرہ

(۱۸) حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ



- (۱۹) حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی قدس سرہ
- (۲۰) حضرت خواجہ فرید الدین شکر گنج قدس سرہ
- (۲۱) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ
- (۲۲) سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ
- (۲۳) حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ
- (۲۴) حضرت خواجہ حاجی شریف زندی قدس سرہ
- (۲۵) حضرت خواجہ قطب الدین شاہ مودودیوسف قدس سرہ
- (۲۶) حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف قدس سرہ
- (۲۷) حضرت خواجہ ناصر محمد شاہ ابی احمد قدس سرہ
- (۲۸) حضرت ابی احمد شاہ قدس سرہ
- (۲۹) حضرت خواجہ ابوالاسحاق شاہ شامی قدس سرہ
- (۳۰) حضرت خواجہ فیض بخش شاہ علوی دینوری قدس سرہ
- (۳۱) حضرت خواجہ سدید الدین شاہ حذیفہ عرشی قدس سرہ
- (۳۲) حضرت خواجہ ابراہیم ادہم شاہ بلخ قدس سرہ
- (۳۳) حضرت خواجہ فضیل بن عیاض قدس سرہ
- (۳۴) حضرت خواجہ عبدالواحد شاقس قدس سرہ
- (۳۵) حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہ
- (۳۶) حضرت امیر المومنین جناب علی علیہ السلام
- (۳۷) حضرت خانم النبیین محبوب خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم



# ملک کے نامور اہل علم اور چراغِ رسالت کی ایمن

جو مرشدی حضرت حسامی کی لکھی ہوئی سوانح عمری (امام العاشقین حضرت حاجی وارث علی شاہ قدس سرہ) کے متعلق وقتاً فوقتاً ظاہر کی گئیں :-

اخبار نیر اعظم - مراد آباد مطبوعہ ۱۳ ستمبر ۱۹۱۲ء

ہمارے پاس اسلامی بزرگان کے سلسلہ سوانح عمری میں سے پہلی دو کتابیں جو ابھی شائع ہوئی ہیں بغرض ریویو آئی ہیں۔ پہلی کتاب اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر اور نہایت عمدہ ٹائپ میں (جس کا حجم ۱۵ صفحہ ہے) حاجی حافظ سید وارث علی شاہ صاحب مدظلہ کی زندگی پر مختصر ریویو ہے۔ دوسرا رسالہ حضرت ابراہیم بن ادہم کے ذکر میں ہے۔ بجائے خود یہ دونوں رسالے نہایت مفید اور مخلصانہ محنت کا نتیجہ ہیں۔ محترم مصنف یعنی حضرت حاجی سید غفور شاہ نے درحقیقت ایک مفید اور ضروری سلسلہ رسائل کی ابتدا کی ہے جو ملک میں ضرور مقبول ہونا چاہیے۔ خصوصاً انگریزی ان نوجوانوں کے لئے جو اردو کے نام سے چڑتے ہیں۔ یہ ایک خوان برکت ہے جس سے متمتع نہ ہونا ضرور قابل افسوس ہے۔ امید ہے آئندہ سلسلہ جاری رہے گا تاکہ ایک وقت میں ہندوستان کے تمام بزرگانِ نبین کے مختصر سوانح اور ملفوظات کا ایک اچھا مجموعہ ہو جائے جو درحقیقت قومی لٹریچر میں ایک قیمتی اضافہ ہوگا۔

ڈاکٹر محمد اقبال صاحب (پی۔ ایچ۔ ڈی) بیرسٹر لاہور

یہ سلسلہ سوانح اولیائے اسلام ان نوجوانوں نسلوں کے حق میں بہت ہی سودمند

ہوگا جو مادیت اور تشکیک کی آب و ہوا میں نشوونما پا رہے ہیں۔ آپ کی محنت پر میں مبارکبادی دیتا ہوں اور ساتھ ہی ساتھ آپ کے حلقہ کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں +



اخبار انگلشین۔ کلکتہ۔ مطبوعہ ۲۸ اگست ۱۹۱۲ء

”جو لوگ اس مذاق کے ہیں ان کے لئے یہ رسالے دلچسپی کے باعث ہوں گے۔“

اخبار بہار ایڈوکیٹ۔ گیا۔ مطبوعہ ۲ ستمبر ۱۹۱۲ء

”اس رسالہ میں بہت ہی دلچسپ اور غیر معمولی حکایات محترم مصنف نے درج کئے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ کس طرح حضرت حافظ سید وارث علی شاہ ”نور ہندوستان“ تسلیم کئے گئے۔ المختصر یہ سالہ ان لوگوں کے پڑھنے کے لائق ہے جن کا میلان و حانیت کی طرف ہے اور جن کو یہ کتاب عالم راز کی ایک جھلک کا مشاہدہ کرائے بغیر نہیں رہ سکتی۔“

اخبار مشرق گورکھپور مطبوعہ ۱۰ ستمبر ۱۹۱۲ء و ۱۰ مارچ ۱۹۱۳ء

”حضرت حاجی سید غفور شاہ صاحب حسامی الوارثی (مقیم کریم چک۔ چھپرہ) کے خیال اور ان کے خیالات کی گردش تصوف اور تصوف کے دائرہ کے جواہر الماس مالا مال ہوتی ہے۔ جو دلچسپ شدہ مذاق اور جو بھی میلان پہاڑوں اور سیلابوں کی سیرے نہیں بلکہ قدرت کے موجزن اور خود رواں کردہ چشموں سے انکی طبیعت میں پیدا ہے۔ وہ انہیں نچلا نہیں بیٹھنے دیتا۔ ہم نے اس کی کبھی تعریف نہیں کی کہ ان کے معتقدین اور حلقہ بگوشوں کی تعداد مشرقی بنگال میں تعلیم یافتہ اور فلسفہ جدید اور الہیات قدیم کے شناسوروں پر مشتمل ہے۔ مگر ہم نے اس کو خاص طور سے دیکھ لیا اور پہچان لیا کہ ان کی باتوں میں انکے خطوں میں ایک صوفیانہ و عارفانہ اور غیر مادی مناسبت ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ایک معنوی تارک الدنیا سالہا سال کی ریاضت اور دشت نور دی کے آثار اور قرائن سے اس رجبہ مغلوب الجذبات اور اس رجبہ سے شرار روحانیت ہے کہ جب وہ بولتا ہے تو اسکی زبان کی قدوسیت اور اسکی خاص کشتی اسکو اوروں سے جدا کر دیتی ہے یعنی جب وہ لکھتا ہے بولتا ہے اور کچھ کہتا ہے تو اس میں وہ شان آجاتی ہے جو دل کے عالم گوناگون کی زبان میں ہو سکتی ہے یا روح کے میدان ملکوتی میں پہنچ کر جس طرح کوئی انسان



بول سکتا ہے اور لکھ سکتا ہے حضرت حسامی نے چار انگریزی کتابیں اسی رنگ میں  
غرقاب کر کے ہمارے یہاں بھیجی ہیں۔

یہ سوانح عمری حضرت حاجی حافظ سید ارث علی شاہ قدس سرہ کی ہے۔ یہ رسالہ  
۱۵ صفحات پر ہے۔ اسکا کاغذ چھپائی اور رکھ رکھاؤ بلا مبالغہ لندن کے اعلیٰ دارالاشاعت  
کا نمونہ اعلیٰ ہے۔ بے ساختہ جی چاہتا ہے اس کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھیں اس  
کتاب کی زبان میں وہ لطف آتا ہے جو مسٹر امیر علی کی انگریزی اسلامی کتابوں میں آتا ہے  
آج کل دنیاے یورپ میں خصوصیت کے ساتھ ”صوفیزم“ یا تصوف کے ساتھ ایک فرق  
پایا جاتا ہے۔ لیونزک اینڈ کمپنی کے تالیفات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اہل یورپ ایسی  
کتابوں کو کس رغبت سے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔ ہندوستان میں لاکھوں شخص  
حضرت حاجی صاحب کے نام نامی سے واقف ہیں مگر بہت کم ایسے ہیں جو حضرت کی حالات  
کا حقہ واقف ہوں۔ اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی راہ میں مٹنے والے  
بلا تفریق مذہب و ملت ہر متلاشی ابدیت کی رہنمائی کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کتاب میں لکھا ہے  
کہ حاجی صاحب کے ہندو معتقدین میں ٹھاکر نچم سنگھ زمیندار ضلع مین پوری راجہ اودت  
نرائن سنگھ صورت گنج (اودھ) باتوموتی مصرکیل بھاگلپور اور ٹھاکر گرو موہن رئیس  
بھاگلپور قابل ذکر ہیں۔ ایک بیٹوں رفیقہ نامی کو لوٹولہ شہر کلکتہ کی آپ کی معتقد ہے او  
مسیحی مذہب والوں میں مسٹر براؤن سپرنٹنڈنٹ ڈپٹی کمشنر آفس بھارتیج۔ مسٹر جانسن  
سپرنٹنڈنٹ پولیس صوبہ متحدہ قابل ذکر ہیں۔ کونٹ گیلز ابھی حضرت کے ہاتھوں پر بیعت  
کر چکے ہیں جن کا نام احمد ہے اور جن کے خطوط کتاب کے آخری حصے میں نقل کئے گئے ہیں  
ان خطوں کے پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ایک جلیل القدر اپنی عالم نے وافی فیوض  
کس طرح حاصل کئے اور وہ حاجی صاحب کو کس غلو اور فرط عقیدت سے یاد کرتا ہے  
کیونکہ جابجا حضرت کو ”زندہ کعبہ“ لکھا ہے یہ سوانح عمری نہایت دلچسپ ہے



اس سے روحانی مدارج کے طے کرنے والوں کے رو برو ایک بڑے رہنما کی مثال موجود ہے گی اور تصدیق ہو جائیگی کہ حافظ علیہ الرحمۃ نے جو فرمایا ہے وہ صحیح ہے ۵

دولتے را کہ نباشد غم از آسیب زوال

بے تکلف بشنود دولت درویشان است

روئے مقصود کہ شامل جہاں مے طلبند

منظرش آئینہ طلعت درویشان است

ہم کو امید ہے کہ یہ کتاب بھی اردو اور ہندی میں شائع کی جائے گی \*

## حضرت سیدی مولائی خواجہ حسن نظامی صاحب کا معرکہ الارامیہ مضمون

### ”وارثی خاتقاہ“

ہم نے نظام المشائخ کے نام سے جو حلقہ قائم کیا ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ تصوف اور اہل تصوف کی عالمگیر حفاظت و اشاعت کی جائے۔ لہذا یہ سلسلہ شروع کیا جاتا ہے کہ بالفعل ہندوستان کی نامی خاتقاہوں اور ان کے متولیوں کے سچے حالات نہایت آزادی سے شائع کئے جائیں۔ کسی کی رعایت نہ ہو۔ وارثی خاتقاہ کی کیفیت میں انشاء اللہ تعالیٰ ہر پہلو روشنی ڈالی جائیگی اور جو کچھ ہم کو ذاتی واقفیت ہے اس کو بلا تامل ظاہر کیا جائے گا۔ ممکن ہے کہ اس تذکرہ میں وہ واقفیتیں بھی ظاہر ہوں جن کا ظاہر کرنا بلحاظ حمایت اہل تصوف ہم پر لازم ہے۔ اس لئے حاجی صاحب کے وہ مرید جو ذاتی نادانیوں سے ان افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو ان کے طریقہ کے بالکل خلاف ہے اور جس کے سبب ان کے شیخ کا طریقہ بدنام ہوتا ہے۔ نہایت ٹھنڈے دل سے ازراہ انصاف اس کو پڑھیں اور اپنی حالت درست کرنے کی کوشش کریں۔ ہم موجود سجادہ نشین



سید ابراہیم صاحب کی قابلیت اور سجادہ نشینی کے استحقاق پر اسی نظر سے رائے لکھیں گے جس طریق سے اپنے سلسلہ کے مشائخ پر رائے زنی کرنی چاہئے امید ہے کہ سید صاحب بھی ہماری آزادانہ رائے کو مخالفت پر مجبور نہ فرمائیں گے۔

اب ہندوستان میں بہت کم ایسے آدمی ہیں جو حضرت حاجی ارث علی شاہ صاحب کے نام کو نہ جانتے ہوں۔ حاجی صاحب ہمارے زمانہ کے اُن ممتاز بزرگوں میں تھے جن پر صوفیہ کرام کو فخر اور ناز ہو سکتا ہے۔ اور حقیقت میں جو بزرگان سلف کا نمونہ تھے۔

صوبہ اودھ بارہ بنگی کے ضلع میں دیوہ نامی ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ وہاں حاجی صاحب کی سکونت تھی اور اب ہیں ان کا مزار بنا ہے۔ دیوہ کوئی مشہور و معروف مقام نہیں ہے مگر حضرت حاجی صاحب کی خاتقاہ کے سبب اس کا نام بڑے بڑے شہروں کی طرح مشہور ہے حاجی صاحب بڑے صاحب تاثیر بزرگ تھے۔ انہوں نے ہزاروں آدمیوں کو خدا کا رستہ دکھا دیا۔ کتنے ہیں وہ بڑے سیاح تھے۔ تمام دنیا کی سیر کر چکے تھے۔ عرب کے سفر کے بعد انہوں نے اپنا احرام نہیں اتارا اور یہ خدائی کفن ہمیشہ کیلئے پہن لیا۔ درویشی کے واسطے اس لباس سے بڑھ کر اور کوئی لباس نہیں ہو سکتا جو خود خدا نے اپنی حضوری کے لئے مقرر کیا ہو۔ احرام ایک ایسا لباس ہے جو الہی دربار میں شاہ و گدا کو یکساں پہننا پڑتا ہے اور جو امیری و غریبی کے فرق کو مٹا کر رنگ و صورت قائم کر دیتا ہے جس طرح دنیاوی حکام کی ردیوں کے آداب اور طریقے مقرر ہیں خدائی وردی کے بھی آداب اور قواعد ہیں۔ پولیس کی وردی پہن کر کوئی شخص فرائض پولیس کے خلاف کام نہیں کر سکتا۔ اسی طرح خدا کی وردی بھی انہی کو ملتی ہے جو سب کو ترک کر کے خدا کے بن جائیں۔

حاجی صاحب نے قاعدہ رکھا تھا کہ مرید دو قسم کے ہونے چاہئیں ایک تو وہ جو تعلقاً دنیا میں مصروف ہیں مگر خدا کا راستہ بھی دیکھنا چاہتے ہیں یا باطنی تسکین کے لئے ایک



بزرگ کی دستگیری کے طلبگار ہیں۔ ان کو یونہی مرید کر لیا جاتا تھا۔ اور دوسرے وہ لوگ  
 تھے جو دنیاوی جھگڑوں سے آزاد ہو کر کامل طور خدا پرستی کرنی چاہتے تھے۔ ان کو  
 حاجی صاحب احرام باندھ دیتے تھے۔ پھر ان پر وہی قیود اور پابندیاں لازم ہوجاتی تھیں  
 جو حج کے وقت حاجیوں پر خدا کی طرف سے مقرر ہیں۔ کوئی ایسی بات نہ تھی جس پر سہانیت کا  
 اعتراض ہو سکے۔ حاجی صاحب کے ایسے ہزاروں مرید ہیں جن کو دوشی کی ردی (احرام)  
 حاجی صاحب نے خود عطا فرمائی ہے۔ یہ لوگ رنگ رنگ کے احرام باندھے ہوئے تمام  
 ملک میں دورے کرتے رہتے ہیں۔ ان پر فرض ہے کہ سیاہ ہوا کپڑا نہ پہنیں۔ سر کو نہ ڈھکیں  
 حتیٰ الوسع برہنہ پاؤں پیدل چلیں۔ شادی اور تعلقات خانہ داری سے علیحدہ رہیں خود  
 حاجی صاحب بھی ان قواعد کی پابندی کرتے تھے۔ وہ مجرد تھے۔ اور سنا ہے کہ آپ نے  
 ساری عمر شادی نہیں کی۔ احرام کے سوا دوسرا لباس نہ پہنتے تھے۔ ابتدا میں ہمیشہ  
 پیدل سفر کرتے تھے۔ اب آخر زمانہ میں بھی ریل اور پالکی کے سوا کسی اور سواری میں ان کو  
 سوار نہیں دیکھا گیا۔ عموماً برہنہ پارہنا حاجی صاحب کا شعار تھا۔ ان کے مریدین حسن عقیدت  
 سے بیان کرتے ہیں کہ حاجی صاحب اکثر اوقات کچھڑ اور تریزین پر ننگے پاؤں چل کر جب  
 فرش پر جاتے تو وہ بہ نہ پڑتا تھا بلکہ کہا جاتا ہے کہ بعض شکی لوگوں نے محض امتحان کے طور پر  
 سفید چاندنی کا فرش کرا کے حاجی صاحب کو بلایا اور راستہ میں چھڑ کاؤ کر دیا تاکہ گیلی مٹی  
 پیروں میں چپٹ جائے مگر جب حاجی صاحب اُس پر سے گزرے اور چاندنی کے فرش پر  
 آئے تو فرش پر مطلق نشان نہ پڑا اور حاجی صاحب کے پیر بھی آلودگی سے پاک رہے  
 اس واقعہ کو اگرچہ نئے زمانہ کے نئے آدمی مشکل سے یور کریں گے مگر اہل سائنس اس بات کو  
 کچھ زیادہ عجیب نہیں جانتے ان کا خیال ہے کہ بعض اجسام میں یہ خاصیت ہوتی ہے  
 کہ ان پر کچھڑ مٹی بالکل نہیں جمتی اور کمال کے غیر معمولی مسامات ہر چیز کو دفع کرتے رہتے  
 ہیں۔ اس اعتبار سے حاجی صاحب کی نسبت یہ واقعہ مان لینے کے قابل ہے گو ان کے



مرید مقتدر اس کو کرامت سمجھیں لیکن اسے انکار نہیں ہو سکتا کہ خدا نے اس سے زیادہ ان کو  
بزرگی اور کرامت عنایت کی تھی ۔

حاجی صاحب نے احرام ہزاروں آدمیوں کو دیا اور اپنا جیسا فقیر (باغبان زامبر)  
بنادیا مگر خلیفہ کسی کو نہیں کیا۔ یعنی یہ اختیار کسی کو نہیں دیا کہ وہ بھی لوگوں سے بیعت لے  
اور فقیر بنائے نہ آخر وقت تک اپنا جائنشین نامزد فرمایا ۔

اگلے زمانہ میں مسلمان فقیروں کے ساتھ ہندوؤں کو بڑی عقیدت ہوتی تھی۔ اور ہندو  
مسلمان فقرا کو اپنے درویشوں سے زیادہ ادب کی نگاہ سے دیکھتے تھے مگر حاجی صاحب کے  
زمانہ میں ہندوؤں کا عقیدہ کم ہو گیا تھا اور ایسا کوئی فقیر ہندوستان کے مسلمانوں میں  
نہ تھا جس پر عام گرویدگی ہندوؤں کو ہو حاجی صاحب نے اپنے برتاؤ اور باطنی اثر سے  
اس کمی کو پورا کر دیا۔ اور تمام ملک کے ہندوؤں کی رجوعات حاجی صاحب کی طرف ہو گئی۔  
ہزاروں ہندو آپ کے مرید ہوئے بعض نے مسلمان ہو کر احرام حاصل کیا اور بعض نے  
اپنے دہرم کو نہ چھوڑا مگر وارثی وردی پہن لی حاجی صاحب نے عرس بھی قمری حساب کو  
چھوڑ کر شمسی طریق پر مقرر کیا تھا (شائد) کاتک کے مہینے میں ان کے ہاں عرس ہوتا تھا۔  
جس کی وجہ غالباً یہی ہوگی کہ ہندو عقیدت مندوں کو آسانی ہو۔ عرس میں اس قدر  
عظیم الشان مجمع ہوتا تھا اور ایسے مختلف الحال مختلف العقائد جمع ہوتے تھے کہ تعجب  
آتا تھا۔ ہزاروں ہندو عورت مرد یا وارث کاندھ لگاتے دیوانہ وار دیوہ کی گلیوں میں  
پھرتے تھے۔ خدائی وردی احرام کاجلوس نکلتا تھا۔ احرام کو ایک مکلف خوان میں  
لگایا جاتا اور منت ادا کرنے والا اس کو اپنے سر پر رکھتا اس کے بعد باجے بجاتے ہوئے  
یا وارث کے نعرے لگاتے ہوئے سب آدمی حاجی صاحب کی خدمت میں اس احرام کو  
بجاتے تھے۔ حاجی صاحب اس نئے احرام کو پہن لیتے اور پرانا ان لوگوں دیتے تھے  
پرانے احرام کو تبرک کے طور پر دیں یہ بیاں کر کے تقسیم کر لیا جاتا تھا۔ اس وقت کاجوش



اسوقت کا خلوص۔ اسوقت کی یکانگت۔ اسوقت کی وحدت قلبی! لفاظ کے ذریعہ سے ادا ہونی ناممکن ہے۔ ہندو مسلمان عورت مرد۔ چھوٹے بڑے سب ایک خیال ایک حال اور ایک نگ میں رنگے ہوئے نظر آتے تھے۔

حاجی صاحب بازاری عورتوں کو آزادی سے مرید کر لیتے تھے۔ اور حساب کیا جائے تو ہندوستان میں آوارہ عورتیں زیادہ حاجی صاحب کی مرید پائی جائیگی یہ بات ہمارے نیز تمام اُن لوگوں کے اعتراض کے قابل ہے جو صوفیوں کو پابند ظاہر اور حلقہ بگوش شریعت بیان کرتے ہیں۔ ایک درویش کا فرض ہے کہ اگر وہ کسی ایسے گنہگار کو مرید کرے جو دوسروں کی گنہگاری کا باعث ہوتا ہے یا جسکے علانیہ بدکار ہوئے لوگوں میں بدکاری کا رواج بڑھتا ہو تو وہ مرید سے ان تمام گناہوں کے ترک کا عہدہ ورنہ ہرگز مرید کرے۔ مریدی نام ہے اپنے ارادے سے پیر کے ہاتھ بک جانے کا اور پیر کے ارادے کے سامنے اپنے تمام ارادوں کو مغلوب کر دینا۔ پیری نام ہے مرید کے جذبات کو نیک طریق پر لگانے کا۔ اور مرید کی نیکی بدی کی نگرانی کرنے کا لیکن حاجی صاحب ایسا نہ کرتے تھے وہ علانیہ طوائفوں کو مرید کرتے ان کے احرام قبول کرتے اور پہنتے تھے۔ مرید کرتے وقت (جہاں تک ہم کو علم ہے) وہ کسی بڑی اس کے افعال کی بات کچھ نصیحت نہ کرتے تھے۔

اس کا جواب ممکن ہے کہ حاجی صاحب کے مرید کچھ اور بھی دیتے ہوں مگر ہماری رائے میں سالک مجذوب درویش تھے۔ مجذوبی اور استغرافی حالت اپنے پیر یا دوسری رہتی تھی۔ محویت کے عالم میں نیک و بد کا احساس نہیں رہتا۔ ہر چیز یکساں نظر آتی ہے حاجی صاحب کی مریدی اور پیری اُن مشائخ کے دستور کے موافق نہ تھی جو سالکانہ طریق سے یہ سلسلہ جاری رکھتے ہیں اور یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے مریدوں کو بیعت لینے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اُن کے سامنے جو آیا اور دستگیری کا طالب ہوا۔ انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا



یا ضابطہ تعلیم و تلقین کی پروانہ تھی۔ البتہ جو تائید خدا تعالیٰ نے انکو عطا فرمائی تھی اس سے کوئی محروم نہ رہتا تھا۔ تقدیر اور نصیب کے موافق کچھ نہ کچھ ہر شخص کو مل جاتا تھا بعض طوائف کی نسبت سنا ہے کہ وہ حاجی صاحب کی مریدی کے بعد پیشہ سے تائب ہو گئیں بعض میں ایک قسم کی حیا پیدا ہو گئی اور وہ عامیانہ آوارگی و بد چلنی سے کنارہ کش ہو گئیں بعض میں نبی حیات اور بزرگان دین کے احترام کا جذبہ یادہ بڑھ گیا۔ ہم نے خود اکثر ہندوؤں کو دیکھا ہے کہ وہ حاجی صاحب کی مریدی کے سبب اسلام اور طریق اسلام کے شیدائی بن گئے تھے اور بعض درپردہ مسلمان تھے۔ بعض درود شریف اور آیات قرآن کو نہایت ذوق و شوق سے پڑھتے اور منرے لیتے تھے یہ تمام کیفیات دیکھ کر اور حاجی صاحب کے استغراق کو مشاہدہ کر کے کوئی اعتراض ان کی ذات پر باقی نہیں رہ سکتا اور ہم ان کو واقعی کامل مکمل بزرگ ماننے پر مجبور ہوتے ہیں \*

حاجی صاحب کی نسبت عوام میں مشہور ہے کہ وہ نماز نہ پڑھتے تھے۔ اور اس خبر نے یہاں تک وثوق حاصل کیا ہے کہ بعض ارثی درویش بھی علانیہ نماز ترک کرتے ہیں۔ اور اس ترک عہد کو سنت شیخ تصور کرتے ہیں \*

ہم نے اس معاملہ کی کامل تحقیقات کی اور ہر ایسے شخص سے جس کو حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر رہنے کا موقع ملا ہے دریافت کیا۔ لوگوں کے بیانات مختلف پائے گئے مگر کثرت رائے اس طرف ہے کہ حاجی صاحب نماز تو پڑھتے تھے مگر جماعت کے پابند نہ تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں ہم نے کئی وقت متواتر حاجی صاحب کو دیکھا کہ انہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ بعض بتاتے ہیں کہ انہوں نے خود انہیں نماز پڑھنے دیکھا۔ پھر نوع اس اختلاف سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حاجی صاحب نماز کے بالکل تارک نہ تھے۔ اور اکثر اوقات ادا کرتے رہتے تھے۔ لیکن بعض اوقات محویت و استغراق یا سکر و جذبہ کے عالم میں ان کو نماز کی خبر نہ رہتی تھی۔ سو یہ کوئی ایسی قابل گرفت بات نہیں ہے۔ ایسے موقع پر



انسان مجبور ہے اور تمام تکلیفات شرعی سے آزاد ہے۔ کسی قسم کا مواخذہ ظاہری ہو یا باطنی۔ دینی ہو یا دنیاوی اُس پر نہیں ہو سکتا افسوس ان وارثی درویشوں پر ہے جو نیکین احرام تو باندھ لیتے ہیں مگر طریق درویشی سے بالکل نااہل ہوتے ہیں۔ جو بات آسان نظر آتی ہے۔ اُس کو تو سنت شیخ کے حیلہ سے اختیار کر لیتے ہیں اور جس میں دشواری معلوم ہوتی ہے اُسے یہ کہہ کر ترک کر دیتے ہیں کہ یہ بزرگوں کے طرف ہیں بہلاہم گندگا اس کی تقلید کیونکر کر سکتے ہیں۔ ایسے مطلب شناس شکم پرست لوگ تمام حلقہ صوفیہ کی لعنت اور بھٹکار کے سزاوار ہیں۔ کیونکہ انہی کے سبب طریق درویشی بدنام ہوتا ہے۔ یہی وہ افراد ہیں جن کے تاریک جود سے اہل تصوف کے نورانی چہرے دنیا کو تاریک نظر آتے ہیں۔ ہم حاجی صاحب کی بیعت کا دعویٰ کرنے والے ایسے بہت سے درویشوں کو ہم جانتے ہیں جن کے اعمال خلاف شریعت و طریقت کے باعث وارثیہ خاندان بدنام ہوتا ہے ورنہ حاجی صاحب کی ذات میں ہرگز کوئی بات خلاف شریعت و طریقت نہ تھی۔ اُن کی نسبت ترک نماز کا چرچا بھی جس قدر ہے وہ صرف چند وارثی درویشوں کے باعث ہے جو تمام ہندوستان میں چکر لگاتے پھرتے ہیں اور نماز نہیں پڑھتے۔ پوچھو تو کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے شیخ کا یہی طریقہ ہے حالانکہ وہ بالکل کذاب ہیں۔ خدا ایسے ہی جھوٹوں پر اپنی قہرامیز لعنت بھیجتا ہے حاجی صاحب کی نماز کے دیکھنے والے لاکھوں آدمی موجود ہیں بلکہ نماز باجماعت (جو اکثر کم ہوتی تھی) کے دیکھنے والے بھی ہزاروں ہوں گے۔ عیدین کی جماعت میں بھی اکثر ان کو دیکھا گیا ہے چنانچہ ایک دفعہ عید الفتح کی جماعت کا امام اپنے موجودہ جانشین سید ابراہیم صاحب کو (جو اس زمانہ میں کار بار دنیا میں مصروف تھے) بنایا اور خود اُن کے پیچھے نماز پڑھی \*

استقدر لکھنے کے بعد برادرِ م جناب سید ابراہیم صاحب دہ نشین خانقاہِ ارثی کا



خط ملا۔ جس میں کچھ یادداشتیں درج ہیں۔ ہم اُن کا خلاصہ ذیل میں کئے دیتے ہیں:-  
 پہلے طوائفوں کی مریدی کی نسبت لکھا گیا تھا کہ اُن سے توبہ استغفار نہ کرائی  
 جاتی تھی مگر سید صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مرید کو توبہ استغفار بیعت کے  
 وقت کرنی لازمی تھی۔ چنانچہ طوائفوں کو بھی استغفار و توبہ کرنی ہوتی تھی اور ہندوؤں  
 کو بھی \*۔

عام نصیحت کا لفظ یہ تھا "مردار نہ کھانا" اور کبھی یہ فرماتے "برا کام نہ کرنا" عورتوں  
 کو دامن پکڑوا کر بیعت کرتے تھے۔ اور مردوں کو ہاتھ پکڑ کر جب میلہ ہوتا تھا تو ہزاروں  
 آدمی بیعت کے طلبگار ہوتے تھے۔ اس وقت تہ بند پھیلا دیا جاتا تھا اور لوگ اسکو  
 پکڑ کر مرید ہو جاتے تھے \*۔

حاجی صاحب حالت سلوک میں کم رہتے تھے اکثر ان پر استغراقِ محویت کا عالم  
 طاری رہتا تھا مگر ہر حال میں عقدا نائل جاری رہتا تھا اسی سے اُن کے ذکر شغل  
 اور مشغولی نام کا پتہ چلتا ہے) انگریزی پڑھنے کے مخالف نہ تھے۔ فرماتے تھے جو چاہو  
 پڑھو مگر دل کی تصدیق کو کامل رکھو۔ سرسید کی تعریف کرتے تھے۔ ایک دفعہ علیگڑھ  
 تشریف لائے تو سرسید ہی خدمت میں حاضر ہوئے حاجی صاحب نہایت شفقت  
 و مہربانی سے پیش آئے۔ سرسید نے کہا لوگ مجھ کو کافر کہتے ہیں۔ فرمایا غلط کہتے  
 ہیں سید کافر نہیں ہوا کرتا۔ جب سرسید کے انتقال کی خبر پہنچی تو عمدہ الفاظ میں انکو  
 یاد کیا اور اُن کے خلوص کی تعریف کی \*۔

انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کو حاجی صاحب کی طرف بڑا میلان تھا۔ ملک  
 کے ہزاروں ہندو مسلمان گزبواٹ بیسویں پیرسٹرکیل اور عمدہ داران حکومت  
 آپ کے مرید ہوئے۔ آنربل جسٹس سید شرف الدین جج ہائی کورٹ کلکتہ آپ کے  
 مخلص مرید ہیں۔ اور اب تک اُسی عقیدت سے مزار پر جاتے ہیں جس عقیدت سے



حاجی صاحب کی زندگی میں حاضر ہوا کرتے تھے \*

سنا ہے جب اُن کو حجی کا عمدہ عطا ہوا تو سیدھے دیوہ میں حاجی صاحب کے مزار پر لے اوز حجی کی گون مزار کے پائین ڈال دی اور عرض کیا کہ آپ کے طفیل یہ اعزاز ظاہری یاد شاہت نے دیا ہے اب اس گون کو جب پہنوں گا کہ باطنی حکومت بھی منظور کر لے اور کوئی امر انصاف کے خلاف مجھ سے سرزد نہ ہو۔ سید ابراہیم صاحب نے گون اٹھایا اور حج صاحب کو پہنا دیا یہ اقدہ ان لوگوں کی نگاہ میں جو مذہبی خیالات اور عقائد کو حماقت تصور کرتے ہیں عجب ٹھہرے گا۔ اور شاید وہ آنریبل حج کی عالی دماغی پر حرف زن ہوں مگر ہمارے خیال میں خود وہ لوگ جو اُن واقعات پر خلاف رائے دیتے ہیں عقل سے خارج ہیں۔ حج صاحب نے جو کچھ کیا بلحاظ مذہبی جذبات کے قرین عقل تھا۔ اور کسی قسم کا اعتراض اُن پر نہیں ہو سکتا \*

حاجی صاحب مغفور کو نہ صرف ہندوستان کے ہندو مسلمان بزرگ سمجھتے اور عقیدت رکھتے تھے بلکہ یورپ کے باشندوں میں بھی آپ کی بزرگی کا چرچا تھا۔ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کے ایک صاحب مسٹر حبیب احمد نامی آجکل انگلستان میں ہیں۔ انہوں نے حاجی صاحب سے فیض حاصل کیا تھا۔ یہ صاحب انگریزی تعلیم یافتہ ہیں اور عموماً انگریزی طرز معاشرت برتتے ہیں۔ جب دہلی میں وزانہ اخبار جاری تھا۔ تو یہ مسٹر حبیب احمد صاحب شاید اس کے چیف ایڈیٹر تھے۔ مگر کچھ عرصہ بعد یہ اخبار کو چھوڑ کر مصر اور وہاں سے ولایت چلے گئے۔ دوران قیام انگلستان میں اُن کے غیبی بیانات کا شہرہ ہو گیا۔ کشف تصوف کے طالب علم کو ابتدائی حالت ہی میں ہونے لگتا ہے۔ مسٹر حبیب احمد اپنی کشفی طاقت سے انگریزوں کے سامنے بعض ایسی باتیں کہہ دیتے تھے جن سے اُن کو بیحد تعجب ہوتا تھا۔ کیونکہ انگریزوں کی واسطے یہ بالکل نئی بات تھی کہ گزشتہ یا آئندہ حالت کو ایک اصنی آدمی اس طرح بیان کر دے



گویا اس واقعہ کا پورا علم اس کو حاصل ہے۔ رفتہ رفتہ مسٹر حبیب احمد کا چہرہ چار یا وہ ہو گیا۔ اور ہندوستانی طلباء بھی اُن کے کمالات کے معتقد ہونے لگے۔ ہمارے دوست شیخ عبدالقادر صاحب پیر سڑ دہلی کو بھی زمانہ قیام انگلستان میں وقتاً فوقتاً اُن سے ملاقات کرنے کا موقع ملا تھا۔ اور انہوں نے مسٹر حبیب احمد کے عجیب و غریب بیانات کو بطور خود آزمایا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ مسٹر حبیب احمد واقعی باطنی احساس میں غیر معمولی قابلیت کے آدمی ہیں۔ آنے والے واقعات کی نسبت وہ جو کچھ حکم لگا دیتے تھے عموماً ویسا ہی ہوتا تھا چنانچہ ہم نے شیخ عبدالقادر صاحب کے پاس ایک کتاب میں مسٹر حبیب احمد کے قلم سے یہ لکھا ہوا دیکھا کہ سیر کرامت حسین جج ہو جائیں گے حالانکہ یہ تحریر دو برس پہلے لکھی گئی تھی جبکہ کسی طرح وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ مولوی سید کرامت حسین صاحب ہائی کورٹ کے جج بن سکتے ہیں۔ اس قسم کے صد ہا واقعات ہیں جس میں مسٹر حبیب احمد کا قول پورا اُترا۔ اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ غیبی باتوں کا بتا دینا اہل تصوف کے سامنے کوئی کمال نہیں ہے۔ اور وہ اُسکو نہایت ہیج اور ادنیٰ فعل خیال کرتے ہیں۔ مگر آج کل کے زمانہ میں مشائخ کی پستی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ ان میں کشفی حالات کے آدمی بھی ناپید ہیں۔ زیادہ کمالات تو شے دیگر ہیں۔ اس اعتبار سے مسٹر حبیب احمد کی قابلیت کی ادینی پڑتی ہے کہ وہ ایسے زمانہ میں اور اور ایسے ملک میں صوفیوں کے کمالات کا ایک جزو دنیا کو دکھا سکتے ہیں۔ اور یہ سب نعمت اُن کو حاجی صاحب کے حاصل ہوئی ہے حاجی صاحب کے ہزاروں نام احرام بند درویشوں میں بھی یہ بات مشکل سے ملیگی۔

اسپین کے ایک امیر زادے نے جولینڈن میں آیا تھا اور مسلمانوں کے کمالات کا متلاشی تھا۔ مسٹر حبیب احمد کے کمالات کی تعریف سنی اور وہ اُن سے ملنے آیا۔ جب اُس نے دیکھا کہ واقعی یہ آدمی ویسا ہی ہے جیسا سنا تھا تو مسٹر حبیب احمد کی



خدمت میں رہنے لگا۔ اور نہایت عقیدت مندانہ طریقے پر ان کی تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی۔ اس نے اپنا تمام بھی بدل لیا اور طریق مذہب بھی پہلا سا نہ رکھا۔ یہاں تک کہ وہ مریدوں کی مثل بن گیا۔ اس اثنا میں ہزار ہا روپے اُس نے مسٹر حبیب احمد کو دیئے اور انہوں نے وہ روپے نہایت بے پردائی و بے توجہی سے خرچ کر ڈالے لوگوں نے اپنی امیر کو ہکایا کہ شخص تمہارا روپیہ کس بیکاری سے اٹاتا ہے تمہیں سوچنا چاہئے۔ مگر وہ اپنے عقیدہ پر قائم رہا۔ یہاں تک کہ جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ میرا پیر ایک ہندوستانی پیر کا مرید ہے اور وہ بزرگ ہنوز زندہ ہیں۔ تو ہندوستان میں آیا اور خاص دیوہ میں حاضر ہو کر حاجی صاحب کی زیارت کی جب وہ واپس گیا تو اس نے اپنے دوستوں سے کہا کہ میں نے وہاں ایک آنکھ دیکھی جس میں تمام عالم موجود تھا میں کیونکر کہوں کہ اُس آنکھ میں ایسی کیفیت تھی جس نے مجھ کو جہنم میں ڈال دیا۔ حالانکہ وہ آنکھ خود حاجی صاحب کی نہ تھی اُن کے ایک ادنیٰ مرید کی تھی جو حاجی صاحب کے پاس حاضر تھا۔ حاجی صاحب کی تعریف میں اُسے اتنا کہا کہ تم اندازہ کر سکتے ہو کہ جس کے غلام ایسے ہیں تو وہ کیسا ہوگا۔

یہ رائے ایک ایسے ملک کے باشندے کی ہی جو درویشی پر مضحکہ اڑاتے ہیں۔ اور جن کی دیکھا دیکھی ہمارے ملک کے لوگ بھی فقیروں سے بدعقیدہ ہوتے جاتے ہیں یہ رائے ایک تہ بند باندھے والے مجنونانہ صورت کے آدمی کی نسبت ہے جو تملی فیشن سے کوسوں دور تھا اور جسکی ظاہری حالت دائرہ تہذیب و شائستگی میں شمار کرنے کے قابل نہ تھی۔

آہ وہ مستانہ دیوانہ جس کی شکل و صورت نے لاکھوں کو مستانہ دیوانہ بنا دیا۔ اب دیوہ کی خاک میں پڑا سوتا ہے وہ نورانی جسم جس کے پر توہ نے لاتعداد ظلماتوں کو منور کر دیا آج کل زمین کی اندرونی تاریکیوں کو دور کر رہا ہے اور ہم سے دور ہے۔



حالانکہ ضرورت تھی کہ وہ نور مجسم ظاہری عالم میں اور زندہ رہتا۔ اور یقیناً وہ بچپن میں لوگوں کو تسکین دیتا۔ اب اُس کے بے اندگان آپس میں فساد کرتے ہیں۔ اور اُس کے اطمینان بخش راستے سے ہٹتے جاتے ہیں خدا کی مبارک رومی احرام کو شکم پر پی کا نا جائز ذریعہ بناتے ہیں اور اپنے آقل کے توکل و استغنا کی کچھ پروا نہیں کرتے۔

ہم نے حاجی صاحب کے بعض ایسے مریدوں کو دیکھا ہے جو جاہل لوگوں کو مرید کرتے پھرتے ہیں۔ حالانکہ حاجی صاحب نے کسی کو بیعت کرنے کی اجازت نہیں دی بے اجازت مرید کرنا طریق فقر میں ناجائز ہے۔ ان مریدوں میں بعض حضرات نے شریعت کی مخالفت کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔ اُن کے نزدیک فقیری یہ ہے کہ تمام شرعی پابندیوں کو توڑ ڈالا جائے۔ یہ لوگ نہایت بیباکی سے ایسے الفاظ زبان سے نکالتے ہیں جنکو ایک مسلمان سن نہیں سکتا۔

حاجی صاحب کے وصال کے بعد گرد و نواح کے مشائخ اور حاجی صاحب کے محرم راز اور قابل اعتماد مریدوں نے سید ابراہیم صاحب کو سجادہ نشینی کے لئے منتخب کیا۔ جو حاجی صاحب کے نواسے اور پیر زادے ہیں اور جنکی ابتدائی زندگی ریاست رامپور وغیرہ میں نہایت عیش و عشرت سے گزری تھی۔ اور جنکی نسبت اُن کے مخالف بیان کرتے ہیں کہ وہ نہایت رند مشرب تھے۔ مگر حاجی صاحب کے اثر نے اُن کو ترک و تجرید پر مائل کر دیا۔ حاجی صاحب اپنی زندگی میں سید ابراہیم صاحب کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کرتے تھے اور ایسی گرویدگی ظاہر فرماتے تھے کہ اسی وقت لوگ سمجھ گئے تھے کہ یہی جانشینی کے لئے مقبول و منظور ہوتے نظر آتے ہیں۔ سید ابراہیم صاحب نے (غالباً) حاجی صاحب کی زندگی میں لباس تبدیل نہیں کیا تھا وصال کے بعد احرام باندھا۔ ہماری سید ابراہیم صاحب کے پہلی ملاقات پیران کلیہ شریف کے عرس میں ہوئی تھی جس کو چار برس کا عرصہ ہوا ہوگا۔ وہاں ہم نے نہایت تعجب سے دیکھا کہ وہ بادشاہوں



کی طرح راستہ چلتے ہیں۔ یعنی اُن کے آگے آگے فقرہ کا غول ذکر جلی کرتا ہوا چلتا تھا۔ اور نیچے وارثی درویشوں کے حلقہ میں سید صاحب کا نہایت مکلف احرام باندھے ہوئے آہستہ آہستہ قدم رکھتے تھے۔ اور ہزاروں آدمی اُن کی زیارت و قدمبوسی کو ٹوٹے پٹتے تھے۔ ہم کو اگرچہ یہ نمود کی بات بہت ناگوار گزری۔ مگر حلقہ ذکر اور فقرہ کے غول کا قلب پر بڑا اثر پڑا۔ یہ بات سید صاحب نے نئی اختیار نہیں کی ہے۔ اکثر مقامات پر مشائخ میں اس قسم کے جلوس کی رسمیں تھیں اور بعض جگہ اب بھی ہیں۔ یہ رسمیں دنیا کے بادشاہوں اور امیروں کے جواب میں تھیں تاکہ لوگ کہیں کہ جو دنیا کو ترک کر دیتے ہیں۔ اُن کے لئے بادشاہوں جیسے بلکہ اس سے بھی زیادہ شاندار جلوس ہر جگہ موجود رہتے ہیں جس میں نقیب انسان کی برائی نہیں پکارتا بلکہ خدا کی بزرگی کو ظاہر کرتا ہے۔

سید ابراہیم صاحب کا جلوس زیارت جب ختم ہو گیا تو ہم اُن کے پاس گئے اور اصول تصوف پر گفتگو شروع کی ہم نے امید کے خلاف ان کو تصوف سے کچھ آشنا پایا جس سے ہمیں بڑی مسرت ہوئی۔ کیونکہ اس سے پہلے اکثر نامور مشائخ سے ملنے اور بات چیت کرنے پر ہمیں انکی طرف سے باؤسی ہوئی تھی۔ اور انکی معلومات نہ انکی طرف سے باؤسی ہوئی تھی۔ اور ان کی معلومات اُن کی شان و شوکت کے مقابلہ کچھ بھی نہ پائی گئی تھی۔ مگر سید صاحب باوجود اسکے کہ ان کی عمر کا بڑا حصہ دنیاوی مشاغل میں صرف ہوا۔ خفایق و معارف کے ایک گونہ آگاہ نکلے۔

اس ملاقات کے بعد ہم نے جب یہ تحریک شروع کی کہ خانقاہوں میں طوائفوں کا ناچ گانا بند ہو جائے تو سید ابراہیم صاحب نے ہمارے خیالات کی نہایت جوش سے تائید فرمائی۔ اور علانیہ اپنی تحریر اخبار میں شائع کرادی جس میں خانقاہوں کے ناچ رنگ و نفرت ظاہر کی گئی تھی۔

وارثی خانقاہ کے سجادہ نشین کا طوائفوں کی ممانعت کے معاملہ میں ایسی



دلیری سے اسے دینا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ بلکہ جن لوگوں کو وارثی خانقاہ کے تعلقات کا علم ہے وہ جانتے ہیں کہ کس کثرت سے بازاری عورتیں اس خانقاہ کی متوسل ہیں۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ اس کے سجادہ نشین کا مخالفانہ رویہ اسکی اخلاقی جرأت و استبازی کی اعلیٰ دلیل نہیں؟

ہمیں برابر ایسی اطلاعاتیں ملتی تھیں کہ سید ابراہیم صاحب کی مخالفت شروع ہو گئی ہے۔ اور وارثی درویشوں کا ایک گروہ ان کے ساتھ نہایت مستعدی سے برسرِ پخش ہے۔ مگر خود دیوہ جا کر ان جھگڑوں کے معلوم کرنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ لیکن اگلے سال جب ہم ایک خاص قومی غرض سے مشہور خانقاہوں کا دورہ کر رہے تھے تو دیوہ میں بھی گئے۔ اور موافق و مخالف دونوں فریق سے علیحدہ علیحدہ ملکر وجوہ نزاع دریافت کیں۔

سجادہ نشین صاحب کے ہمدرد کہتے تھے کہ ہم خانقاہ میں شریعت کی پابندی۔ نماز روزہ کارواج۔ عرس میں تلاوت قرآنی و درود خوانی چاہتے ہیں۔ مگر مخالفین ان تمام امور کے خلاف ہیں۔ ان کے نزدیک وارثیہ طریقہ کو شریعت سے کچھ سروکار نہیں۔ وہ ایک عشقیہ خاندان ہے اُسے مذہب ملت سے کیا واسطہ؟ نماز روزہ سے کیا غرض؟ مگر سجادہ نشین صاحب کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں طریقت شریعت جداگانہ چیز نہیں ہے۔ اس لئے ہم اپنی خانقاہ میں آداب شریعت کا ہر طرح لحاظ رکھیں گے اس پر جھگڑے نے اس قدر طول کھینچا کہ عدالت تک نوبت پہنچی۔



## خواجہ صاحب کے اعترافوں کا جواب

سفر حجاز سے واپسی پر مجھ کو بعض اپنے مشن کے اشخاص اور بعض دیگر اصحاب کی زبانی معلوم کہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے اخبار وکیل کے چند نمبروں میں بسلسلہ عنوان ہندوستان کی مشہور خاتقاہیں۔ خاتقاہ وارثی کے حالات قلمبند فرمائے ہیں جس کے بعض حصہ مضامین پر میں اپنے مشن کے بعض نمبروں کو خواجہ صاحب کے خلاف طعن تشنیع کرتے ہوئے اور ان کے ان مضامین کی نسبت جو سلسلہ وارثی کے متعلق ان کے قلم سے نکلے تھے سراسر اتہام اور سلسلہ کی بنیادی کا باعث کہتے ہوئے دیکھ کر مجھ کو ایک گونہ رنج اور افسوس ہوتا تھا۔ رنج اس لئے کہ کوئی محب اپنے محبوب و مولا کی شان میں ذرا خلاف واقعہ بات سننا بھی پسند نہیں کر سکتا۔ اور افسوس اس لئے کہ خواجہ صاحب مدوح سے مجھ کو تعرف حاصل ہے اور ان کے اپنے علم و فضل اور متصوفانہ اخلاق سے ایسی بات خلاف توقع اور منافی شان معلوم ہوتی تھی اس لئے اس وقت سے برابر مجھ کو اشتیاق تھا کہ وہ اصل اخبار کہیں سے ملیں تو مضامین مذکور ایک نظر دیکھ لئے جائیں چنانچہ حسن اتفاق سے آج پٹیالہ آئے پر ایک صاحب کے ہم کو وہ پرچہ مائے وکیل بابت ماہ جنوری نمبر ۸۲ فروری نمبر ۸۸ مایچ نمبر ۹۷ ۱۹۰۹ء دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اور میں نے ان مضامین کو ایک نظر انصاف سے بغور دیکھا۔ جس پر بلا مبالغہ وہ مثل صادق آئی۔ کہ

شہیدہ کے بودمانند دیدہ

مجھ کو نہایت خوشی ہے کہ جو حسن ظن ہم کو خواجہ صاحب کی نسبت تھا اُس میں

اور بھی اضافہ ہوا اس لئے بلا خوف و ہمت لائق میں آزادانہ اس امر کے اظہار پر مجبور ہوں کہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے ان مضامین کو یا تشنار بعض حصص کی نہایت منصفانہ



طور پر لکھا ہے اور وہ مضامین وہی شان لئے ہوئے ہیں۔ جو ایک صوفی منسّ محقق آدمی  
 کے قلم سے متوقع ہو سکتے تھے۔ حضرت امام العاشقین محبوب یزدانی جناب حاجی حافظ سید  
 وارث علی شاہ قدس اللہ سرہ کے محامد اور کمالات کے اعتراف اور اُن کے جذبِ تاثیرات  
 کے اظہار میں ہرگز ہرگز کوتاہ قلمی کو کام نہیں فرمایا گیا۔ بعض امور جو قابلِ اعتراض اور  
 خلافِ شریعت اس سلسلہ میں ازراہ ہمدردی اور خیر خواہی خواجہ صاحب نے اظہار  
 فرمائے ہیں۔ اُن سے حضرت سلطان العارفین حاجی صاحب کی فہاتِ مجمعِ صفات  
 پر کوئی حرف نہیں آسکتا گو یہ ممکن ہے کہ بعض امور کی تحقیقات پر مبنی ہوں جس کا مختصر  
 ذکر آخر میں کیا جائے گا۔ باقی جو امور ایسے ہیں کہ وہ آپ کے نام لیوا افراد میں پائے جاتے  
 ہوں اُس کے ذمہ اردو لوگ خود ہیں کوئی فعلِ خواہ وہ برائے نام یا غلو محبت کی  
 بنا پر ہو۔ یا اُن کے لئے رکیک تاویلین بتائی جائیں کبھی فائز المرام نہیں ہو سکتے جب  
 شریعتِ غرہ اسلام کے صریح مخالف اور سلفِ صالحین کے اقوالِ افعال کے صریح متغائر  
 ہوں۔ بلکہ خود باقی سلسلہ تک کا بھی اُن کی نسبت جو سلسلہ وار ثقی کے متعلق جو خواجہ  
 حسن نظامی صاحب نے اپنا چشمِ دید واقعہ درج فرمایا ہے ہم کوئی وجہ نہیں دیکھتے  
 کہ بلا کسی دلیل کے اس پر بدگمانی کی جائے اگرچہ مجھے خود دیوہ شریف جانے کے تو نہیں  
 کسی صاحب کو اُس کے بت پرستانہ رنگ میں پرستش یا پوجا کرتے ہوئے دیکھنے کا  
 اتفاق نہیں ہوا۔ لیکن اگر فے الواقع ایسا ہوتا ہے کہ مثلِ ٹھاکر دوارہ کے بتوں کے  
 اُسکو دھوپ دی جاتی ہے اور اُس کے مشرکانہ رنگ میں پوجا پاٹ ہوتی ہے تو یہ ہرگز ہرگز  
 حضرت کا نشانہ نہیں بلکہ اُس کا ذمہ اردو شخص ہے جو اس کا مرتکب ہو۔ خواجہ صاحب  
 کی تحریر سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ کسی غیر مسلم (انگریز) شخص کا ایک تصویر تیار کر دینا  
 اور بطور یادگار تاریخ کے اُسکا رکھ چھوڑنا جیسا مستامیر کے لئے ایک فیلنگ ہے  
 دوسری بات ہے۔ اُسکو دھوپ دینا قزمیوں ہونا یا اور اس قسم کے خلافِ شرح



حرکات کرنا حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ کا نشانہ کہاں سے پایا جاسکتا ہے۔  
 بلکہ جو نوٹ تصویر پر خود حضرت کے حوالہ سے خواجہ صاحب نے دیکھا ہے کہ ”اس مرتفع  
 کا دوسرا مرتفع ہو نہیں سکتا نہ ہونے دیتا“ اس بات کی دلیل ہے کہ صاحب ارشاد کا  
 منشاء اس بدعت کی آئندہ ترقی کو روکنے اور اسکو اسی تصویر تک ایک تاریخی رنگ  
 میں محدود رکھنے کا تھا یا اس سے یہ ستنبط ہوتا ہے کہ اسکو بت پرستی اور صنم پرستی  
 کا لہادہ پہنا کر معرض اعتراض اور مورد الزام بنایا جائے لیسے فعال کے جوابدہ وہی  
 لوگ ہیں جنہوں نے شریعت اسلام کا پاس کیا اور نہ اپنے پیشوا کے نشانہ کو ملحوظ رکھا  
 کوئی شک نہیں یہی لوگ بدنام کنندہ مکتونامے چند ہیں اور آیت کریمہ اتخذوا  
 احبہم واربہم اسباباً من دون اللہ کے مصداق۔ اسی طرح  
 بعض ہندو صاحبان کا حضرت کے سلسلہ میں بیعت میں شامل ہونیکے باوجود اپنے  
 اصل مذہب پر قائم رہنا اگرچہ ایک حد تک ایک مسلمان رہنما کے سلسلہ میں قابل  
 اعتراض ہو سکتا ہے لیکن جہاں تک اس بارہ میں ہماری اپنی تحقیقات اس کی بنا  
 اس از پر ہے کہ حضور علیہ الرحمۃ کے عاشقانہ جذب اور کاملانہ تصرف کا ایک ادنیٰ کثرہ  
 یہ تھا کہ بلا تمیز ملت و مذہب جس پر اس برق نگاہی کا ایک پرتوا پڑ جاتا تھا اس کو  
 حسب قابلیت و استعداد ایک میلان طبع اور رجحان قلب ہو جاتا تھا اور حضور  
 کے اخلاق کی یہ ایک شان تھی باتبع آیت کریمہ ادع الی السبیل سربلک  
 بالحکمتہ والمواعظۃ الحسنۃ و جادلہم بالتی ھی احسن۔ بلا  
 کامل یا اصلی رغبت کے عامیانہ رنگ میں مولویانہ پند و نصائح کا دفتر نہیں کھول  
 بیٹھتے تھے۔ کیونکہ اول تو ایسے لوگوں میں بہت دنیاوی اعتراض یعنی دولت

عہد ہنگو اس نوٹ پر یقین نہیں۔ حاجی صاحب قبیلہ کو ان فضولیات سے کیا تعلق تھا جس نے جو چاہا کہہ دیا  
 اور جو چاہا کہہ دے جس حالت میں تھے اسکی قدر ہی اسوقت تک کسی نے نہیں کی۔ (ایڈیٹر مشرق)



اور اولاد وغیرہ مطالبہ وغیرہ کے خواہشمند ہوتے ہیں ان کی کسی تبلیغ کا کچھ سرکار ہی تھا ان کے سوا جو ذرا زیادہ تعلق قائم کر لیتے تھے اور خود کسی فیض اور نصیحت کے طالب ہوتے تھے ان کو حسب استعداد اور مناسبت وقت کوئی خاص اصول پر مائل دل کے مصداق آدمہ مختصر مگر مفید نصیحت کو چھوٹے تھے۔ مثلاً اول استدعا پر فرائض کرنا کہ بت پرستی مت کرنا حرام مت کھانا وغیرہ وغیرہ جب وہ اس پر استقامت دکھاتا تو بتدریج اس کو نصائح سے لالماں فرماتے رہتے۔ یہاں تک کہ ایسے مستقل تعلق پذیر لوگوں کا انجام یہ ہوتا تھا کہ وہ آخر مشرف باسلام ہو کر آپ کے فیض سے اعلیٰ قدر مرتب فیضیاب ہو جاتے تھے۔ ایسے شخصاء کی متعدد زندہ شہادتیں موجود ہیں جسکو تحقیقات کا شوق ہو تو ہم ان کی نشاندہی کیلئے تیار ہیں اور جو لوگ ضعیف اعتقادی کے رنگ میں اپنے اغراض کے تحت میں حضرت کے خوش اعتقاد ہو جاتے تھے وہ ہی لوگ تھے جن کے ہم فطرت لوگوں کو آپ صاحبان آج بھی باوجود ہندو مذہب ہونیکے تحریہ داری کرتے چوکو مسابہ میں لیجاتے اولیاء اللہ کے قبور پر منتیں مانتے چڑھا دے چڑھاتے دیکھتے ہیں حضرت کی تعلیم اور فیضان پر اس کے کیا حرف آسکتا ہے ۔

اسی طرح طوائف بازی حلقہ بیعت میں شامل ہو کر بعض بدستور آوارگی کی حالت میں رہتی تھیں اس کا جواب اگرچہ خواجہ صاحب نے بوجہ حسن یدریا ہے۔ لیکن استقدہم اور بھی کر کے بنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ کہ اس فرقہ کی خوش اعتقادے اور عجائبات سنی شہرہ آفاق ہے جو عورات ان میں اپنے کردار سے دستکش ہو جاتی تھیں یہی سلسلہ بیعت ارادت میں منسلک کہلائے جائیکے لائق تھیں۔ کیونکہ بیعت کے معنی بیع ہو جانا ہے۔ اور اپنے پیر طریقت کے رنگ میں حسب قابلیت رنگین ہو جانا ہے۔ جس نے اپنے شیخ طریقت کا منشا اور اس کا طریقہ نہیں معلوم کیا وہ کاہن کا مریہ ہے۔ ہاں میں شک نہیں کہ ایک تشرع مولوی کے نزدیک ایسی قوم گردن دنی اور اس کا محلہ سے گزرنا بھی گوارا نہ ہو مگر ایک صاحب حال یا خدا ہمہ رحم انسان تخلیق باخلاق اللہ رنگ کے رنگین اس کو ہمیشہ اور بھی رحم کے قابل مخلوق خیال کر کے



اُن کے ظاہری تنفر اور بدخلاقی نہیں تاکہ ہر وقت اُن کے راہ راست پر آجانی کا خواہشمند رہتا ہے ورنہ رنج  
اصلاح حال میں کوشاں رہتا ہے۔ اگرچہ ہدایت ہی پاتے ہیں جن کے مقدر میں بھی ہو اور جو خدا کیلئے  
دنیاوی آسائش آرام کو خیر باد کہنے کی قربانی پر آمادہ ہو جائیں۔ بہر حال ہمیں خواجہ حسن نظامی صا  
کام مشکوٰۃ ہونا چاہئے کہ انہوں نے باوجود بظاہر ایک دوسرے سلسلہ سے تعلق پذیر ہونے کے  
اور ضیق وقت کے باعث ہر ایک شائبہ پر مکمل تحقیقات کا موقع نہ مل سکنے کے انصاف کے  
رشتہ کو ہاتھ سے نہیں دیا اور جو کچھ حوالہ قلم کیا ہے وہ بھی ہمدردی اور راستبازی کا پہلو لئے ہوئے ہے  
آخر میں ہم اپنے برادران طریقت کی خدمت میں بھی محض ہمدردی اور خلوص سے  
عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ اے اس امام العاشقین کے نام لبوا۔ اور اے اس سلطان کشت  
عشق و محبت کے کفش برار و عموما اور بقول خواجہ صاحب خدائی وردی۔ یعنی احرام کی  
زیر تن کھنے والو خصوصاً اپنے افعال اور اپنے کردار اور اقوال سے ایسا مت ثابت  
ہونے دو جو شریعت اسلام کے خلاف اور تمہارا امام اور ہادی کی شان کے شایان نہ ہو۔  
تم کو چاہئے کہ اس مقدس لباس کی لاج رکھو اور اس مبارک نام کی شرم ہرقت تمہارا  
نصب العین ہو ایسا نہ ہو کہ تمہارے نفس کی شامت اس متبرک لباس کو بٹہ لگے اور  
تمہاری خواہشات اس متبرک نام پر حرف لایں والی ثابت ہوں۔ ہم نے جو کچھ لکھا ہے  
جوش ہمدردی سے متاثر اور مجبور ہو کر لکھا ہے نہ ہمیں کسی حاشاکا لکھنے کا غنا نہیں ہے

شداست سیدہ ظہوری پر از محبت یار

برائے کینہ اغیار و ردلم جائست

تلخ گذرے جو کسی کو یہ صدا حق میں تلخی کے سوا اور ہے کیا

(سید غفور شاہ حسامی الوارثی محمدن تھو سو فیکل مشنری)

یا یا یا

(خاکسار محمد حسین کاتب امین آبادی)



# کنب نصوف کا عظیم الشان سلسلہ

شاہیر اسلام و صوفیہ کرام کے حالات زندگی مرتب کرنے سے یہ فائدہ پیش نظر ہے کہ ہم لوگ بھی ان بزرگوں کے روحانی فیوض و برکات سے فیضیاب ہوں اور دیکھیں کہ اسلام نے اپنی سادہ اور پاک تعلیم سے قرون اولیٰ میں کیسے کیسے حکماء مشائخ اور کس پائے کے اولیاء و ائمہ پیدا ہوئے ہیں ان بزرگوں نے معرفت کے رموز باطنی کو طشت از بام کر دیا اور انہی یہاں تک اشاعت کی کہ آج تک ساری دنیا پر شیوخ باطن کی حکومت ہے، ان کے نقش قدم پر چلنے کے واسطے ان کے حالات سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کارخانہ صوفی پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات پنجاب نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے اور اس عرض سے کہ ہر ایک شخص آسانی سے خرید کر مطالعہ کر سکے قیمت نہایت کم رکھی ہے۔

فی الحال نمبر ان ذیل تیار ہیں۔ شاکیں خود پڑھیں اور اپنے بچوں اور مستورات کو پڑھائیں۔ اہل شردت خرید کر غریب مسلمان طالب علموں میں تقسیم فرمادیں۔ اس میں عایتی قیمتیں درج کی گئی ہیں +

- (۱) حضرت منصور بن حلاج ؒ - (۲) حضرت خواجہ نظام الدین ادلیا محبوبا لہی ؒ - (۳) حضرت امام نجیب الدین ؒ - (۴) حضرت خواجہ شمس طافظ شازلی ؒ - (۵) حضرت خواجہ سلیمان تونسوی ؒ - (۶) حضرت امیر خسرو ؒ - (۷) حضرت غوث الاعظم جیلانی ؒ - (۸) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ - (۹) حضرت سلیمان فارسی ؒ - (۱۰) حضرت خواجہ حسن بصری ؒ - (۱۱) حضرت شیخ سنوسی ؒ - (۱۲) حضرت امام بخاری ؒ - (۱۳) حضرت سرمد شہید ؒ - (۱۴) حضرت شیخ ابو علی قلندر پانی پتی ؒ - (۱۵) حضرت بابا فرید گنج شکر ؒ - (۱۶) حضرت عبداللہ بن عمر ؒ - (۱۷) حضرت شیخ بہاؤ الدین کریماتانی ؒ - (۱۸) حضرت عمر خیام ؒ - (۱۹) حضرت شیخ محی الدین ابن عربی ؒ - (۲۰) حضرت شہباز ؒ - (۲۱) حضرت امام شافعی ؒ - (۲۲) حضرت خالد بن لید ؒ - (۲۳) حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ - (۲۴) حضرت جنید بغدادی ؒ - (۲۵) حضرت امام غزالی ؒ - (۲۶) حضرت امام صنبل ؒ - (۲۷) سلطان صلاح الدین غازی ؒ - (۲۸) حضرت مخدوم علی علاؤ الدین احمد صابری کلیری ؒ - (۲۹) حضرت شبلی ؒ - (۳۰) حضرت کرشن معظّم ؒ - (۳۱) شیخ ابو سعید ابوالخیری ہندی ؒ - (۳۲) غازی عثمان پاشا شیریلو نا ؒ - (۳۳) شمس العلماء حافظ تذیر احمد ؒ - (۳۴) شمس العلماء حافظ محمد حسین صاحب آزاد ؒ - (۳۵) خلیفہ حضرت سلطان عبد المجید خان غازی ؒ - (۳۶) آنریبل ڈاکٹر مسر سید احمد خاں مرحوم ؒ - (۳۷) نواب حسن الملک ہمدی علی خاں صاحب ؒ - (۳۸) رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب ؒ

ان ساری کتابوں کے ایکجا خریدار سے بجائے پیٹھ کے صرف ایک

علاوہ محصول لئے جاویں گے +

تھر

المشہور

میر و فر صوفی پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات پنجاب



# شرب و بطحی کے تحفے

## حرم شریف مکہ معظمہ کا سطحی خاکہ اور حجر اسود

رنگین نہایت خوبصورت روغنی معہ ول و کپڑا ہدیہ فی عرصہ ایک دہائیہ اعلا مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ دونوں کے سطحی خاکوں کی خریداری پر خرچ ڈاک معاف سائز ۲۲ + ۲۹ - انچہ - سالم تقطیع حج جانے سے پہلے ایک نقشہ فرو بہرہ لے جاؤ ہر ایک مقام آسانی سے معلوم ہو جاوے گا۔ بعض ایسے موزون کات اس نقشہ میں ہیں جن کی بڑے بڑے علماء اور معلمان مکہ معظمہ کو بھی خبر نہیں۔ حرم شریف کے تمام مشہور دروازے منار صحن صحن میں استے۔ چاروں مصلے چاہے زمزم۔ مقام ابراہیم۔ منبر قبة العرشین۔ مطارف کن۔ ملتزم۔ مقام جبریل۔ حلیم۔ مستجار۔ غرضیکہ ہر ایک حصہ کو نہایت خوبصورتی سے پیمانہ کے ساتھ ٹھیک لگی اصلی جگہ پر دکھایا ہے۔ حجر اسود کا صحیح خاکہ اور اسکی اصلی حالت علیحدہ نقشہ میں جو اسی خاکہ کے ساتھ ہینے ظاہر کر دی گئی۔ بڑی بابرکت چیز ہے۔ ایک دہائیہ (عہ) کو بالکل مفت سمجھئے۔

## حرم شریف مدینہ منورہ کا سطحی خاکہ

یہ نقشہ ایڈیٹر صاحب صوفی اپنے گذشتہ حج میں مدینہ منورہ سے ہمراہ لائے تھے۔ یہ ایک ترک انجینئر نے موقع کی پیمائش کر کے پیمانہ سے بنایا ہے۔ نہایت عمدہ تبرک اور عجیب چیز ہے۔ مسجد نبوی میں جہاں ستون ہیں نقشے میں وہاں ایک چھوٹا سادا ائڑہ بنا دیا ہے۔ حضرت سرور کائنات کے عہد مبارک میں مسجد کی جس قدر حد تھی اس کو سبز رنگ دیا گیا ہے حضرت عمرؓ حضرت عثمان بن عفان اور خلفائے نے اپنے اپنے عہد میں جس قدر ایزادیاں کی ہیں سب علیحدہ علیحدہ رنگ سے دکھائی گئی ہیں۔ ریاض جنت کا کھڑا جسکے ستون کا رنگ موقع پر تمیز کیلئے زرد رنگ ہے۔ نقشہ میں بھی ستونوں پر یہی رنگ دیا گیا ہے۔ باب الرحمتہ۔ باب السلام۔ باب النساء۔ باب الجبریل۔ باب المجیدی وغیرہ سب عین مطابق موقع پیمانہ سے بنائے گئے ہیں۔ وضع شریف جناب رسول مقبول صلعم اور حضرت ابابکر صدیقؓ حضرت عمر خطابؓ کی اصلی جگہ موقع پر ظاہر کر دی گئی ہے۔ سٹور (محرمین) اور کتبہ کلموں بستان قاطعہ الزہرے ریسر فاطمہ اور دیگر ضروری مقامات بھی دکھائے گئے ہیں۔ منبر محراب النبی صلعم۔ محراب عثمانؓ جابے بکیر رب دکھائے گئے ہیں۔ یہ نقشہ پانچ رنگوں میں خاص اہتمام سے تیار کرایا گیا ہے معہ رد و کپڑا روغنی نقشہ کی قیمت صرف ایک دہائیہ ہے جو اس خوبی کے مقابلہ میں کچھ بھی قیمت نہیں۔

المنشہ  
منجرف و فتر صوفی پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات پنجاب



# کس فوٹو

## دیارِ حلیہ سلم کے قابلِ دیدن مناظر کے عکس تصاویر

یہ فوٹو نہایت محنت سے تیار کرائے گئے ہیں۔ اب تک دس فوٹو تیار تھے اب اکیس فوٹو کا سٹ تیار ہے۔ قیمت فی عدد (۳) اکیس فوٹو کا سٹ مکمل (۱) دس فوٹو ابھر علاوہ محصول (۱) روضہ شریف حضرت سرور کائنات صلعم کا رنگین فوٹو (۲) کعبۃ النبوت شریف کا فوٹو سیارشی غلاف اور اسپر سنہری حروف جو فوٹو میں اچھی طرح پڑھے جاتے ہیں (۳) مدینہ منورہ کا نظارہ (۴) مکہ معظمہ میں نماز جمعہ کا دلچسپ نظارہ (۵) میدا عرفات میں لوگوں کے خمیے اور قاضی صاحب کجیل رحمت پر خطبہ پڑھتا (۶) شیطان کو کنکر مارنے کا نظارہ یعنی رمی (۷) میدان منامیں حاجیوں کے کیمپ اور مسجد حیف کا سین (۸) جنت اللعلیٰ واقعہ مکہ معظمہ جس میں حضرت خدیجہ حرم رسول کریم صلعم اور حضرت آمنہ والدہ حضرت سرور کائنات کے مزار کے فوٹو بھی ہیں (۹) جنت البقیع جس میں مزارات اہل بیت و المہمات المؤمنین و نبات النبی حضرت عثمان غنی و شہداء کے بقیع وغیرہ (۱۰) کعبۃ اللہ کے گرد حاجی طواف کر رہے ہیں (۱۱) کوہ صفا و مروہ اور دلاں جو کلام مجید کی آیت کریمہ منقش ہے وہ فوٹو میں حرف بحرف پڑھی جاتی ہے (۱۲) روضہ شریف حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا سادہ فوٹو (۱۳) مسجد حضرت عائشہ صدیقہ جہاں کے حاجی عمرہ باندھتے ہیں (۱۴) محل شامی کا میدان عرفات میں قابلِ دیدن نظارہ (۱۵) محل مصری کا شاندار سین (۱۶) پرانے مدینہ میں اسلام کی پہلی مسجد قبا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے اول تیار کی اور کرائی (۱۷) سیدنا امیر حمزہ کا مزار جو جنگ احد میں شہید ہوئے (۱۸) بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ (۱۹) حرم شریف بیت المقدس میں رحمت اور توبہ کے دروازے (۲۰) صخرہ یعنی وہ بستی پتھر جو مسجد اقصیٰ میں معلق تھا اس کا فوٹو اور مسجد کے اندر کا قابلِ دیدن نظارہ (۲۱) بیت المقدس میں مسجد سیدنا حضرت عمرؓ اور شہر کا عام دلچسپ سین + یہ وہ نقشے نہیں جو بمبئی وغیرہ کے بازاروں میں عام طور پر فروخت ہوتے ہیں۔ یہ اصلی فوٹو ہیں۔ اس لئے آپ ان کو منگا کر اپنے مکانوں اور کمروں کو زینت بخشیں روضہ شریف کا رنگین فوٹو۔ قیمت فی عدد چھ آنے (۲۶) سائز ہر ایک فوٹو ۱۲ + ۱۱۔ انچہ ہے لیکن مکمل سٹ کے ساتھ یہ رنگین فوٹو اسی قیمت یعنی (۱) میں دیا جاتا ہے علیحدہ چھ آنہ کو ملتا ہے +

المنشہ  
مینجر دفتر صوتی پبلی ہاؤس والدین ضلع گجرات پنجاب



عربی بولچال جس میں مبتدیوں کو زمانہ حال کی عربی زبان سیکھنے اور عربی بولنے کا طریق بتایا گیا ہے ابتدا میں دو ہزار الفاظ عربی معہ معانی اردو ہر قسم کی گفتگو کے لئے

پھر چار ہزار فقرات اور محاورات آجکل کے مصرعے اور شام کے اور عرب کے روزمرہ کے معہ اردو ترجمہ اخیر میں پرائیویٹ اور دفاتر کی خط و کتابت اور دفعات کے نمونے دیج ہیں قیمت صرف ۱۲

علم الکلام اس نادر کتاب میں حضرت حجۃ الاسلام ابو حامد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی علم کلام کی مشہور کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد کا نہایت موزوں پیرایہ میں مترجم نے بے حد جانفشانی سے ترجمہ کیا ہے یہ کتاب درحقیقت قابل دید ہے۔ حجم کتاب ۲۰۸ صفحے۔ قیمت صرف ۲۰۰ علم

شمس تبریز مولانا روم علیہ الرحمۃ کے مرشد خواجہ شمس الدین تبریز رحمۃ اللہ علیہ کی حالات و خوارق عادات میں یہ کتاب اعلیٰ درجہ کی تصنیف ہے قیمت ۶

میرداد النبی سرور کائنات فخر موجودات حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالات زندگی قیمت صرف ۱۲

آئینہ خود شناسی تصوف کی بے نظیر اور راجواب کتاب ہے۔ خدا شناسی اور خدا رسی کا رہبر قیمت صرف ۶

مجموعہ خطب ابن نہبان یہ خطبات معہ اردو ترجمہ منظوم نہایت نخت سے تیار کرائے گئے ہیں۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ

بیت المقدس اور دیگر حمالک اسلامی میں بھی خطبے رائج ہیں قیمت صرف ۱۲

گھڑی کے لاٹ قرآن مجید نہایت خوبصورت مجلد و زنی چپہ ماشہ معہ خوردبین شیشہ نہایت خوبصورت۔ لاٹ میں بند گھڑی کے ہمراہ

لٹکا دیجئے جب دل چاہے تلاوت کر لیجئے یہ علاوہ محصول معہ شیشہ وغیرہ مکمل ۲۰۰ علم

حالات حضرت اناج بخش ۱۰ حالات حضرت ابراہیم دہم ۲۲ ملنے کا پتہ ہے۔ منیر صوفی پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات (پنجاب)



# ذائق العارفین اردو ترجمہ احیاء العلوم الدین

مصنف امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ یہ کتاب چار جلدوں میں ہے۔ عاشقانِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خاص بندگانِ خدا کیلئے یہ ایک غیر مترقبہ نعمت ہے احیاء العلوم الدین ایک مشہور کتاب ہے خصوصاً پابندگانِ شریعت اسلام کیلئے اور عموماً صوفیہ کرام کیلئے تصوف کی یہ کتاب لاجواب ہے + قیمت صرف .. .. لکھ

## دیوان حافظ

یہ کتاب نہایت نایاب اور بی نظیر نسخہ دیوان حافظ کا ہے جو بڑی آہے تاب سے طبع ہوا ہے کتابت اور چھپائی کا کمال اگر آپ نے ملاحظہ فرمانا ہو۔ تو ہماری خاطر سے ہی اس کی ایک جلد منگا کر دیکھو۔ اس کے ٹائٹل پیج پر اس قدر سنہری کام کیا ہوا ہے کہ ایک ہی صفحہ کی لاگت کا اندازہ اگر آپ بطور خود کریں تو کم سے کم ڈیڑھ روپیہ کم نہ ہوگا اور پھر لطف یہ ہے کہ ہر ایک صفحہ پر لکھا کار رنگین پیل دار ہے۔ ہر صفحہ پانچ رنگوں سے مزین ہے ہر ایک غزل کے خاتمہ پر علیحدہ علیحدہ طرز کی پیل ہے۔ قدر دان اور نایاب کتابوں کے شوقین ضرور اسکا ایک نسخہ اپنی لائبریری کی شان بڑھانے کو خرید کریں۔ غزلوں کے مقطع میں جہاں جہاں حافظ صاحب کا نام آیا ہے وہاں ان کا نام سرخ سیاہی سے چھپا ہے ایسا مستحضر اور روشن چھپا ہوا ہے کہ قلمی ہونے کا شک پڑتا ہے اس پر جلد کے باہر دیوان حافظ نہایت خوبصورت خط سنہری حروف سے لکھا ہوا ہے ایسا نایاب تحفہ پھر شاذ و نادر دستیاب ہوگا۔ کاغذ نہایت مضبوط اور ڈھکی ہے۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف ۸۲۵

## ذائقہ اسلام

مسلمانوں کے کل فرقوں کے تاریخی حالات و اعتقادات بڑی تحقیق و تدقیق سے مولوی محمد نجم الغنی صاحب امپو کی مصنفہ کتب متعذرہ فی قلمبند کئے ہیں یہاں تک کہ ابتدا سے لیکر مرزائی۔ نیچری اور مہدی۔ سوانی کے عقائد تک مع حالات تاریخ وار لکھ دئے ہیں طبع ثالث میں

دو چند سے بھی بڑھ گیا ہے حجم ۸۲۵ صفحے قیمت صرف چار روپے .. .. لکھ  
ملنے کا پتہ :- پتھر صوفی پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات پنجاب



# ہندوستان میں عرفان کی سہولیات

قدوة السالکین بذا العارفین حضرت اچھ مہرین الدین چشتی

اجمیری دم کے حالات زندگی

مؤلفہ

مولوی مقبول احمد صاحب نظامی سہواری

قلم فقراء ملک محمد الدین صاحب اڈہ سارہ صوفی

وزیریندا پندھی بوالدین ضلع گجرات پنجاب

کیئے



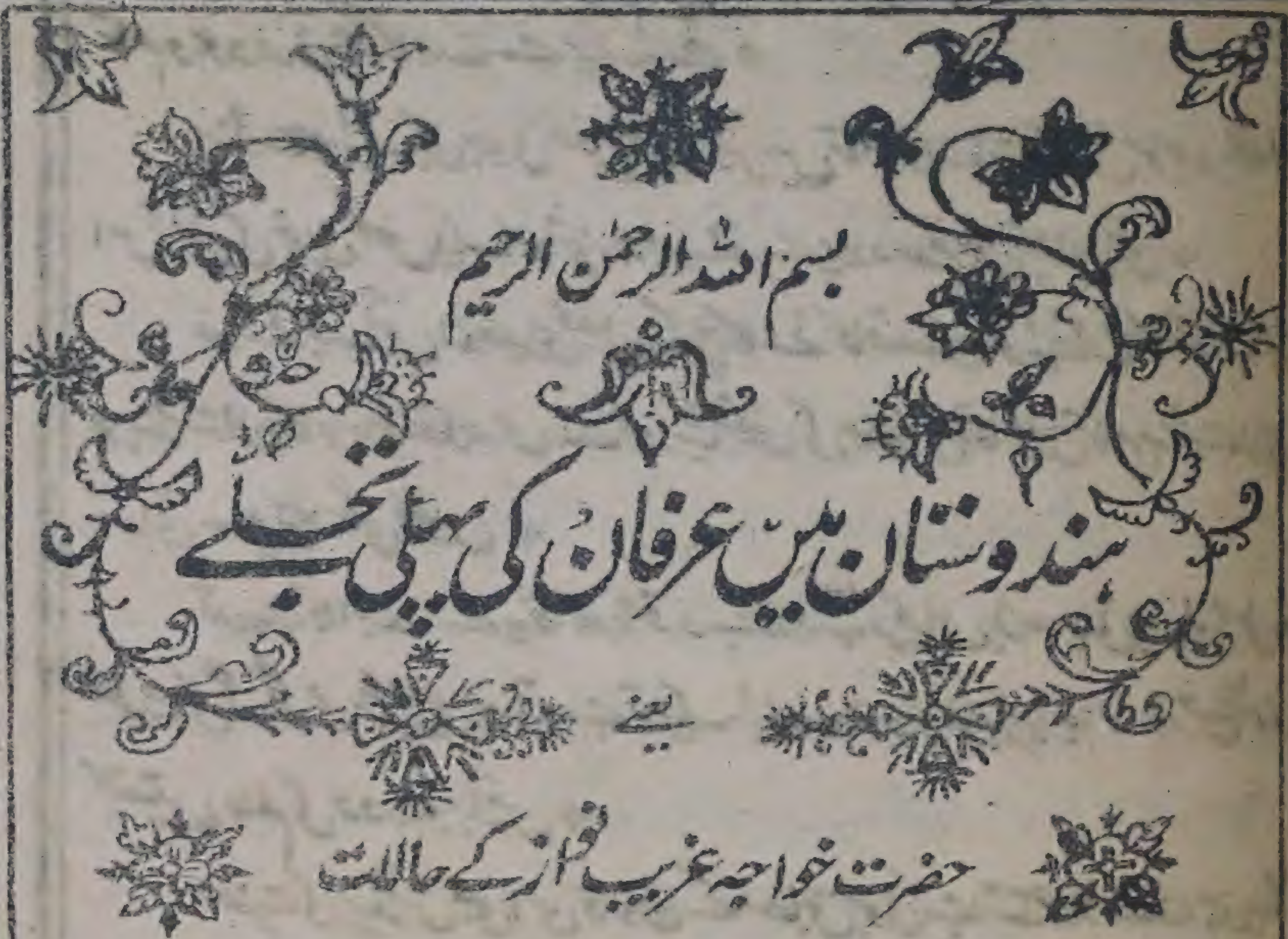
# حیات حضرت خاتون حُریت

مولفہ قلم الفقراء ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر صفوفی پرنٹنگ پریس

حضرت سیدۃ النساء پاکیزہ ترین حیات کے محاسن کا اعتراف کون مسلمان ہے جس کو صدق  
 قلم سے نہیں لکھیں یہ تو ضرور معلوم ہونا چاہئے کہ انکی ذات اقدس میں کون کونسی خصوصیات ایسی تھیں جنکی  
 انہیں شرف اقطار نصیب ہوا۔ اور جب تک انکے حالات بالشریح بیان نہ ہوں ہمارا یقین بلا حجت و  
 استدلال ہوگا۔ انہیں خیالات سے متاثر ہو کر یہ کتاب لکھنی گئی ہے۔ ملک کے مشاہیر شعرائے زبان اردو  
 نے حضرت سیدہ کے خاص خاص اوصاف پر نظمیں لکھیں ہیں۔ جن سے کتاب کی شان اعلیٰ وارفع  
 ہو گئی ہے۔ شعرا میں اکثر گرامر پوٹ بھی ہیں۔ نثر کی نسبت نظم کا اثر دل پر بہت جلد ہوتا ہے۔  
 اور یہ نظمیں جوڑی کے شعرا کی روانی طبع کا نتیجہ ہیں۔ شعرا میں لسان العصر حضرت اکبر جیسے  
 جلیل القدر شاعر کا نام بھی آپ ملاحظہ فرماویں گے۔ کتاب میں متعدد نقشے اور فوٹو کی تصویریں  
 ہیں۔ جنکی مختصر سی تفصیل حسب ذیل ہے:- (۱) شہر مدینہ منورہ کی گلیوں اور بازاروں کا نقشہ  
 (۲) شہر کوہ معطر کے بازاروں اور گلیوں کا نقشہ جس میں وہ مقام خاص طور سے دکھلایا گیا ہے  
 جہاں آپکی پیدائش ہوئی (۳) جنت البقیع کا سطحی نقشہ (۴) جنت البقیع کا فوٹو۔ مسجد نبوی  
 کا فوٹو جہاں ایک روایت سے آپکا مزار بیان کیا جاتا ہے (۵) مسجد نبوی میں برقی روشنی  
 کا نظارہ (۶) مسجد نبوی کے سطحی پلین کا فوٹو جس میں آپ کے رہائشی مکان کا مقام بتایا گیا ہے۔  
 (۷) بیت اللہ شریف کے سطحی پلین کا فوٹو (۸) پلین بیت الحنون وغیرہ۔  
 کتاب کی لکھائی چھپائی میں خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ دلائلی کپڑے کی نہایت  
 خوبصورت اور مضبوط جلد ہے جس پر سنہری حروف میں کتاب اور مصنف کا نام جلد کی  
 زینت کو دو بالا کر لیا ہے حجم تین سو صفحوں کے قریب ہے کاغذ خاص دلائی جو ایسے خشک نہیں  
 ہوتا ہے باوجود ان خوبوں کے قیمت صرف آٹھ روپے علاوہ محمولہ ڈاک ہے بلا حملہ علیہ +  
 ملنے کا پتہ

منیجر سال صفوفی پرنٹری بہاؤ الدین در ضلع گجرات





خواجہ غریب نواز کے حالات بہت سے بزرگوں نے لکھے ہیں اور حق یہ ہے کہ اپنی دسترس تک ہر ایک نے خوب تلاش کی ہے۔ حضرت کے حالات لکھنا انہیں چاہئے ہوئے لقوں کو منہ میں پھراتا ہے۔ لیکن ضرورت کے وقت ہر کس کے حصول کیلئے بابرکت اولیٰ کام میں لائے جاتے ہیں۔

دنیا میں جس قدر مشاہیر گزرے ہیں ان کے حالات افوق الفطرت لکھے جاتے ہیں اور یہ کچھ اسلامی ریفارمرز اور مصلحوں کیلئے ہی خصوصیت نہیں بلکہ ہر مذہب کے سربراہ اور وہ بزرگوں کیلئے اسی طرح کی روایات بنائی جاتی ہیں۔ یادِ حقیقت وہ ابتداء سے اپنے واقعات میں ایک خاص کیفیت رکھتے ہیں۔ اعتراض کرنے والوں کو اس کتب پر غور کر لینا چاہئے اس کے بعد بیان کھولنی مناسب ہوگی۔ ہندوستان میں تجلی عرفان کی پہلی جھلک حضرت کے دم سے ظاہر ہوئی۔ اور یہی وہ سب سے بڑی شمع تھی جس سے ہزاروں چراغ روشن ہو گئے۔ حضرت ایک تجلی کے کارخانہ کے شمع تھے جس سے



تمام وجود برقی جگمگاہٹ سے چمکا اٹھے \*

ہندوستان ایک سچی ہوئی محفل تھی۔ جس میں تمام لوازمات آرائش موجود تھے اور

اس محفل کی خوبی محض ایک روشنی نہ ہونے سے پروردگار میں پنہاں تھی \*

خدا نے جب اس اندھیری محفل کے چمکانے کا قصد کیا تو ایسے موقع کا انتخاب کیا

جو ہندوستان کا وسط تھا جہاں سے خورشید فیض کی مقدس شعاعیں تمام ہندوستان میں

آسانی سے پہنچ سکتی تھیں \*

قدرت کا ابتداء سے یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب تاریکیاں بڑھ جاتی ہیں اور جہل و

ظلمت کی گرما گرمی شروع ہوتی ہے تو ایک ایسے وجود کو ظاہر کیا جاتا ہے جس کی

کلفتیں عالم کی دور ہو جائیں \*

حضرت کی پیدائش بھی اسی قانون کے مطابق ہوئی ہے ۵۳۶ھ ۱۱۴۱ء یعنی جناب

کاسہ ولادت ہے جبکہ ولایت سلجوقیہ کی یادگار سلطان سنجر کو اپنے حقوق وارث سلطنت

ہونے کی حیثیت سے ثابت کر رہا تھا۔ تاریخوں سے ایک بھاری شکست ہوئی تھی۔ سیتان

کا حاکم جس کی بہادری کا سکہ بیٹھا ہوا تھا اور خود سنجر نہایت بے وسامانی کے ساتھ

بھاگ گیا تھا \*

اسی سال حضرت ابو الفضل عبداللہ عین القضاۃ بہدانی خلیفہ امام غزالی نے

سفر آخرت فرمایا ہے اور اسی سال حضرت مولانا احمد جام رحمۃ اللہ علیہ انتقال فرمایا ہے

حضرت امام غزالی کے انتقال کے اکتیس برس بعد اور شیخ ابوسعید خرومی کے

تیرہ سال بعد آپ پیدا ہوئے ہیں \*

یہ صدی درحقیقت نیا نئے اسلام کیلئے آزمائش گاہ تھی۔ ہندوستان میں ولایت

غزنویہ کا چراغ ٹٹا رہا تھا اور ایک چھوٹے کے انتظار میں خاموش ہونا چاہتا تھا۔ محمود

غزنوی کے کارنامے شاق ہیں ہر دئے گئے تھے۔ خاندان غور کی بنیادیں ٹھکانے تھیں



اور فقط ہندوستان کے لئے ہی مصیبتوں کا پہاڑ نہ ٹوٹا تھا بلکہ سستان خراسان بھی  
حوادثات کا شکار ہو رہے تھے ۔

ایک طرف تاتاریوں نے ایک طوفان چار کھاتھا دوسری طرف باطنین اور  
ملاحذا کے گلے کو بے دروی سے فوج کر رہے تھے اور سمجھتے تھے کہ ہم ثواب کا کام  
کر رہے ہیں۔ اسلام کو جس قدر لٹ چکے ہوئی موتوں اور سیاہ باطن لوگوں سے نقصان  
پہنچا ہے دوسری قوموں سے نہ پہنچا ہوگا اس لحاظ سے کہ اپنے کو مسلمان سمجھ کر ایسے  
افعال کا ارتکاب کرتے تھے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کو خواب اور کمزور کرنے میں ان سے  
زیادہ کوئی قوم پیدا نہیں ہوئی۔ ہزاروں علماء و فضلاء ان کے خفیہ کار گزاروں کے ہاتھ  
سے جن کو فدائی کہا جاتا تھا شہید ہو چکے تھے یہ لوگ اسلام پر پا کے اور چھاپے مار رہے  
تھے اور ان کا اثر اس سرے سے اس سرے تک پھیل گیا تھا ۔

جان قربان کر نیوالے اور اپنے گمراہ کرنے والے امام کے ہاتھوں کا بنیظیر پر قوت آگ  
جیسے یہ فدائی تھے ایسی کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کی فوج نہ ہوئی ہوگی ۔  
شہزاد نے بہشت بنایا تھا۔ لیکن اُس کے ذریعہ دھوکا دینے اور گمراہ کرنے کی نوبت  
نہ آئی تھی۔ لیکن ان لوگوں نے دنیا سے اسلام کو عالم حیات میں بہشت اگر گمراہ کر نیوالی  
بہشت! کامرہ چکھا کر ایسا برگشتہ کیا تھا جس کی کوئی حد نہ رہی تھی ۔

اس ہولناک اور پرخطر زمانے میں ہمارے خواجہ صاحب پیدا ہوئے آپ کے والد  
ماجد کا نام خواجہ غیاث الدین حسن تھا جن کی دولت و ثروت ملک میں مسلم تھی اور جس طرح  
آپ دہلی تھے اسی طرح آپ و آس و آس تہذیب و تقویٰ کے خزانے پر متصرف تھے حضرت خواجہ  
صاحب کے پیدا ہونے پر خواجہ غیاث الدین حسن خراسان تشریف لیگے اور یہی وہ بابرکت  
مقام ہے جہاں ہمارے خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے نشوونما پائی ہے ۔

صاحب عزیزۃ الاصفیاء رب الارباب نے جس طور پر سلسلہ نسب لکھا ہے اُس سے



ثابت ہوتا ہے کہ جناب سلسلوں کے بعد حضرت مولانا علی کرم اللہ وجہہ سے ملجاتے ہیں۔  
صاحب تاریخ آئینہ تصوف ظہرت نامہ اور مکتوب قطاب احادیث المعارف مہنفہ حضرت  
خواجہ غریب نواز کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آپ کا سلسلہ مادری گیارہویں واسطہ پر  
حضرت مولانا سے ملجاتا ہے آپ اپنی والدہ ماجدہ کی جانب سے حسنی اور والد کی طرف سے  
حسینی سید ہیں بعض تذکروں میں حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کا ہمیشہ زادہ  
بتایا گیا ہے اگرچہ ہم اس کے متعلق بوجہ عدم تحقیق اتفاق نہیں کرتے لیکن جو نام  
تذکروں میں آئے ہیں ان کے دیکھنے سے یہ ضرور سمجھ آتا ہے کہ حضرت پیران پیر سنگیہ  
کسی واسطہ پر سنی قرابت داری ہو حضرت حسنی جن پر جناب کا مادری سلسلہ  
ختم ہوتا ہے وہی عدتم نسب پدی جناب پر دستگیر ہیں پس یہ بات تو ظہر میں ہے  
ہے کہ جس طرح حضرت پیر دستگیر حسنی حسینی ہیں وہی فخر آپ کو حاصل ہے۔ اس  
صورت میں یقینی بات ہے کہ کسی درجہ پر نہایت مستحکم خاندانی واسطہ ہوگا۔

۱۲۹۰ ہجری کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے خواجہ غریب نواز کو

خراسان میں اطمینان نصیب ہوا ہوگا۔

سلطان بھڑو و نفیس نصیر تاتاریوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ خراسان کے  
علاقوں میں ایسے وحشیانہ طریقے سے قتل عام ہوا جس سے تمام رعایا کے دل لرز گئے  
نیشاپور شہر مقدس بیدوی اور تمام ملتانہ طریق سے لوٹ لیا گیا شہر کی تمام عمارتیں برباد  
کر دی گئیں۔ حتیٰ کہ خدا کے گھر پر بھی لپاک ہاتھ دراز کئے گئے۔ نیشاپور میں جس قدر  
قتل و خون ہوا۔ اس کو دیکھ کر یہ گمان نہ ہوتا تھا کہ کوئی اسلامی فرد بچ رہا ہو۔ علماء  
فضلاء نہایت بیدوی سے شہید کئے گئے جس طرف نگاہ جاتی تھی لاشوں کے ڈھیر  
نظر آتے تھے مسجدوں میں لوگ پناہ گزین ہوئے لیکن جو حق پناہ گزین خانہ پر رکھتے  
تھے حملہ آوروں کا بھی تھا اسی حق کی بنیاد پر جس کے دروازے توڑ ڈالے اور



انہ جاکر ان خدا کے دہن میں پناہ لینے والوں کو خدا کی رحمت کے ابدی دہن میں پہنچا دیا ۔  
 محمد بن یحییٰ فقیہ شافعی عبد الرحمن بن عبد الصمد ابو البرکات فراوی حسن بن عبد المجید  
 لازمی جیسے اور صدقہ علماء و فضلاء و شہید کر دئے گئے۔ نیشاپور کے پیشوا اور قسطنطنیہ کے کتب خانے  
 جلا دئے گئے۔ مسلمانوں کے مایہ ناز افراد و تاتاریوں کے ہاتھ سے جس بیکرومی سے  
 شہید ہوئے اور جس کثرت سے ان کی تباہی کی گئی اس کو دیکھ کر کس کے خیال میں  
 یہ بات آسکتی تھی کہ اب کوئی زمانہ ایسا ہوگا جبکہ مسلمانوں کا وجود اور ان کی ترقی  
 دنیا کی نظروں میں سُوس ہوگی لیکن قدرت کا زبردست ہاتھ اُس کا محافظ تھا اور  
 امتحان میں ڈالنے کے بعد اس امر کا ثبوت دینا مقصود تھا کہ **إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ**  
**الْإِسْلَامُ** یہ دردناک واقعات تھے کہ جن کا نظارہ غریب نواز نے اپنی چھوٹی عمر میں کیا  
 اور یہی پہلا سبق تھا جو آپ کے دل نے عالم اسلام کی درد انگیز کتاب سے حاصل کیا۔  
 لیکن ابھی قدرت آپ کو ایک اور زخم پہنچانے والی تھی اور جس رسول کی اُمت میں  
 ہونے کا آپ کو فخر تھا۔ اُس کی شریعت کے اتباع کیلئے یہی کا تمغہ دیا جانے والا تھا۔  
 پندرہ سال کی عمر تھی جبکہ آپ کے والد نے اپنی عاطفت کا سایہ سر پر سے اٹھا لیا۔  
 تارکخیں اس معاملہ میں خاموش ہیں کہ آپ کے بھائی بہن کوئی تھا یا نہیں  
 لیکن آپ کے اُس ترکہ پر جو آپ کو ملا تھا (یعنی چکی اور ایک باغ) نظر ڈالئے سے معلوم  
 ہوتا ہے کہ آپ کے والد کی بہت سی اولادیں ہوں گی کیونکہ دولت مند باپ کا  
 ترکہ فقط چکی اور باغ پر تو محدود نہ تھا ۔

تمام تذکرے اس معاملہ میں ہم نہ پا رہے ہیں کہ آپ کو ایک چکی اور ایک باغ ترکہ  
 میں ملا تھا اور حضرت نے اسی باغ کو نہایت اہمیت اور ولی مرتبہ سے قبول  
 کرنے کے بعد اُس کو ذریعہ معیشت قرار دیا تھا حضرت جس حیل پر توکل کے ساتھ  
 اس ترکہ پر قانع تھے۔ وہ ایک دولت مند باپ کے بیٹے کیلئے جس کی تمام عمر عیش و عشرت



اور فارغ البالی میں بسر ہوئی ہو شکل ہے۔ کیونکہ خود ہی آپ باغ کی کیاریاں درست کرتے پانی دیتے خود ہی اس کی لکھوالی فرماتے۔

اس کے متعلق بھی تشریح نہیں پائی جاتی کہ کب تک آپ اس ظاہری دنیاوی مشغلے میں گرفتار رہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دو برس بعد جو روح فرسا واقعات پیشاپور میں ظہور پذیر ہوئے۔ وہ آپ کی عبرت اثر آنکھوں نے دیکھے اور انہیں کے اثر سے آپ کے دل نے دنیا کی محبت کو اپنے دل سے نکال دیا تھا۔ زہد۔ اتقار نفس کشتی جیسی پاکیزہ صفتیں انہیں اسباب سے آپ میں پیدا ہوئیں۔ لیکن جو لوگ ان راہوں سے آشنا ہیں وہ جانتے ہیں کہ سیستانی بچہ جب پیدا ہوا تھا ولی تھا اور خراسان آئے پر بھی عرفان کی ندیاں اس کے دل میں لہریں مار رہی تھیں وہاں ابھی مدو جزر پیدا نہ ہوا تھا۔ دنیا اس کے فیضان سے بنی تھی۔ اور یہ خود اپنی حالت سے واقف نہ تھا۔ ایک جھٹکے کی ضرورت تھی سمندر کا بند ٹوٹنا تھا۔ دریا میں چڑھاؤ کی حاجت تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ابراہیم مجذوب کے کھلی کے کھڑے نے اثر کیا اور ساتوں طبق روشن ہو گئے۔ یاد انوکھا خیال ہے کھلی کیا تھی اور وہ کھلی والا کون تھا۔ قاصد تھا چھڑنے کیلئے آیا تھا۔ عالم بے خبری سے چونکا نام مقصود تھا۔ باغ میں پانی دیتے تھے لیکن ان کا باطنی باغ خشک پڑا تھا۔ تروتازگی کی حاجت تھی۔

نغمے بیتاب تھے تاروں سے نکلنے کیلئے

طور مضطر تھا اسی آگ میں جلنے کیلئے

ساز معرفت تشنه مضرب تھا اور ایک حرکت چاہتا تھا۔ وحدت کا سمندر ایک تہ میں جوش مار رہا تھا۔ ایک دن جبکہ اپنے باطنی باغ سے بنجر پدی باغچہ کی سیرابی میں مشغول تھے۔ ابراہیم قنبر روزی یعنی وہ قاصدہ مجذوب صفت انسان ٹہلتا ہوا آیا۔ باغ کے ایک گوشہ میں بیٹھ گیا انکا بھی پھرتے پھرتے گزر ہوا۔ جھجکے آنکھیں چا رہوئیں۔



قاصد کی خاطر کیا تھی۔ باغ کا تحفہ! دوڑے ایک انگور کا تازہ خوشہ لے آئے اور ہاتھ باندھ کر تعظیم و تکریم پیش کیا۔ اللہ اللہ قاصد بھی کس قدر عزیز ہے جس کے قاصد ہیں اُس کی خاطر سے درست بستہ خوشے لئے کھڑے ہیں۔ ابراہیم نے بلا انتظار ایک پیام کے فرض کو پورا کیا اور نخل میں سے کھلی نکال مانتوں سے کاٹ مُنہ میں دیدی یہ چھیڑ تھی پھر تاب کہاں! شہو کی گھاٹیوں میں سے وہ پانی جو ایک عرصہ سے بندے رکھا ہوا تھا جوش مار کر تمام عالم میں پھیل گیا۔ قاصد غایب اور حضور کے حواس و ہوش کا فوراً آگ پر تیل پڑ گیا۔ لپٹیں اُٹھنے لگیں۔ تعلقات ٹوٹے۔ ظاہری وابستگیاں خاک ہو گئیں ترکہ پڑی ہیج باغ خدا کی راہ میں لٹا دیا اور حقیقت کی شاہراہوں میں قدم مارنے لگے کبھی شمال کبھی جنوب کبھی مشرق کبھی مغرب غرضیکہ

پھرے ہیں مشرق و مغرب سے تا جنوب و شمال  
تلاش کی ہے صنم ہم نے چار سو تیسری

حال کیلئے قال ضرور ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو محی الدین ابن عربی اور شیخ شہاب الدین سہروردی تصوف کو علم کی صورت میں مرتب کرتے اور قصوص کی جلدیں عوارف المعارف کا ہدایت نامہ تدوین نہ ہوتا۔ فتوحات کی ترتیب نہ ہوتی۔ حضرت نے بھی علوم باطنی کی تکمیل کے لئے علوم ظاہری کی ضرورت محسوس کی اور ان ممالک میں حدیث و فقہ کی سند حاصل کی جو ان دنوں علوم کا آماجگاہ بن رہے تھے۔ جب اس مرحلے سے فراغت ہوئی تو علوم باطنی کی تکمیل کیلئے سفر شروع کیا۔

حوالی نیشاپور کے موضع ہارون میں ان دنوں حضرت خواجہ عثمان ہارونی پرانوار رسالت کا انعکاس کافی طور پر پڑ رہا تھا دریائے ہدایت و ارشاد لہریں لے رہا تھا۔ ایک ایک موج آسمان سے ہمسری کا دعویٰ کرتی تھی خواجہ غریب نوازؒ نے اطراف عالم کو دیکھا تھا۔ بڑے بڑے لوگ لگا ہوں سے گزرے تھے۔ اس تجلی اکبر کی روشنی دیکھتے ہی



مقیم ہو گئے تھے۔ خواجہ عثمان نے بھی شہباز معرفت کے دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ دنیا اس کے  
 پروں کی آواز سے بیدار ہوگی ہاتھ پکڑا اور بتایا کہ اب تک جس منزل میں تھے وہ  
 فائدہ مند نہ تھی۔ آؤ اور اب دوسرے عالم کی سیاحت کا لطف اٹھاؤ اور سلسلہ بیعت  
 آپ کا پندرہویں واسطہ ہے حضرت مولائے ملتائے اور سولہواں واسطہ اُس نقطہ پر  
 ختم ہوتا ہے جو حقیقت طریقت شریعت معرفت کا مرکز ہے۔ یعنی اُس برگزیدہ عالم و  
 عالمیان آفتابِ سالت پر ملتائے جس کی روشن اور پُر نور شعاعوں سے اب تک دنیا  
 میں سُہانی اور ٹھنڈی روشنی چمک رہی ہے اور یہی وہ آفتاب حقیقت ہے جس کے  
 چمکانے سے دنیا کی موجودہ تاریکیاں دور ہونگی۔ اسی کا انعکاس اکبر وہ ہدی ہو رہا  
 ہونگے جو کچھ انتظار میں اسلامی دنیا چشمِ برہ ہے۔

”چشتی کہلانے کی وجہ“ میں اکثر لوگوں کی غلط فہمی ہوئی ہے جو لوگ آپ کی  
 سکونت قصبہ چشت سے منسوب کرتے ہیں۔ ان کی غلط فہمی محض اس بنا پر ہے کہ آپ  
 چشتی مشہور ہیں۔ لیکن یہ لقب آپ کا ذاتی نہیں صفاتی ہے کیونکہ حضرت الحق شامی  
 چشتی جن سے آپ کی بیعت ساتویں واسطہ پر پہنچتی ہے چشتی تھے اگرچہ ان کا اصل وطن  
 شام تھا۔ لیکن ہدایت و ارشاد کے لئے قصبہ چشت میں تمام عمر گزارنے کے سبب  
 چشتی کہلانے لگے اور جو اس قدر مقبول ہوا کہ تمام خاندان چشتی کہلایا عام لوگوں میں  
 جس طرح اور بہت سی روایتیں مشہور ہو جاتی ہیں انہیں کے ضمن میں یہ ہے جس کی  
 تصحیح کرنی ایک مضمون نگار کے لئے ضروری ہے۔

حلقہ نظام التسلخ کی بنیاد کے دوسرے سال میں راقم کو پیرانِ کلیہ شریف میں  
 عرس کے موقع پر اختتامِ تقسیم کرنے کی خدمت سپرد کی گئی تھی جو صابری فرمان کے نام  
 سے شائع کئے گئے تھے۔ اس میں جہاں اور روایتیں تھیں وہاں ایک یہ تھی کہ مرید  
 کہہ سکتے ہیں کیسے ہوتے ہیں کس طور پر ان کو اپنی زندگی کی رفتار کے پتہ کو حرکت دینی



چاہئے کیا کام ان کے فہم رکھے گئے ہیں۔ مرید کے کیا معنی ہیں اس وقت اس صابری  
فرمان کی مخالفت کی گئی تھی لیکن آج جب ہم حضرت عثمان فاروقی اور حضرت خواجہ  
خواجگان کے طریقہ ربیعیت پر نظر کرتے ہیں تو مجبور ہو کر اقرار کرنا پڑتا ہے کہ جو کچھ  
حلقہ نظام المشائخ نے فہمی فہم اور قابل تکویم بانی کی خواہش اور احساس کے وہ بالکل مناسب  
اور ضروری ہے۔ آج ہمارے مشائخان عظام کو یہ بھی معلوم نہیں کہ مرید کون ہے کیا مقصود  
ہے مرید کو کیا کام بتانے چاہئیں۔ ہم پر مرید کا کیا حق ہے اور اس کی تعلیم کا دینا اس شان  
کے کہ وہ پایہ تکمیل کو پہنچ جائے کس قدر ضروری ہے بیچارہ مرید یا یوں کہتے کہ طالب  
حق ایک نادان بچہ کی سی حالت رکھتا ہے اب اچھے اور بُرے راستہ کی طرف مائل کرنا  
ہمارے مشائخ عظام کا کام ہے۔ سلسلہ ربیعیت یعنی پیر کے ہاتھ ایک جانی کا سلسلہ  
اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ اس کی تعلیمات اس کی حالت نبھانے کا ذمہ دار  
شیخ ہے پچھلے مشائخوں کی حالت اور ان کے مریدوں کی کیفیت دیکھنے کے بعد نہایت شوق  
سے کہا جاسکتا ہے کہ شاید مثالیں ان کے گمراہ ہونیکی ہیں اور امکان کا پہلو نور نظر نہ رکھا  
جائے تو میں کہوں گا کہ کوئی مثال ایسی ہاتھ نہ آئے گی جس سے پچھلے زمانہ کے مریدوں کا  
اپنے کاموں سے بخیر ہونا ثابت کیا جاسکے۔ جہاں آرا بیگم اپنی بی نظیر کتابوں اور روح  
میں جو حضرت خواجہ خواجگان کے حالات میں بے مثل تذکرہ ہے حضرت خواجہ صاحب  
ہی کی زبان سے یوں بیان فرماتی ہیں کہ میں ایک ایسی صحبت میں حاضر ہوا جس میں  
بڑے بڑے مشائخ جمع تھے میں نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر سیرت بیان کرنا شروع کیا  
ارشاد ہوا اور رکعت نماز ادا کر دیں نے فوراً تعمیل کی حکم ہوا۔ رو بقبلہ بیٹھ۔ ادب کے  
رو بقبلہ ہو گیا۔ پھر سورہ بقرہ پڑھنے کے لئے ارشاد ہوا جس کی تعمیل خلوص عقیدت  
سے کی گئی اس کے بعد فرمایا ساتھ بار سبحان اللہ کہ جس کے بعد حضرت قبلہ نے کھڑے  
ہو کر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا میں نے تجھے خدا کی پناہ



ان دراج کے ختم ہونے پر ایک خاص وضع کی کلاہ جس کو چہار مرہ کی کہتے ہیں اپنے دست مبارک سے میرے سر پر رکھی اس کے بعد بیٹھنے کا حکم ملا جب بیٹھ گیا تو ہزار بار سورہ اخلاص پڑھنے کیلئے بتائی گئی اس کے بعد ارشاد ہوا چونکہ ہمارے سلسلہ میں ایک ات دن کا مجاہدہ ضروری ہے اس لئے تم کو بھی اتدن مجاہدہ میں مشغول رہنا چاہئے اس حکم کی تعمیل کیلئے میں آٹھ کھڑا ہوا اور دوسرے روز پھر حضرت قبلہ کینیت میں حاضر ہو کر احکامات جدید کا منتظر ہوا۔ حکم ہوا کہ بیٹھ۔ حسب الحکم بیٹھ گیا۔ پھر فرمایا کھڑا ہوا اور آسمان کی طرف دیکھ کر بتا کہ کہاں تک نظر آتا ہے دیکھنے کے بعد کہا کہ عرش معلیٰ تک۔ ارشاد ہوا اب نیچے دیکھ کر زمین کی انتہائی حالت کے معائنہ کی خبر دو۔ عرض کیا تحت الثریٰ تک دیکھتا ہوں۔ ارشاد ہوا ہزار بار سورہ اخلاص پڑھنے کے بعد اوپر دیکھ اور بتا کہ کہاں تک نظر آتا ہے میں نے تعمیل کی اور عرض کیا۔ حجاب عظمت تک روحانی آنکھ کا گذار ہے۔ فرمایا آنکھیں بند کر ایک لمحہ کے بعد فرمایا آنکھیں کھول حضرت نے اپنی دو انگلیاں میرے سامنے کیں۔ پھر سوال کیا۔ کیا دیکھتا ہے اٹھارہ عالم کی حالت نظر آتی ہے۔ جب یہ سنا۔ فرمایا کہ اس قدر کام ہو گیا ایک اینٹ بوسامنے پڑی ہے اس کے نیچے سے دینار نکلے فرمایا ان کو فقروں میں بانٹ دو۔

دوسری جگہ یوں تحریر ہے۔ میں نے شیخ الاعظم حضرت عثمان فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کو شہر بغداد میں پہنچ کر تلاش کیا معلوم ہوا کہ مسجد جنید میں تشریف رکھتے ہیں پہنچا۔ دیکھا بہت مشائخ کی جمیعت میں تشریف رکھتے ہیں میں نے میں ادب چوم کر کھڑا ہو گیا۔ حکم دیا دو رکعت نماز پڑھو۔ اس کے بعد میرا ہاتھ پکڑ کر آٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ الہی میں اپنے تیرے پیر کرتا ہوں۔ بعدہ بغداد تشریف لے وانا ہو کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور خانہ کعبہ پر اس فقیر کیلئے دعائیں آواز آئی۔ ہم نے معین الدین حسن کو قبول کیا وہاں سے مدینہ منورہ میں روضہ رسول اکرم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہنچا ارشاد



کیا سلام کر میں نے سلام کیا۔ اندر سے آواز آئی وعلیکم السلام یا قلوب المشائخ۔  
 حضرت نے فرمایا اب تمہارا کام درجہ تکمیل کو پہنچ گیا۔  
 اس کے بعد واپسی ہوئی اور شہر بدخشاں میں آکر ایک بزرگ سے جو حضرت خواجہ  
 جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے ملاقی ہوئے ان کا ایک پیر کٹا ہوا تھا  
 دیکھ کر سب دریافت کیا۔ جو ایدیا ایک مدت سے اس صومعہ میں مقفل ہوں۔ ایک دن  
 طبیعت کی خواہش ہوئی کہ باہر چلنا چاہتے اور یہ خواہش نفسانی غرض پر ابستہ تھی جس  
 پاؤں کو آپ کٹا ہوا دیکھتے ہیں آگے تھا اور دوسرا سو سال سے صومعہ کی حد میں۔ آواز  
 آئی اے مدعی ہمیں عذر دو کہ فراموش کر دی یہ شکر عجیب حال ہوا اور چھری سے پیر کو  
 کاٹ ڈالا۔ اب چالیس سال ہو گئے ہیں کہ اسی حالت میں یہاں پڑا ہوں اور سوچتا ہوں کہ  
 کس طرح درویشوں کے مجمع میں اس سٹے سیاہ کو لیکر جاسکوں گا۔ یہ بے درویشی اور اسکی  
 سختیاں۔ یہاں سے پیر مرشد کی بھراہی میں بغداد پہنچے اور قیام کیا۔ حضرت شیخ نے حکم دیا  
 کہ روزانہ صبح کے وقت آیا کرو۔ چنانچہ اٹھائیس روز تک وزانہ آپ وقت مقررہ پہنچتے  
 تھے اور جو کچھ شیخ کاٹل کی زبان سے نکلتا قلمبند فرما لیتے۔  
 اٹھائیس دن کے بعد فرمایا کہ یہ کچھ تھا تمہاری تکمیل کیلئے تھا تم کو چاہئے کہ ان  
 نصیحتوں پر عمل کرو تا کہ مجھے قیامت کے دن شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ پھر خرقہ تعلیق و دیگر  
 تبرکات جو تسلماً بعد ازل آپ کو پہنچے تھے حوالہ فرما کر کہا کہ کو نہایت ادب و تعظیم سے کھنا اور جس کو  
 اس کا اہل پانا حوالہ کرنا یہ ایک فرض ہے جو ہر صاب خرقہ کو ادا کرنا چاہئے۔  
 صاحب یاض العارفین لکھتے ہیں کہ جس وقت حضرت خواجہ ابنہ پیر و مرشد سے  
 رخصت ہوئے ہیں عمر آپ کی باون سال کی تھی وہ فرماتے ہیں کہ آپ میں سال تک پیر مرشد کی  
 خدمت میں رہے۔ اس حساب سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی بعیت ۵۶۸ھ میں ہوئی ہوگی حالانکہ  
 دوسرے تذکرے ۵۶۵ھ سے لکھتے ہیں۔



اس کے علاوہ سب سے بڑی وقت یہ واقع ہوتی ہے کہ اگر ان سنین کو صحیح تسلیم کیا جائے  
 تو اجیمیر شریف کی تشریف آوری کا سنہ غلط ٹھہرتا ہے کیونکہ ۵۶۱ھ میں آپ اجیمیر شریف  
 لائے ہیں۔ دوسرے سنہ ولادت اگر ۵۲۱ھ مانے جائیں اور یہ بھی ان لیا جائے کہ حضرت  
 الشیخ سے شخصیت ہوتے وقت عمر شریف باون سال کی تھی تو چھتیس اور باون ملا کر اٹھارہ  
 ہو جائینگے جو خاص سلطان شہاب الدین غوری کا اجیمیر کے آجہائے پھووا کو گرفتار کر نیکا  
 سال ہے۔ حالانکہ یہ لڑائی آپ کے اجیمیر شریف آنے پر ستائیس سال بعد ہوئی ہے اس حساب  
 سے ۶۱۱ھ آپ کے اجیمیر شریف لانے کے قطعاً غلط ثابت ہونگے۔ اگر تسلیم کیا جائے کہ  
 آپ حضرت الشیخ سے رخصت ہو کر فی الفور عازم ہندوستان ہوئے تب بھی یہ مانہ اسلامی  
 حکومت کی ابتدا کا تھا۔ اسلام کا منکر راجہ شکست کھا کر مسلم فاتح کے سامنے مڑے ہو کر  
 آپڑا تھا اور اس کی عظمت جبروت کا پتہ ہو بھی تو مٹی کے ذروں اور اینٹ کے ذروں  
 میں تلاش کرنے سے مل سکتا ہوگا۔

علاوہ انہیں اس کے ماننے پر تمام ان تذکروں کے جو تحقق اللفظ حضرت کی کریمت رائے  
 پتھووا کے مقابلہ پر ظاہر کر رہے ہیں سو گردانی کرنی پڑے گی نیز اس پیش گوئی کو بھی غلط ماننا پڑے گا  
 جو حضرت نے رائے پتھووا کے بادشاہ اسلام کے ہاتھوں گرفتار ہوئی کی بابت فرمائی تھی  
 لہذا ہمیں اور ہمارے ساتھ موجودہ زمانے کے مؤرخوں کو اس بات کا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ  
 سیرت غلط لکھے گئے ہیں جس پر تمام مورخ عدم تحقیق کے ملزم ہیں۔

اسی طور سے مولوی حافظ اللہ صاحب پشینی صاحب ری متوطن قصبہ ورون ضلع آٹھ  
 نے اپنے جمع کردہ رسالے بڑی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ حضرت کو جب بارہ سال کا تھا صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے اجیمیر جانے کی ہدایت ہوئی تو یہ بھی ارشاد تھا کہ شہر اجیمیر میں ہمارا فرزند سید حسن  
 جہاد کی غرض سے گیا ہے اس کو کفاروں نے قتل کیا ہے جس کے باعث بد تو شر میں  
 کفر رائج ہو گیا ہے تیرے سبب پھر وہاں شمع توحید روشن ہوگی۔ اب مجھ میں نہیں آتا



کہ سید حسن کو فتنے ہیں اگر یہ سید حسن مشہدی المشہور بہ خنک سوار ہیں تو ان کا زمانہ  
اس وقت کہاں یہ شہاب الدین غوری کی طرف سے داروغہ شہر تھے جس کا ذکر صاحب تاریخ  
فرشتہ نے بھی کیا ہے فرشتہ کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب سے  
سید حسن صاحب کی اکثر صحبتیں رہی ہیں اور وہ آپ کے بڑے مقتدر تھے اگر یہ خیال کیا  
جائے کہ اس نام کے کوئی دوسرے بزرگ ہونگے تو اس کا ثبوت نہیں۔ عام طور سے جن کو  
اجمیر میں خنک سوار کہا جاتا ہے ان کی نسبت یہ بھی مشہور ہے کہ خواجہ صاحب کے پہلے گذرے  
ہیں اور معرکہ الآراطیوں میں لڑنے کے شہید ہوئے ہیں اجمیر جا کر حیدر آباد پہاڑ پر تم  
چڑھ گئے تو ان کی اور ان کے گھوڑے کی عجیب و غریب استائیں سننے میں آئیں گی چڑھتے  
وقت ایک بڑا عظیم الشان پتھر ملے گا جس کی نسبت بیان کیا جائیگا کہ حضرت خنک سوار  
جادو سے رائے پتھورائے پتھر پھینکا تھا آپ قلعہ فتح کرنے کیلئے تشریف لے جائے  
تھے گھوڑے نے گھٹنا ٹیک دیا اور آپ نے انگلی سے اشارہ کیا پتھر معلق رہ گیا لیکن ان  
روایتوں کا استدلال سوائے خوش عقیدگی کے کچھ نہیں خدا بھلا کرے اندھے عقیدے کا  
جس نے بزرگوں کی نسبت خواہ وہ کسی مذہب کے ہوں ایسے واقعات جمع کر دیئے ہیں جن کے  
دیکھنے سے مانع میں گور کھدھندے کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اس روایت کو مولوی  
صاحب موصوف نے سیر الاقطاب سے نقل کیا ہے \*

لیکن افسوس کہ سیر الاقطاب بھی اس روایت پر کوئی صحیح سند پیش کرنے کی قدرت نہیں  
رکھتا۔ اس تعارض کے رفع کرنے کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ کے رندیت سے جاسے  
۵۶۵ھ کے لئے جائیں۔ گویا یوں حساب سمجھئے کہ پندرہ سال کی عمر میں آپ  
وطن سے نکل کر طالب حق کی راہ میں سرگرم ہوئے یعنی ۵۵۱ھ میں آپ نے سفر شروع کیا  
چار سال کی سیاحت کے بعد ۵۵۵ھ میں حضرت شیخ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اور معتز تارخوی  
نیا دہلی سال شیخ کا لکھنؤ میں ۵۵۵ھ میں رخصت ہوئی \*



ایک سال مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی سیاحت اور قیام کے بعد ۵۵۹ھ میں آپ کو اجیر جاشیکی و بار رسالتاٹ سے ہدایت ہوئی اور آپ سفر کرتے ہوئے بغداد شریف آئے اور یہاں حضرت غوث الثقلین پیران پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ سے نیاز حاصل کیا۔ مولانا عبدالحلیم شہر سوانح حضرت غریب نواز میں لکھتے ہیں:-

بعض لوگوں نے لکھ دیا ہے کہ آپؒ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاقات ہوئی۔ مگر یہ غلط معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ حضرت غوث الاعظم نے آپؒ کو روئے بغداد سے دو سال پیشتر ۵۶۱ھ کے ماہ ربیع الآخر میں شریعت وصال پیا تھا اور آپ ان کی بزرگی کے زمانے تک اپنے مرشد کے آستانہ فیض کا شانہ سے باہر نہیں نکلتے تھے۔

لیکن آخر میں غائبانہ مولانا نے لکھنے والوں کے بیان کو سچ مان لیا ہوگا کیونکہ میت کے سال غلط مانتے پر جیسا کہ مولانا موصوف نے تسلیم کیا ہے ان دونوں بزرگوں کا باہم تبادلہ فیضان کرنا امر دشوار نہیں رہتا۔

ہم نے جس شان کے سینہ ترتیب دئے ہیں اس سے تمام تعارض رفع ہو گئے ہیں۔ آگے یوں سلسلہ سمجھئے کہ پیران پیشہ ملاقات فرماتے کے ایک سال بعد ۵۶۱ھ میں بغداد سے روانہ ہو کر غزنین۔ لاہور۔ دہلی ہوئے ہوئے ماہ محرم ۵۶۱ھ میں احمد شریف پہنچے۔ رہا آپ کا شیخ ابوالحسین ہرودی کے جنازہ میں شریک ہونا کوئی ایسا اہم واقعہ نہیں جس پر ہمیں دوبارہ گذشتہ سن کی تنقید کرنی پڑے۔ اس کے علاوہ بعض مذکورہ نویں نے حضرت غوث الاعظم کی وفات کا سال ۵۶۳ھ لکھا ہے جس سے ایک سال کا اور تفاوت ہو جائیگا غرضیکہ حضرت غوث الاعظم نے آپ کا ملنا ہر طرح ثابت ہے حضرت شیخ رخصت ہو کر اول جناب اپنے وطن شریف یکے ڈھائی ماہ قیام کے بعد مکہ معظمہ ہوئے ہوئے مدینہ طیبہ زلزلہ شدت سے فاقہ طغیانی میں قیام فرمایا۔ دوران قیام میں آپ نے خواب دیکھا



کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجیر جانیکی ہدایت فرماتے ہیں۔ آپ نے اپنی لائمی ظاہر کی جس پر رسالت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہندوستان کا تمام نقشہ اور اجیر کی تمام نشانیاں بتا دیں۔ چنانچہ حسب ہدایت جناب نے ہندوستان کا عزم کیا۔ راستہ میں یادگار محمد حاکم بنزوار جو اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو براکتا تھا اور جس نے رضی کی انتہائی ڈگری پائی تھی جناب کے کی کیا اثر سے اپنے عقائد قبیح سے تائب ہوا۔ وہاں سے بلخ تشریف لائے اور حکیم ضیاء الدین فلسفی کے شیرازہ عقل کو منتشر فرمایا اور اس کے علم فلسفہ کو حرف غلط کی طرح مٹا کر تصوف کے رنگین حروف سے منقوش فرمایا۔ حکیم تصوف کے نام سے جلتا تھا جس کے مدرسہ میں تصوف کے خلاف مناظرہ کی تعلیم ہوتی تھی۔ وقائع نگار لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے سفروں میں مدرسہ ذیل بزرگوں کے بتا دیا فیضان کیا۔

حضرت ابو سعید الدین کمرانی کو بغداد میں خرقہ خلافت عطا فرمایا اور شیخ اشوع شہاب الدین تہرزی سے بھی کسب فیضات کیا۔ ہمدان میں شیخ یوسف ہمدانی سے ملاقات کی۔ تبریزی میں شیخ ابو سعید تبریزی سے صحبت رہی اصفہان میں شیخ محمود اصفہانی سے ملاقات کی وہیں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بیعت ہوئے ہیں۔

لیکن تعجب ہے کہ میں لعل الذکر و بزرگوں کے کھوا کسی کا اس زمانہ میں موجود ہوتا ثابت نہیں ہوتا۔ شیخ ابو سعید تبریزی تبریزی میں اور شیخ محمود اصفہانی اصفہان میں۔ جہاں تک ہماری نظر رہی ہے اس زمانہ میں کوئی بزرگ نہ تھے۔ ہمارے سامنے اس وقت متعدد تذکرے تاریخیں سوانح عمریاں رکھی ہیں لیکن بد قسمتی سے ان بزرگوں کے نام نہیں ملتے۔ البتہ شیخ ابو یعقوب یوسف ہمدانی کی بابت اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اس نام کے بزرگ ہمدان میں گذرے ہیں۔ جن کا وصال ۲۷۰ رجب ۵۳۵ھ میں خواجہ غریب نواز کی پیدائش سے ایک سال پہلے ہو چکا ہے۔

دوسرے ہمدان میں کوئی اس نام کے بزرگ نہیں گذرے،



ممکن ہے کہ ہماری کوتاہ نظری کا باعث ہو لیکن جہاں تک کتب سیر کی چھان بین کیگئی۔ ہمارے خیال کی تصدیق ہوئی اس لئے اس کا فیصلہ ارباب نظر پر چھوڑا جاتا ہے۔  
 قَضَلْنَا نَبَضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضِ طَرَحٍ بَسْتِ سِیْ فِرْوَکْ دَاشْتِیْنَ پِچِلے وَقَالَ نِگَارُ وں نے کی ہیں  
 اسی طرح ہم سے بھی بحیثیت انسان ہونیکے ممکن ہیں۔ وَلَعَلَّ اللّٰهُ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا  
 مولانا عبدالحلیم شرر لکھتے ہیں کہ خرقہ خلافت اور اجازت بیعت حضرت قطب صاحب کو  
 خواجہ صاحب نے اصفہان میں عطا فرمائی۔ حالانکہ صحیح ہے کہ دہلی میں خرقہ سے آپ  
 مستفیض ہوئے \*۔

آپ جس جگہ ٹھہرتے لوگ جوق جوق آپ کی زیارت کو آتے۔ آپ بھیڑ بھاڑ سے  
 گھبراتے اور دوسری جگہ کا رخ کرتے۔ اسی طور سے سفر فرماتے ہوئے غزنین اور غزنین  
 سے لاہور ہوتے ہوئے دہلی تشریف لائے۔ کچھ مدت قیام کرنے کے بعد یہاں بھی وہی  
 کثرت لوگوں کی دیکھی تو اجمیر کا رخ فرمایا \*۔

لکھا ہے کہ جس وقت سامانا حوالی پٹیا لیں آپ پہنچے۔ رائے پتھورائے آدمیوں نے  
 آپ کو فریب دیکر نقصان پہنچانا چاہا۔ لیکن آپ ان کے فریب میں نہ آئے۔ اجمیر شریف میں  
 آپ کی تشریف آوری صحیح طور پر سامانہ میں ہوئی ہے بعض تذکرہ نویسوں کا بیان ہے  
 کہ رائے پتھورائے ماں فن سحر (یا نجوم) میں کمال رکھتی تھی۔ اُس نے چند برس پہلے اپنے  
 بیٹے کے کہدیا تھا کہ تیرے تخت کی تباہی اس صورت کے فقیر سے ہوگی۔ تو اس کی خاطر  
 کرے تو بہتر ہے۔ بہر حال حضرت خواجہ خواجگان معہ چالیس خدام با اتفاق روایات  
 اجمیر شریف پہنچے۔ خاص عشرہ محرم کا روز تھا جبکہ آپ نے اس کفرستان میں قدم رکھا  
 ابتداءً آپ نے شہر سے باہر ایک پیل کے نیچے قیام فرمایا راجہ کے آدمیوں نے کہا یہاں  
 اونٹ یا ندھے جاتے ہیں آپ کسی دوسری جگہ ٹھہریے مولوی حافظ اللہ صاحب چشتی  
 جنہوں نے سوانح لکھتے وقت غور سے کام نہیں لیا لکھتے ہیں کہ آپ ہاں سے



اٹھ کر آنا ساگر پر جہاں آپ کا مزار مبارک ہے تشریف لائے لیکن ان کو یہ معلوم نہیں  
کہ آنا ساگر کبھی اُس مقام پر تھا نہ اب ہے نہ کسی تاریخ میں اس کا پتہ ہے۔ آنا ساگر  
حضرت کی درگاہ سے بہت فاصلہ پر شہر سے باہر جانب شمال واقع ہے +

حضور کے اٹھنے کے بعد اونٹ آئے اور بیٹھے تو اس طرح جم گئے جیسے کوئی لشکر  
میں جذب ہو جاتی ہے۔ ساربان اونٹوں کو اٹھانا چاہتے ہیں لیکن وہ کس طرح اٹھتے  
کھال زمین پر چمپٹ گئی تھی جب کئی روز اس حالت کو گزے تو راجہ کو اطلاع دی گئی۔  
راجہ کی ہدایت سے ساربانوں نے حضرت سے عاجزی کے ساتھ عرض کیا ان بیٹوں  
نے کیا قصور کیا ہے۔ جم فرمائے چنانچہ حضرت کی نظیر کرم پر اونٹوں کو خلاصی ہوئی۔  
اس خیر پر تمام کفار بلوے پر آمادہ ہو گئے اور راجہ سے جا کر کہا  
”مسلمان درویشوں نے ہمارے معمر کو خراب کر دیا اور پہلی جگہ نے شکر  
بھائے بتوں کے پاس قیام کیا ہے۔“

اس پوریش کو دیکھ کر راجہ نے اپنے ملازموں کو حضرت کے اس مقام سے ہٹانے کا  
حکم دیا۔ وہ لوگ گئے اور آپ کو اٹھانا چاہا۔ حضرت نے آئینہ الکرسی خاک پر پڑھ کر ان  
لوگوں کی طرف پھینکی جس کے اثر سے کچھ لوگ دیوانے ہو گئے اور بعض کے جسم خشک  
ہو گئے۔ اس واقعہ کی اطلاع پر راجہ نے دوسری جمعیت بھی لیکن وہ بھی حضرت کی  
یزدانی قوت کے سامنے نہ ہو سکے۔ چونکہ یہ کمالات ظاہر پرستوں کی سمجھ میں آئیے نہ تھے  
اس لئے راجہ نے اپنی رعایا سے کہا،

”اُن کے طریقوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درویش جادوگر ہے ضرورت  
ہے کہ کسی جادوگر سے ان کا مقابلہ کرایا جائے۔“

علامہ اتمی کا تبار بنی اسرائیل عالم محوسات میں جلوہ افروز ہونا چاہتا تھا۔ جادوگر  
آئے مقابلہ ہوا لیکن اُس وقت کے سامنے جس کھیل پر خواجہ صاحب نے اجیر کا سُخ کیا



تھا کہیں ٹھہر سکتا تھا شکستوں پر شکستیں ہوئیں۔ جیسا کہ جادو کرنے طرح طرح کے شعبہ کے  
دکھائے ایک لکھی۔ آخر ہار مانی والی السحر ساجدین قالوا امتار ربنا علین کا سامان غلوں  
کے سامنے پھر گیا۔ اسلام نے اس کو فتح کر لیا اور مسلمان ہو گیا۔ آپ نے عبد اللہ تام کھاؤ  
بیابانی کا خطاب عطا فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اب تک زندہ ہے اور جمیر کی پہاڑیوں میں آہستہ  
بھولنے والوں کو نظر آ جاتا ہے اور روضہ مبارک تک گم گشتہ کو پہنچا دیتا ہے +

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں آپ نے جس پرامن اور خاموشانہ روش سے زندگی  
گزاری۔ اس کو دیکھتے ہوئے تعجب آتا ہے کہ آپ کو ایسے فساد انگیز واقعات کیوں پیش آئے  
بات یہ ہے کہ آپ کی روحانی کشش اور نظریہ کیا اثر سے جو لاکھوں نے مرد اسلام کی طرف  
جھکنے لگے تو راجہ غضبناک ہوا۔ آپ کی شہرت ہندوستان کے چاروں کونوں میں پھیل  
رہی تھی اور اس بنا پر تھپورا کا پولشکل اثر بھی کم ہوتا جاتا تھا یا یہ کہ اس کو اپنے اثر کے  
کم ہونے کا اندیشہ تھا۔ یہ اس زمانہ کا اقتضا تھا۔ کیونکہ ایک طرف تو شاہان اسلام ہندوستان پر  
حملے کر رہے تھے اور حکومت اسلام کو عالمگیر بنانے میں سرگرم تھے دوسری طرف روحانی  
حکومت جہاں میں اثر پھیلا نا چاہتی تھی۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو نا فرمان راجہ  
زیادہ قصور وار نکلیگا وہ اس اثر کو پولشکل اثر سمجھ رہا تھا اور نہیں جانتا تھا کہ  
پالشکس سے تعلق نہیں +

اسی بہت بزدانی کا ادنیٰ سا چمکارا تھا جس نے تمام عالم کو مفتوح کر لیا اور اسی  
خورشید تاباں کی ایک شعاع ظاہر ہوئی ہولی ہے جو دنیا کو اپنے روحانیت کے اثر میں لے آئیگی +  
مخالفت کی ابتداء یہ ہوئی کہ ایک مسلمان حضرت خواجہ صاحب کا معتقد راجہ کے ربا  
سے واسطہ رکھتا تھا۔ اس نے حضرت سے شکایت کی اور عرض کیا آپ میری سفارش  
کریں آپ نے بلا تامل اسے چھوڑا اسے سفارش کر دی جس کا اثر بجائے اس کے کہ آپ کا صلح عام تبراؤ  
اس پر کوئی اچھا اثر ڈالتا۔ آشفقت ہو کر اہل رخ ربار سے مخاطب ہو کر کہنے لگا،



”خواجہ صاحب کو کیا حق ہے کہ وہ میرے معاملات میں دخل انداز ہوں۔ کیوں سفارش کی لوگوں کو طرح طرح کے شعبہ دیکھا کر اور غیب کی خبریں بیان کر کے وہ چاہتے ہیں کہ عالم لوگوں پر اثر ڈالنے کے بعد حکومت پر بھی اپنا سکہ سجائیں کیا دربار کو کھیل بچہ رکھا ہے آخر بات کیا ہے۔“

اوصہر تو یہ کلمات راجہ کی زبان سے نکل رہے تھے اوصہر حضرت خواجہ صاحب نے قوت لیتی پر بعد وسہ فرما کر حکم دیا کہ ہم اس کو بادشاہ اسلام کے ہاتھوں میں گرفتار ہونا دیکھ رہے ہیں۔ یہ تھے مکاشفات اسرار جس کے سنتے ہی سنسنی پھیل گئی۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت نے پتھور اکیلے میرے سامنے بددعا فرمائی ہے۔ حضرت روتے جاتے تھے جذبہ کیمالت میں فرماتے تھے یا رب کوئی ہندی غیر اہل کتاب ہندیں بادشاہ نہ ہو چنانچہ آج ہم اس پیشینگوئی کو دیکھ رہے ہیں اور تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۵۶۱ء سے اب تک غیر اہل کتاب کی حکومت ہندوستان میں نہیں ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی۔

۱۵۸۶ء میں شہاب الدین غوری شکست کھا کر واپس چلا گیا تھا اور اس کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک ہی تھی اوصہر لوگ خواجہ صاحب کی پیشینگوئی کے منتظر تھے۔ لائے پتھور کی کامیابی اس وقت ہوئی ہے جبکہ خواجہ غریب نواز سے بڑی الجھی تھی۔ اس لئے کہ اگر ۱۵۸۶ء سے پہلے خواجہ صاحب کی پیشینگوئی مانی جائے اس سال شکست کا ہونا ناممکن ہے۔

۱۵۸۸ء کی ابتدا پر ہندوستان کا مطلع خون آلودہ ہو رہا تھا۔ انتقام کے بادل اوصہر دھار اٹھ رہے تھے۔ تلواروں کی جھنکاریں ان بادلوں میں گرجتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں اور خونی بارش کی تیاری تھی آخر وہ وقت آیا کہ دینی شہاب کے چھینٹے پٹنے لگے اور شہاب الدین غوری اپنی خون آشام سپاہ لئے ہوئے ہندوستان کے شکم چاک کرنے کی فکر میں بڑھا۔



ایسا غیور سلطان جس نے سال بھر سامانِ اخت کو حرام سمجھا۔ حتیٰ کہ غمی شدہ حالت کے  
 کپڑے بھی اتارے جس جوش سے حملہ آور ہوا اس کی نظیر شکل ہے ۔  
 رائے پھورا پہلے ہی سے تیار تھا ہندوستان کے تمام راجہ جمیری جھنڈے کے  
 نیچے جمع تھے تین لاکھ سواروں اور تین ہزار ہاتھیوں کے حریف کے مقابلہ پر بڑھاراجپوت  
 جوش میں بھرے ہوئے تھے اور اپنے حریف شکست خوردہ کو محض بے حقیقت سمجھتے تھے  
 انہیں کیا خبر تھی کہ ایسی مرتبہ ایک معنی طاقت اپنے ساتھ لایا ہے اس لئے شہاب الدین  
 دینی شہاب کا خوفی رنگ سا اثر دھتیرے ساتھ غیبی طاقت موجود ہے ہر اس میں نہ ہو  
 اسلام کا دل بالارسیکا دشمنوں کی جمعیت سے خوف زدہ نہ ہو۔ کم من فتنہ قلیلہ غلبت  
 خیر کثیرہ باذن اللہ ۔

خواجہ غریب نواز کا روحانی تصرف کام کر رہا تھا خوریز معرکہ ہوا جس پر ہندوؤں کی  
 قسمن کا فیصلہ غوریوں کے حق میں ہو گیا۔ خواجہ صاحب کی باطنی قوت کام کر رہی تھی ورنہ  
 اتنی ٹڈی دل فوج کے مقابلہ پر بلا سہا سے کہہ کے فتح پانا ناممکن تھا نہ تھا کھانڈے اور  
 جس نے پہلے حملے میں سلطان کو بہت تکلیف پہنچائی تھی مگر دیگر راجگان نے ہلی وغیرہ کے  
 اراکیا۔ رائے پھورا شکست کھا کر بھاگا۔ لیکن گنگا سے آگے بڑھنے نہ پایا تھا کہ گرفتار ہو کر  
 سلطان کی خدمت میں پہنچا دیا گیا اور سلطان کی جوہر دار تلوار نے ہندوستان کی  
 غلٹ و آبرو کو خاک میں ملا دیا ۔

اب حضور کو کافی اطمینان تھا ہندوستان کے ہر گوشہ میں آپ کی عزت ہو چکی تھی  
 لوگ جوق جوق دائرہ اثر میں آنے لگے اور اسلام وسط ہند سے جلوہ افکن ہو کر  
 ہندوستان کے چپ چپ میں اپنا اثر ڈالنے میں کامیاب ہوا ۔  
 اور دہلی میں آپ کے خلیفہ عظیم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اسلام کی  
 خدمت کرتے تھے اور اب گویا نور شید اسلام کی روشنی مغرب کے مشرق تک جو تک



شمال تک پھیل گئی تھی ۔

ہم مانتے ہیں کہ نیاوی حکومت نے بھی اسلام کی خدمت میں نمایاں حصہ لیا تھا لیکن سچ یہ ہے کہ جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں وہ انہیں لاعیان خواجہ کی طفیل سے ہے جنہوں نے اپنے روحانی اثر اور جذبہ سے تاریک لوں میں اسلام کی حقانیت پرست کر دی تھی باطنی اقلیم تاجدار کی بنیاد ہندوستان میں رکھے پہلے جس نے قائم کی وہ حضرت خواجہ غریب نواز تھے اور آپ ہی کا وہ بابرکت ہاتھ تھا جس نے اسلام کی روحانی شمع کو ہندوستان میں جگایا آپ کے خلیفہ عظم حضرت خواجہ قطب صاحب اور ان کے بعد حضرت بابا صاحب اور بابا صاحب کے بعد حضرت سلطان المشائخ سلطان الاولیاء سیدی سندھی خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہی ملوی وہ قابل جانشین ہوئے جنہوں نے اس سرے سے لے کر اس سرے تک کوس لمن الملک بجا دیا ۔

ان بزرگوں کے حالات دیکھو حجاب کے پردے چاک ہوتے نظر آئیں گے اور تم پر ثابت ہو جائیگا کہ ہندوستان میں انکا وجود ہوتا تو اسلام کی اشاعت بھی مشکل تھی حضرت نے قریب قریب تمام عمر حالتِ تہجد میں گزاری وفات سے سات برس پہلے نکاح کیا تھا ۔

آپ کا انتقال سال ۱۰۰۰ھ کو ہوا ہے اور اسی تاریخ پر آپ کا عرس ان احسانات کی یاد دلانا ہے جو آپ نے اسلام پر کیے ہیں جناب کے تین لڑکے اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں ۔ شیخ ابو سعید ۔ شیخ فخر الدین ۔ شیخ حسام الدین ۔ صاحبزادی عاقظہ جمال جن کا مولد حضرت سکھزار کے پائیں علیحدہ حجرہ میں واقع ہے ۔

آپ نے اپنے شیخ کامل کے انتقال سے ۱۶ برس شیخ فرید الدین عطار کی شہادت سے سات سال شیخ شہاب الدین سرور دی سے ایک سال بعد انتقال فرمایا ہے اسی سال شمس الدین التتیش اور آپ کے خلیفہ عظم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے



دنیا سے کنارہ فرمایا ہے ۔

۵۶۱ھ میں حبیب احمد شریفی میں آپ نے قیام کی نیت سے پہلا قدم رکھا ہے تو حضرت  
محی الدین ابن عربی بغداد میں پیدا ہوئے ہیں اور آپ کے اس جہان فانی سے رحلت  
فرمانے کے چار سال بعد انتقال فرمایا ۔  
بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شمس الدین التمش آپ کا پیر بھائی تھا اور حضرت  
خواجہ عثمان مارونی رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس کئی مرتبہ دہلی میں آئے لیکن یہ بیان قابل  
وثوق نہیں ۔

آپ کے ہم عصر بزرگوں میں ذیل کے حضرات خصوصیت سے قابل ذکر ہیں :-  
حضرت شمس الدین تبریزی وفات ۵۴۴ھ شیخ شہاب الدین سروردی وفات ۵۳۳ھ  
حضرت محی الدین ابن عربی مصنف فتوحات مکیہ وفات ۵۴۳ھ حضرت خواجہ فرید الدین عطار شہید  
وفات ۵۴۳ھ جنہوں نے میثاپور میں تاساریوں کے ہاتھ سے شہادت پائی۔ شیخ نجم الدین کبر  
وفات ۵۱۶ یا ۵۱۷ یا ۵۱۸ھ حضرت انام الدین فخر الدین راندی وفات ۵۱۸ھ حضرت نظام الدین  
گنجوی وفات ۵۹۲ھ حضرت خواجہ وجیہ الدین ابو حفص سروردی وفات ۵۶۶ھ حضرت  
خواجہ نصیر الدین ابو نجیب سروردی وفات ۵۶۲ یا ۵۶۳ھ حضرت احمد کبیر رفاعی قادری وفات  
۵۶۲ھ حضرت شیخ یاسر وفات ۵۸۲ھ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی وفات  
۵۶۲ یا ۵۶۳ھ حضرت شیخ اوصد الدین کرمانی وفات ۶۲۶ھ حضرت جلال الدین تبریزی وفات  
۶۲۶ھ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی وفات ۶۶۱ھ ۔

### خلاصہ عاوات و ارشادات

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت اکثریتین بوز  
کے بعد روٹی کے خشک ٹکڑے پانی میں تر کر کے نوش فرماتے جس کی مقدار پانچ مثقال یعنی  
قریب دو تولہ کے ہوتی تھی۔ جامعہ مقدس میں جس جگہ پیوند کی احتیاج ہوتی۔ پاک کپڑا



خواہ کیا ہی ہو لگا لیتے۔ فرماتے ہیں میں عرصہ راز تک خدمت اقدس میں رہا کبھی کسی کے سامنے دست احتیاج دراز کرتے نہ دیکھا۔ سبحان اللہ تو کل بھی سہیل باش یہ وہ لوگ تھے جن کو فی السماء رزق کم و ما تو عدن پر بھروسہ تھا۔

کبھی آپ کو غصہ نہ آتا تھا۔ ایک مرتبہ سلوک پاسے میں گفتگو ہو رہی تھی جب وہاں سے طرف دیکھتے کھڑے ہو جاتے لوگوں نے سبب دریافت کیا فرمایا جب اپنی طرف نظر کرتا ہوں میری مرشد کی قبر نظر آتی ہے اور میں تعظیماً کھڑا ہو جاتا ہوں۔

اکثر چشم مبارک بند رکھتے جب کھولتے اور کسی فاسق و فاجر پر نظر پڑتی فی الفور تائب ہوتا اور پھر کبھی اس سے گناہ سرزد نہ ہوتا۔

نظر کی کیا اثر کے ڈالنے والے خواجہ رشید نظرے بیوئے مقبول میں بھی حضور کے نام لینے والوں میں ہوں نظر کیجئے۔

گل پھینکے ہیں غیروں کی طرف بلکہ قرہی لے ابریکرم بحیرت کچھ تو ادھر بھی آتا نہ خاک را بنظر کیما کنند آیا بود کہ گوشہ چشمے پاکند

غریب نواز! اس غریب کو بھی نوازئے۔ تنگدستی نے گھیرا ہے عقلی نعتباہ حال کر لکھا ہے۔ دنیاوی جاہ و مال کا آرزو مند نہیں۔ توکل و قناعت کے خزانے میں سے کچھ لوائے فقیری کے گنج شرافاں میں سے حصہ عطا فرمائیے۔ آپ سلطان العارفین ہیں آپ کے دربار سے کوئی غالی نہیں جاسکتا۔

فرماتے ہیں عشق کا درجہ محبت کا آتشکدہ ہے جو کچھ اس میں گرتا ہے جل کر نیست و نابود ہو جاتا ہے۔

فرماتے ہیں نالے ندیاں کس زور شور سے چلتی ہیں لیکن جب دیا میں بجاتی ہیں تو ان کی شورش نہیں رہتی۔ اسی طور سے طالب جب حق سے ملتا ہے کم ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو ذلیل سمجھنا تمام گناہوں سے زیادہ



نقصان وہ ہے \*

فرماتے ہیں درویش وہ ہے جس کے پاس سے عاقل و غافل نہ چائے \*  
 ارشاد ہے حضرت آدم کے مقرب ہونے پر موجود ہستی نے زاری افسوس کیا  
 لیکن چاندی سونے نے خاموشی اختیار کی۔ خطاب باری ہوا تم نے افسوس کیوں کیا  
 جواب دیا جس نے تیرے فرمان کی تعمیل نہ کی ہم کیوں اس پر افسوس کرتے ہیں مجھ سے کہ  
 ان دونوں چیزوں کو عزت و کبر بہت کفعہ انسانوں کو اس کے ذریعہ دئے گئے۔ اور  
 نبی آدم کی ہستی کا مدار ٹھہرایا گیا الا ماشاء اللہ حتی کہ اس سے خدا بھی مل سکتا ہے \*  
 اے نر تو خدا نہ دیکھنا بخدا سارے عیولی و قاضی المناجات

### پروردہ پوشی کی تاکید

ایک شخص قتل کے ارشاد سے آیا لیکن شیخ انور کو دیکھ کر تائب ہوا اور کہا مجھ کو  
 قتل شخص نے مامور کیا تھا۔ حاضرین نے بیچنے والے کا نام پوچھنا چاہا لیکن حضرت نے  
 اسے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ ہمارے مذہب میں پروردہ پوشی کی تاکید ہے \*

لطیفہ۔ فرمایا جب تک ہماری شادی نہ ہوئی تھی بلا دعا کے تمام حاجات پوری ہوتی  
 تھیں۔ اب دعا کی ضرورت پڑتی ہے۔ سلطان اہل تارکین مولانا حمید الدین مونی نے  
 عرض کیا بھلا یہ جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا نہ ہوئے تھے۔ حضرت مریم کو  
 میوسے غیر فضل ملے تھے۔ حضرت عیسیٰ کے پیدا ہونے پر بھی انہیں حسب عادت انتظار  
 رہتا تھا۔ امشا والہی ہوا اے مریم اب گھر بیٹھے بلا محنت رزق کا انتظار نہ کیا کرو \*  
 پیر چلاؤ۔ دہتری الیکس بھارتی الخدیۃ تساقط علیک رطباً جنتاً حضرت نے مسکرتہم فرمایا اور  
 یہ جواب پسند فرمایا \*

فرمایا قبرستان میں کوئی چیز نہ کھانی چاہئے نہ فقہار نہ گریہ کرنے والا نہ جگہ بیت  
 و درشت کا اثر قبول کرنے کیلئے ہے \*



فرمایا۔ سورہ فاتحہ تمام بیماریوں کیلئے دوا ہے جب کوئی بیمار دوا کے چھانہو  
تو اکتالیس بار صبح کی سنتوں اور فرض کے درمیان پڑھ کر دم کریں۔ جل مشکلات کیلئے  
بسم اللہ کے آخریم کو الحمد کے الف لام سے ملا کر پڑھنا کیسی ہے \*  
فرمایا۔ الحمد کی برکت ہم اپنے پیرومرشد کے ساتھ دریا کے پار اتر گئے \*  
فرمایا۔ بعض بزرگوں نے مسلوک کے سو درجہ لکھے ہیں ہمارے یہاں پندرہ ہیں \*  
ارشاد فرمایا جس وظیفہ کا ورد کرے ترک نہ کرے ورنہ ملعون ہوگا \*  
فرمایا۔ محبت والے کو فقر سے وحشت نہیں ہوتی \*  
فرمایا۔ ہم نے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو خلافت دی۔ تمام تبرکات خواجہ صاحب کو

دیکر فرمایا اے قطب الدین جس طرح ہم نے ان تبرکات کو تعظیم سے کھاتھا تم بھی اسی طرح  
رکھنا اور اس کے مستحق کو دینا ایسا نہ ہو کہ مجھے اور تمہیں خواجہ خواجگان اور رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قیامت کے روز شرمندہ ہونا پڑے۔ یہ مانت رسول کریم صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم سے بابا صاحب اور بابا صاحب سے حضرت سلطان المشائخ سیدی سندھی خواجہ  
نظام الدین اولیا محبوب الہی ہلوی کو جو اعلیٰ ترین اس فرقہ کے مستحق تھے دیا گیا \*  
فرماتے ہیں کہ جو کوئی اس دعا کو روزانہ کسی وقت مقررہ پڑھے گا اسکی حاجت پوری  
ہوگی بسم اللہ الرحمن الرحیم لا الہ الا اللہ بزرگی و جباری لا الہ الا اللہ رحیمی و غفری لا الہ الا اللہ  
مرا بخلق نہ گذاری لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ الہی بجزمت و برکت یکصد چار و دہ سورہ قرآن  
الہی بجزمت و برکت شش ہزار و شش صد و شصت و شش آیت قرآن بالہی بجزمت و برکت  
ہفتاد و شش ہزار و ہشتاد و شش کلمات قرآن الہی بجزمت و برکت حروف مقطعات  
قرآن الہی و برکت نود و نہ نام باری تعالیٰ الہی بجزمت و برکت سہ صد و نہ یک لکھ یک ہزار  
کو شش صد و نود و نو حروف قرآن الہی الہی بجزمت و برکت ملائکہ مقربین الہی بجزمت و برکت  
صحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الہی بجزمت و برکت سادات الہی بجزمت و برکت صد اقباء



الہی بکرمیت و برکت ہفتاد بنجبہ الہی بکرمیت و برکت چهل مرد ابدال الہی بکرمیت و برکت ہفت او تاد  
 الہی بکرمیت و برکت یکم و غوث الہی بکرمیت و برکت یکم و قطب الہی بکرمیت و برکت جمیع علماء  
 و فقہار الہی بکرمیت و برکت ہا و و عباد الہی بکرمیت و برکت شہدائے اُمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم الہی بکرمیت و برکت جمیع مشائخان طریقت رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ خداوند الملکا  
 باو شایا صلت دینی و دنیوی من بندہ را بنظر خود راست آریا جمیع مسلمانان آمین یا رب العالمین  
 سبحان ربك رب العزت عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین  
 ولی اللہ لقالی علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین  
 آمین آمین یا رب العالمین ۛ

صاحب اخبار الانبیاء لکھتے ہیں کہ ایک مدت تک حضرت خواجہ حسین ناگوریؒ آپ کے  
 مزار مبارک پر چاروپا کشتی کرتے رہے اس زمانہ میں آپ کے مزار مبارک پر کوئی عمارت تھی  
 ابتداء عمارت کی سلطان غیاث الدین کے وقت سے ہوئی ہے گنبد کا بڑا کلس اور کنگورے کی  
 چھوٹی کلیساں سنہری ہیں اندر کے رخ لا جو ردی اور سنہری پیل بوٹے بنے ہوئے ہیں چھت میں  
 کاشانی نخل کی زریں چھت گیری لگی رہتی ہے جس کے چاروں گونوں میں قمعے سونے کی زنجیروں  
 میں لٹکتے ہیں علاوہ انہیں چاندی کے قمعے بھی بہت لٹکے ہوئے ہیں کئی بڑے بڑے آئینہ دیوے  
 میں نصب ہیں جن کے گرد سنہری چوکٹے لگے ہوئے ہیں وضع شریف کے اندر سونیکے پانی سے  
 بہت سے شعار لکھے ہوئے ہیں جن میں سے بعض لکھے جاتے ہیں ۛ

خواجہ خواجگان معین الدین	شرف اولیائے روئے زمین
مطلع در صفات او گفتم	در عبارت بود چو دیر شبن
اے درت قبلہ گاہ اہل یقین	بر درت حرم و ماہ سودہ جبین

باقی اشعار طوالت کے خوف سے چھوڑ دئے جاتے ہیں ۛ

راقم الحروف حسین نامی میں وضع تبرکہ پر حاضر ہوا ہے گنبد شریف کی صفائی ہوئی تھی شام کا وقت تھا



درگاہ کے مقبرہ الوں کی چوکی نہایت درد انگیز لہجہ سے میل کا دو ہاڑھ رہی تھی۔  
ہم کھوٹے سبب کے تم لوہے ہمارے اپنا کر کے راکھ ہو جائے یا نہیں گئے کی لاج  
سو حضور ہی التجا ہے کہ اپنا کر کے راکھ ہو حضور کا دربار ہے اس سے مراد مند خالی نہ جائے  
آپ ہی نے فرما دیا ہے کہ فقیروہ ہے جس کے ورے کوئی محروم نہ جائے \*  
مزار شریف پر سیر کے کام کا صندوق چھپرکٹ لکھا ہوا ہے جس کی چھت میں محفل رومی  
کی سبز یازد چھت گیری لگی رہتی ہے سنہری قلم چاروں کونوں پر لگے ہوئے ہیں اس کے اندر  
مزار مقدس بنا ہوا ہے۔ سنگ مرمر کی صاف سنہری اور قیمتی چھت کے نیچے وہ شہنشاہ  
آرام کر رہا ہے جس نے ہندوستان کی اندھیری محفل کو چمکایا تھا جس کی برکت اب بھی  
دنیا میں پھیلی ہوئی ہے \*  
مزار اقدس پر طلانی فیروزی اور شیب کے پیل بوٹے بنائے جاتے ہیں۔ تعویذ مزار بھی  
سنگ مرمر کا ہے جس پر لعل بدخشانی جڑا ہوا ہے ہمیشہ زریفت یا کنو اب کا غلاف مزار پر انوا  
پر چڑھا رہتا ہے اس پر پھولوں کی چادر چاندی کا کٹہرہ ہے غالباً پہلے اس مقام پر  
سوفے کا کٹہرہ ہو گا کیونکہ جہانگیر نے اپنی بعض مرادیں پوری ہونے پر ایک لاکھ س ہزار  
کی لاگت کا طلانی کٹہرہ چڑھایا تھا \*  
بعض مؤرخ ان کٹہروں کو جہاں آرا کے چڑھائے ہوئے بتاتے ہیں۔ گنبد شریف کا  
فرش سنگ مرمر کا ہے جس میں سنگ موسیٰ کی پچکاری کی ہوئی ہے۔ روضہ شریف جنوبی اور  
غربی محرابوں پر زمین پٹے لٹکے رہتے ہیں گرمی کے موسم میں جسکے پڑھ لگائے جاتے ہیں جنوبی  
سمت کے دروازے سے نکلا جس مزار پر چاروں طرف پرودہ پٹے رہتے ہیں جناب کی الیمہ عظمہ کا  
تایا جاتا ہے لیکن اس میں اس کے متعلق تحقیق نہیں۔ درگاہ شریف کے متعلق پچتر ہزار  
کی جاگیر معافی ہے۔ شفا خانہ۔ سنگر خانہ درگاہ شریف کی طرف سے کھلا ہوا ہے  
درگاہ شریف کا ہر ایک مکہ منتقل ہے اور مثل بادشاہوں کے انتظام رہتا ہے۔



جمعرات کے دن شانِ سابق کا نمونہ نظر آ جاتا ہے دیوان صاحب درگاہِ حقیقتاً سجادہ نشین  
 ہیں اور منیر صاحب درگاہ کے سلام کے لئے تشریف لاتے ہیں یہ عجیب موثر نظارہ ہوتا ہے  
 سلام کرنے کے بعد باہر بیٹھتے ہیں چوہدری چاندی کے عصا لئے ہوئے ادب و تعظیم کے ساتھ  
 اشارہ چشم کے منتظر کھڑے ہوتے ہیں قوالوں کی چوکی منتظر ہے کہ ہم کو مجرا کرنے کا حکم ہو۔ چوہدری  
 سامنے کھڑا ہو کر بہت القابِ ادب کے ساتھ کہتا ہے حضور قوال نگاہ رو بر اشارہ چشم  
 قوالی شروع ہو جاتی ہے تھوڑی دیر سماعت فرما کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور شیرینی تقسیم  
 ہوتی ہے غرض کہ تمام حرکتیں شاہی ادب کے موافق ہوتی ہیں۔ آجکل درگاہ شریف کے دیوان صاحب  
 سید امام الدین ہیں جو حضرت کی اولاد سے نہایت روشن خیال بزرگ ہیں \*

خواجہ صاحب کی شاعری کی نسبت کسی تذکرہ میں ذکر نہیں لیکن دیوان عام طور پر  
 بازاروں میں ملتا ہے ہم اس کے متعلق کوئی خیال نہیں ظاہر کرنا چاہتے بعض اشعار انتخاب  
 کر کے لکھتے ہیں فیصلہ ناظرین پر ہے۔

ما طلبکار تو ایم و تو گریزدانی زما  
 مابوئت مقبل و تورے گردانی زما

گفتش چند در پردہاں خواہی شن  
 وقت آن آمد کہ دیگر دنہ پوشانی زما

گفتم بے پردہم در پردہ بینی آن قوی  
 تا تو ہستی رہزاراں پردہ پنهانی زما

کیکہ عاشق معشوق خویش تن ہمہ اوست  
 حریف خلوت و ساقی انجمن ہمہ اوست

اگر دیدہ تحقیق بنگری دانی  
 کہ ناظر دل و منظور جان تن ہمہ اوست

چو اندر آئینہ دل فتاد عکس رخ  
 چناں نمود کہ در جسم و جاں من ہمہ اوست

اگر تو خرقہ ہستی خویش پارہ کنی  
 نظر کنی کہ دریں زیر پرہیز من ہمہ اوست

گلو کہ کثرت اشیا نقیض وحدت گشت  
 تو در حقیقت ہشیار نظر فگن ہمہ اوست

اگر لباس حدیثم بد کنی چہ شود  
 مرا زہ حقیقت خبر کنی چہ شود

موج دریائے قدم شبنم امکان برداشت  
 شد نہاں غیب و شہادت ہمہ در بحر شود



این منم یارب کہ اندر نور حق فانی شدم  
 مطلع انوار فیض ذات سبحانی شدم  
 ذرہ ذرہ از وجودم طالبِ بیدار گشت  
 تاکہ من مست از تجلیہائے بانی شدم  
 گز پشتم عاشقانِ مینی جمالِ خوشتن  
 بہجمن آشفته گردی در خیالِ خوشتن  
 آئینہ مغرور حسنِ خوشتن ہرگز نشد  
 بلکہ مے بنید جالے در جالے خوشتن  
 قطرہ زلال بادہ کوہ طور را صد پارہ ساخت  
 عاشق مسکین کجا ماند بحالِ خوشتن  
 اگر پشتم حقیقت وجود خود بینی  
 قیام جملہ آشیبا بہود خود بینی

چو از جمال نقاب بطوں بر اندازی  
 دران ظہور وجود مرا عدم سازی  
 مضمون ختم ہوا واقعات بڑھانیکلی ضرورت نہیں لیکن خواجہ اسلام کے چمکانیہ و اخلاص  
 و صولے گنبد سنہری کلس والے سبز مخملی چادر کے نیچے آرام کرنے والے اس فقیر کی طرف نظر ڈالے  
 دونوں ہاتھ جوڑے اُس مقام پر جہاں تمام افراد عورت مرد کو لے کالے کھڑے ہوتے ہیں!  
 کھڑا ہے تیری زندگی سفید زندگی کے واقعات سفید گندوں کی چادر پر پھیلائے ہیں ان  
 سادی چادروں کو کار چوبی بنانا سنہری اور روپہلی چمکے چمکانا تیرا کام ہے۔  
 پیاسے خواجہ! راج دلائے خواجہ! انفرادی خطاب کے برانہ ماننا میں تیری زندگی  
 کے ہر پہلو پر بحث کرنیکی کوشش کی ہے تیرا بچپن! وہ حوادث جو تیری آنکھوں نے ابھولی  
 آنکھوں نے! دیکھی تیری کرامتیں تیری اسلام کی خدمت غرض کہ تمام باتوں کو اس مضمون  
 میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے لیکن سچ یہ ہے کہ کچھ نہیں لکھا ہے

ہاتھ خالی ہیں چلا دربار میں  
 کون پوچھے گا مجھے سرکار میں  
 ہاتھ خالی اس طرف جایا ہوں نہیں  
 اس تہیذتی سے شرابا ہوں نہیں  
 اگرچہ تیرا شاہی ربار باطن کی آنکھ نے نہیں دیکھا لیکن ظاہری شان و شوکت نظر سے  
 گزر چکی ہے میں نے تیری سالگرہ کے دن جس کو ظاہر پرست عرس کہتے ہیں ان سوال کرنے والوں کی  
 ضد کو دیکھا ہے جو ڈنٹے لیکر تیرے گنبد کے توڑنے کا گستاخانہ جملہ بان سے نکالتے ہیں



مگر غریب تو از خواجہ! تو اپنے کرم اپنی گراں بہا نوازشوں سے ان کو وہ دیتا ہے جو مانگتے ہیں کیا میں  
 بھی گستاخانہ جملے زبان نکالوں فقیری کی چادر اور ٹھکراؤں کی ہنگی دوں مگر نہیں میرے  
 حضور خواجہ! میرے سرکار خواجہ! ادب عقیدہ تمندی التجاؤں خاکسار نہ اندازے آنسوؤں کے  
 چمکدار اور پُراثر موتی غلامی امیداری کے بھولونگی چادر تیرے قدموں پر نثار کرنے کیلئے  
 آگے بڑھتا ہوں۔ پا انداز پیروں میں گدگری پیدا کر نیوالے! پا انداز پر کھڑا ہوتا ہوں  
 سات یا رسلام کرنے کے بعد آستانہ بوسی قبول ہو۔ دروازہ میں! اس چمکدار سنہری رواز  
 میں جس میں شاہان عالم ادب کے نکلتے ہیں۔ ڈر کر جھجک کر داخل ہوتا ہوں چاندی کے کٹہرے  
 کے سامنے دوبارہ سلام رد نہ کیا۔ میرے غریب نواز خواجہ! قبول کر لیا۔ طواف کرنے کے بعد قدموں  
 پر ہاتھ رکھتا ہوں۔ اب یہاں سے ہاتھ نہ اٹھاؤنگا۔ اس ناچیز تحریر کو قبول کر میری پیشانی  
 بیکی کا تجھے علم ہے۔ غم کے ہا دل گرج رہے ہیں۔ ناکامی کی بجلی کڑکتی ہے وہ گھنگھو گھنگھا  
 اٹھی اور غم کی بارش ہونے لگی۔ مرادوں کے بر لانے والے خواجہ! ان غم کے آنسوؤں کو  
 خوشی کا اظہار بنا موتی برسیں! شادمانی کے پھول بھیرے جائیں تیرے در کا سہارا آیا  
 ہے دلائے خواجہ دینے والے خواجہ دلائے

بہ زمین کہ نشانی کف پائے تو بود

سالما سجدہ صاحب نظر ان خواہد بود

اجیر جیسے کفرستان کو نور ہدایت سے چمکانے والے۔ تیرے قدم نے اُسے گلزار بنا دیا۔  
 میرے اُجڑے ہوئے دل کے ٹوٹے ہوئے کھنڈ پر اپنے کف پا کا نقش جما اور اپنی عنایات کے  
 راحت سناں امن میں چھپالے تکلیفیں دور ہوں۔ صد خاک ہو جائیں نسیم مسرت کے خوشگوار جھونکے  
 پشمر دہل کے باغ کو تر و تازہ کریں۔ بخرزاں کا دور ختم کر۔ بہار کا زمانہ دکھائے۔  
 سرکار! چشمِ مرحمت سے اشارہ فرمائیے۔ اب صدقات اور پریشانیوں نہیں اٹھائی  
 جائیں۔ بس ایک نظر کرم سے



چشم الطاف سے گر تک بھی اشارہ ہو جائے نام ہو آپ کا اور کام ہمارا ہو جائے  
خواجہ کا دربار

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن بنجری چشتی کے نام نامی ہمارا زمانہ جانتا ہے  
وہ تاجدار ہیں جن کا سکہ باوجود انقلاب سلطنت ملک کے ہندو مسلمانوں میں برابر چل رہا ہے  
آج تک ایک پائی کا بڑھ نہیں لگا سکتے جب سے ۱۶ رجب تک اجیر کے مقام خلافت میں اس ہند  
کے روحانی خلیفہ کا دربار جس کو اصطلاح میں عرس کہتے ہیں منعقد ہوتا ہے یہ دربار کشن کا  
ہوتا ہے اور ان میں کیا رسمیں انجام پاتی ہیں ان کا ذکر مسلمانوں کے غمخوار رسالہ صوفی میں  
ہو تا ضروری ہے تاکہ اس کے ناظرین خواجہ خواجگان کے حالات سے باخبر رہیں اور کوشش  
کریں کہ جن طریقوں پر اجیری سلطان نے چل کر اپنی روحانی حکومت ہند میں قائم کی ان کی خود  
بھی پیروی کریں تاکہ دینی روحانیت موجودہ کش مکش مادیات میں محفوظ رہے ۔

رجب پہلا مہینہ جمادی الآخر ہے مسلمان گھروں میں خواجہ معین الدین کا چاند کھلتا  
ہے۔ اس لئے کہ اس مہینہ میں اجیری دربار جانیکی تیاریاں شروع ہوتی ہیں قصبوں شہروں  
اور دیہات کے باہر خواجہ کے نشان کھڑے کئے جاتے ہیں جن کے نیچے عورت مرد ہندو مسلمان  
بچے بوڑھے سب جمع ہو کر خواجہ کے گیت گاتے ہیں نذر نیاز کر کے فقراء کو کھانا کھلاتے ہیں سکے  
بعد یہ نشان جن کو خواجہ کی چھڑیاں کہتے ہیں دہلی میں حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین  
بختیار کاکی کے مزار پر جمع ہوتے ہیں اور یہاں سکدینی جھنڈے کے نیچے چھٹیاں اجیر شریف  
کو چلی جاتی ہیں۔ اس جھنڈے کے ہمراہ بہت بڑا قافلہ ہوتا ہے مگر آجکل ریل ہو جانے کے سبب  
اس مجمع میں پہلی سی و نو نہیں رہی ۔

رجب کی پہلی تاریخ سے دربار شروع ہوتا ہے اگلے وقتوں میں خیوں میں جن کو دل بادل کہتے  
تھے یہ کہیں لڑا ہوتی ہیں مگر اب تصور کھو گیا یاد کے نواب بشیر الدولہ فریدی کے تکرید عظیم آستان  
دربار حال میں جس کو سلع خانہ اور مخمل خانہ کہتے ہیں مراسم عرس انجام پاتے ہیں ۔



دربار کا افتتاح شب ہوں کہ شاہ عالم پناہ ب العزة والجدرة تعالیٰ شانہ کے فرمان مسیحی اسم  
القرآن کی آیت سے ہوتا ہے یعنی اول قرآن خوانی ہوتی ہے اس کے بعد چونکہ خواجہ کے جانشین ہیں  
حکم کو جانتے ہیں کہ تکلوا لنام علی قد یعقولم آدمیوں کے کچھ ان کی سمجھ کے موافق بات چیت کیا کرو۔  
اس لئے فرمان الہی کی شرح تفسیر اس طریقہ سے کیجاتی ہے جس پر انسان فطرۃ مائل ہے اور جس کو  
اس کا دل آسانی سے قبول کر لیتا ہے یعنی اقوال احوال توحید کو جن کا قرآن شریف مخزن  
ہے ہر خاص و عام کے ذہن نشین کر دیتی ہے قوالی میں وہ شعر گائے جاتے ہیں جن سے انسان اپنی  
حقیقت کے عرفان کی طرف متوجہ ہو کر وہ فی انفسکما افلا تبصرون پر عمل کرتا ہے قوالی جذبات  
نفسانی و ملکوتی میں امتیاز پیدا کر کے آدمی کو نورانیت و پاکیزگی کے خیالات میں جذب کر دیتی ہے اور  
اہل باطن کے لطیف جذبات کو ابھارنے میں موثر ہوتی ہے۔ اسی واسطے خواجہ کے دربار میں قرآن  
خوانی کے بعد قوالی ہوتی ہے اور آخر شب تک دربار اسی طریق پر قائم رہتا ہے ۔

دربار کی شان ابس سبحان اللہ زمین آسمان بقعہ نور نظر آتا ہے سفید مکان سفید فرش سفید  
چھاڑ فانوس سفید روشنی درمیانی کمرہ کے صدر میں سجادہ نشین صاحب کی مسند اور متولی صاحب کی  
نشست ہوتی ہے ان کے قریب وہ حضرات ہوتے ہیں جن کو خواجہ کے دربار میں کسی قسم کا اخلاص  
اعزاز حاصل ہے یہیں ویسار کی صفوں میں ہندوستان کے تمام نامی گرامی مشائخ درباری لباس  
میں دست بستہ سر جھکائے اور بک بیٹھے ہیں گوشوں میں نقیب چوہدر چاندی کی چوبیں لئے سفید  
جلے سفید عمامے پہنے کھڑے رہتے ہیں جو وزرا کو قرینے اور ضابطہ سے سجاتے ہیں اور درباریوں  
کو انکی شان و مرتبہ کے موافق جگہ بتاتے ہیں جب حضور سلطان اللہ کے قائم مقام سجادہ نشین صاحب  
کوئی حکم دینا چاہتے ہیں چوہدر آہستہ آہستہ ادب سے چل کر ان کے سامنے ٹھک کر کھڑا ہو جاتا ہے  
اور حکم سلطانی کو سن کر الٹے قدم واپس جاتا ہے سامنے طلانی و نقری اگر سوزوں میں بخورات  
روشن ہوتے ہیں جن سے دربار چمکا کرتا ہے۔ وسط دربار میں گاہے گاہے چار آتی ہے اور  
حضور سلطانی کے اشارے سے ممتاز درباریوں کو اسکا حصہ عنایت تقیم ہوتا ہے تہجد کے وقت



اور بار بار دعا مست ہوتا ہے خاتمہ بھی قرآن خوانی سے کیا جاتا ہے اور سب رباری سلام خستی  
 سے فارغ ہو کر مزار مبارک حضرت خواجہ پر حاضر ہوتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ  
 پشتون بھی تمام مشہور خانقاہوں میں گانا مزار پر نہیں ہوتا۔ علیہ سماع خانہ اس کام کیلئے مقرر  
 ہیں جہاں پختہ خیر شریف کا سماع خانہ بھی مزار مبارک کے بالکل جہاں بنا ہوا ہے اور یہاں سے  
 فاتح خوانی کے بعض شاہجہانی مسجد میں بلکہ مسجد کی نماز اور ذکر شروع کر دیتے ہیں اور بعض  
 دوسری مسجد یا اپنے جائے اقامت پر جا کر مشغول ہو جاتے ہیں اور صبح کی نماز تک  
 شاید ہی کوئی یہ نصیب ہوتا ہو گا جو مورخہ اور سب بیدار رہتے ہیں اور اسی طرح حکم سے  
 چونکہ یہ بت چلے جا رہی رہتے ہیں اور رات کی جگہ دن کو سب آرام کرتے ہیں۔  
 جس طرح خواجہ خواجگان سلطان احمد حضرت خواجہ معین الدین چشتی تمام اولیائے ہند  
 کے تہذیب اور شیوا مانے جاتے ہیں اسی طرح ان کے سجادہ نشین تمام ہندو مشائخ میں برگزیدہ  
 اور مقدس تسلیم کئے جاتے ہیں۔ گزشتہ زمانے میں اجیر شریف کے سجادہ نشینوں میں ایسے  
 ایسے صاحب نال بزرگ ہوتے ہیں جن پر تمام ملک اپنے شیخی و بنیادی مقاصد میں اعتماد رکھتا  
 تھا یا تاکہ کہ سلطان بھی ان کا اوٹھو قاری کل ملک کے فقراء کے بارہ کرتی اور ہر ہوی تم میں  
 ان کی رائے کا مشورہ کا لحاظ کی جاتی تھی وہ دور سجادہ نشین دیوان سید امام الدین چشتی جو مسند  
 سجادہ کی پہلو ہا فرماتے۔ ان کا محمدیہ عہد سے تشریف کا دور درمستدل کو انتظار تھا جسکی  
 یا میں رات کی تہذیب سے مزہ تھی جو خواجہ کے مشائخ کی امید آرزو تھا و ارا مان بنا ہوا تھا۔  
 دیوان سید امام الدین کو انسان کا بل کے نقطہ سے تہذیب کیا جائے تو نامناسب ہو گا مگر یہ کہ  
 کوئی شخص ان کی شرعی کمزوریوں پر کسی وقت غور نہ کرے تو ہر شے ہر شے کی تحقیق کیا دیکھا  
 سنا دیوان امام الدین کو اسی شان کا یا یا جیسا کہ ہم سے ملتا ہے۔

وہ اور صاحب نور سلطان احمد کے مسند نشین تھے۔ ہر مسند نشین ہر مسند نشین ہر مسند نشین  
 ایک مسند نشین ہر مسند نشین ہر مسند نشین ہر مسند نشین ہر مسند نشین ہر مسند نشین



موافق تو اوصاف کا شمار نہیں کر سکتے۔ تاہم وہ خوبیاں جن کو جمہور تسلیم کرتے آئے ہیں  
ذیل میں درج کی جاتی ہیں:-

دینی محاسن میں ایک مسلمان خاص کر ایک صوفی مسلمان کی شان ہونی چاہئے کہ وہ تمام  
شرعی احکام کا پابند ہو اور اس کے دل میں اپنے دین کی دردمندانہ الفت ہو جو ان سید عالم الدین  
اس اعتبار سے لاثانی مسلمان ہیں اور امر و نہی کا جتنا ان کو خیال ہے اور نماز و روزہ کے شغل  
کے باوجود دنیاوی مصروفیت کے جتن قدر ان کو پابندی ہوتی ہے اس کی مثال اجمیر شریف میں  
بہت کم پائی جائیگی۔ اس کے بعد علمی قابلیت کے لحاظ سے وہ پورے موعی میں انگریزی میں بھی  
اعلیٰ دستگاہ رکھتے ہیں۔ صاحب تصنیف و تالیف ہیں دنیاوی و جاہت میں تمام اجمیر میں سب سے  
فائق ہیں۔ برسوں ٹی کلکٹری کے عہد پر مامور رہ چکے ہیں انتظامی معاملات میں خاص دستگاہ  
درگاہ کے بچیدہ تعلقات کے خوبا ہر ہیں اور ذات سے ان سمات کو انجام دے رہے ہیں۔

سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مسلمانوں کے عاشق زار ہیں وہ عشق نہیں جو دوسروں کا  
دشمن بنانے اور اسلامی فریفتگی ان قوموں کو فراموش کرانے جو مسلمان نہیں ہیں مگر خواجہ غریب نواز  
سے عقیدت رکھتے ہیں بلکہ وہ عشق جو ایک رویش کو انسانی مساوات کی صورت میں اپنے بنی  
نوع سے ہوتا ہے مسلمانوں کی بہنوی و بہتری کا ان کو خاص خیال ہے خاص کرد و شہوں کی موجود  
پراگندگی اور بے درسامانی کی طرف ان کی توجہ زیادہ ہے اس محبت کو سلیقہ سے استعمال کرنا بھی وہ  
خوب جانتے ہیں اور یہی وہ آن ہے جس پر آج مسلمانوں کی کروڑ ہا نگاہیں لگی ہوئی ہیں سرد  
جو ایک عظیم الشان مہم ان کے روبرو ہے وہ ملک کے مشائخ کو ایک ٹی میں پریشان ہے اور سلطان السند  
کی سچی جانشینی کا ثبوت دینا خدا تعالیٰ نے یہ ہر ان کو عطا فرمایا ہے کہ بہت آسانی سے کل  
سلسلوں کے فقرا کو کسی ایسے مقصد کیلئے جو سب کی حالتوں اور ضرورتوں پر حاوی ہو خدا تعالیٰ  
بنالیں اور جس وقت یہ ہنگامہ تو پھر مفید خیال بہت آسانی سے تمام ملک میں امن پذیر ہو سکتا ہے آج کل  
کی حالت کہ فقر میں اتحاد صوفی و معنوی کا نام و نشان بھی نہیں حالانکہ ان کا متہذات ارتقا اور ہے



عنقریب لکرنی صورت اختیار کر لیگی وہی اگلے زمانہ کی بزرگی و بختی پیدا ہوگی کہ قادری حشری کا شریک  
حال نقشبندی سروردی کا ہم مقام صابری نظامی پر فدا نظامی صابری پر شمار ہے۔

دوسرا کام تصوف کی درگاہ قائم کرنا ہے جس میں پیروں اور شاخ زادوں کی تعلیم و تربیت کا  
کچھ تدارک ہو سکے آج جس قدر خرابیاں خانقاہوں اور بزرگوں کی اولاد میں پھیلی ہوئی ہیں وہ سب جہالت  
کے طفیل ہیں اسرار طریقت کجا شریعت احکام کی بھی ان مشائخ زادوں کو خبر نہیں جو ایک  
وقت میں ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے مقتدا اور مادی بنتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تمام گروہ  
جو بے علم پیروں کے زیر اثر ہے گمراہ اور خراب ہوتا جاتا ہے اور سر کی خرابی سے جسم کی اتیری کا  
اثر مسلمانوں کے افراد میں تیزی سے بڑھ رہا ہے دیوان سید امام الدین صاحب کو یہ کام بہت  
آسان ہے اجمیر شریف میں شاہی وقف کے ایک عربی درگاہ پہلے ہی موجود ہے اسی کو درست  
کر کے اعلیٰ پیمانہ پر کر دیا جائے اور مدرس ایسے رکھے جائیں جو علاوہ مروجہ نصاب عربی کے  
صوفیانہ کتب کا درس بھی جاری کریں۔ دیوان صاحب تمام ہندوستان کی خانقاہوں اور مشائخ  
میں حکم نامے جاری کر کے ان بزرگ ادوں کو اس درگاہ میں بلاویں اور پڑھوایں پھر دیکھئے  
کیا ظہور ہوتا ہے اور کس قدر سعادت سے یہ منزل دور ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں باتیں سب پہلے عمل پذیر ہونیکے قائل ہیں۔ علی الخصوص تجویز مانی  
یعنی درگاہ تصوف کا قائم کرنا اور مشائخ پر اپنی اولاد کو تعلیم دلانیکے لئے زور ڈالنا۔  
یہی عرس شریف اس تجویز پر عمل کرنے کا وقت ہے سائے ملک کے مشائخ جمع ہیں  
ہر محب الفقہ شخص کا فرض ہے کہ دیوان صاحب قبلہ سے جا کر عرض کرے اور انکو اس وقت کے  
فائدہ اٹھانے کیلئے توجہ دلائے۔

حلقہ نظام المشائخ اس خدمت کو اپنا اولین فرض سمجھتا ہے اور اس نے جانتا کہ  
اس کے لئے کان میں تھا اس کی سچی کس ہے اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ خود دیوان سید  
امام الدین صاحب نے حلقہ کی بگوت قبول فرمائی ہے چنانچہ ۱۶ جون ۱۹۱۶ء کو



منزل گاہ حلقہ نظام المشائخ میں حسب ذیل ارشاد نامہ حضرت کے دستِ خاص سے  
لکھا ہوا موصول ہوا۔

خدمت شریف شاہ حسن نظامی صاحبِ بیر حلقہ نظام المشائخ والسلام علیکم ایسے فرمے اہل  
اغراض حلقہ کو بغور دیکھا میں بخوشی آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ تمام بھی اراکین حلقہ میں شامل  
کیا جائے۔ والسلام نہ (الراحم دیوان سید یام الدین علیخان چشتی سجادہ نشین اجمیر شریف)  
دیوان صاحب کی اس شرکت سے تمام اراکین و خدام حلقہ نظام المشائخ کی  
ہمتیں بڑھ گئیں اور انہوں نے اپنے ارادوں کی سرسبزی کا قوی یقین کر لیا کہ اس عرس  
کے لئے اکثر خدام و اراکین کی رائے تھی کہ اجمیر شریف میں حلقہ کا ایک جلسہ کیا جائے  
مگر میں نے چند در چند مصاحبتوں سے اس رائے کو قبل از وقت سمجھ کر مخالفت کی اور حلقہ کی  
کوشش کو دیوان صاحب پر منحصر رکھا خود دخل و مداخلت کو مناسب نہ جانا لہذا  
دیر حلقہ سے جہاں تک ہو سکے گا دیوان صاحب کو ان ضروری تجویزوں پر عملدرآمد  
کرنے کے لئے جن کا اوپر ذکر آیا متوجہ کرے گا نیز علیحدہ خاص ملاقاتوں میں فرداً فرداً  
مشائخ کو بھی آمادہ کریگا اور اس کے خیال میں اسی ہستی سے کام شروع کرنا مناسب  
ہے اس کے کہ غل شور کے جلتے ہوں اور نتیجہ نہ نکلے۔









# حیاتِ خدیجہ الکبریٰ

حضرت خدیجہ الکبریٰؓ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی بیوی تھیں۔ عورتوں میں سب سے اول آپؓ ایمان لائیں۔ آپؓ نے اپنا تن من و جان سب کچھ اس داعی صادق پر قربان کر دیا۔ جس کے نام میں ہم لوگوں کی بیماریوں کی شفا اور حاجتوں کی قضا ہے۔ آپؓ کو یہ شرف حاصل تھا کہ انہی زندگی میں حضرت رسالتؐ نے دوسری شادی نہ کی۔ اسلام سے پہلے اگر رسول خداؐ قریش میں امین کے لقب سے ملقب تھے تو حضرت خدیجہ الکبریٰؓ ظاہرہ کے خطاب سے مخاطب کی جاتی تھیں۔ اس پاک بی بی کے مقدس حالات جہتِ سبق آموہ سکتے ہیں وہ کسی تشریح کے محتاج نہیں۔ مولانا سید عاشق حسین صاحب سیلاب دہلی اکبر آبادی نے اس باہم ضرورت کو پورا کیا ہے اور آپؓ کے حالات زندگی میں یہ جامع کتاب لکھی جس کی نظیر کم سے کم اردو زبان میں اس سے پہلے نہیں۔ شروع کتاب میں ہر حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کا نوٹ بھی لکھا گیا ہے۔ قیمت بتا جلد چھ (۱) جلد دلائی کپڑے کی جس پر کتاب اور مصنف کا نام سنہری حرفوں سے چھپا ہو گا صرف (۱) روپیہ علاوہ محصول ڈاک +

۱۰

ملنے آگاہ

یہ سب سالہ صوفی پنڈی بہاؤ الدین رضی اللہ عنہ



Pages-36  
Length-8.5"  
Breath-5"